

تاریخ

غلاف کعبہ

یعنی

جامئہ کعبہ و محل مصری کے تفصیلی حالات و تاریخی واقعات

مؤلفہ

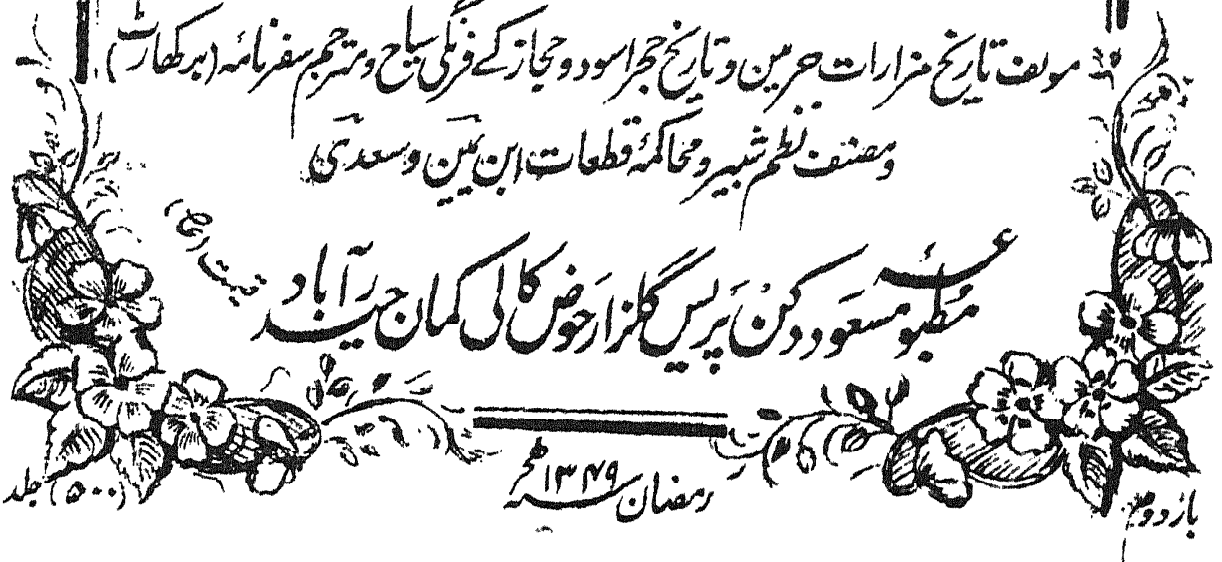
علی شبیر صدر محمد ہائیکو رحید آباد کن

مؤلف تاریخ منارات بحرین و تاریخ حجر اسود و حجاز کے فنگی سیاح و مترجم سفرنامہ (ہرکھاٹ)

و مصنف نظم شبیر و محاکمہ قطعات ابن یمن و سعدی

مکتبہ مسعود کن پریس گلزار حوض کالی کمان حیدر آباد

رمضان ۱۳۴۹ھ



نذر

جس خلوص و عقیدت سے خدامِ حرم کعبے کو لباس
پہاتے رہے ہیں اُسی تعظیم و احترام کے ساتھ میں بھی اس
حقیرِ بلیغ "علائف کعبہ" کو بعد ادب کعبہ مکرم و
قبلہ مظلہ حضرت بیت اللہ پر نذر چڑھاتا ہوں

خادمِ کعبہ

شبیر

فہرست میں تاریخ خلافت

صفحہ نمبر	عنوان مضمون	صفحہ نمبر	عنوان مضمون	صفحہ نمبر
۱۵	مظاہر راشدین کے زمانے میں خلافت	۳	نذر	۱
۱۶	قریبانی کی جہولین بطور خلافت کعبہ	۴	وہابیہ طبع ثانی	۲
۱۷	تیسری فصل	۱	سبب تالیف	۳
۱۷	خلافت نبی (اسیر میں خلافت کعبہ)	۱	باب اول	
۱۸	عبداللہ ابن زبیر کا خلافت کعبہ	۲	خلافت کعبہ	
۱۹	چوتھی فصل		فضل اول	
۱۹	مذاہفت عباسیہ میں خلافت کعبہ	۱	زمانہ جاہلیت کے خلافت	
۲۰	خلیفہ عہدی کا خلافت کعبہ	۵	خلافت کعبہ کی ایجاد	۱
۲۰	ہارون الرشید کا خلافت کعبہ	۷	خلافت پنبہ لے کی غرض	۲
۲۰	ماسون الرشید کا خلافت کعبہ	۱۰	زمانہ جاہلیت میں کعبے کا خلافت	۳
۲۱	خلیفہ جعفر متوکل علی اللہ کا خلافت کعبہ	۹	کعبے کو سب سے پہلے کس نے خلافت پنبہ یا	۴
۲۱	خلیفہ متقضی لامر اللہ کا خلافت کعبہ	۱۱	زمانہ جاہلیت میں نذر کے خلافت	۵
۲۲	ناصر الدین اللہ کا خلافت کعبہ	۱۱	زمانہ جاہلیت میں خلافت ڈالنے کی تاریخ	۶
۲۳	عہد عباسی میں بعض سلاطین و امراء کے خلافت	۱۲	زمانہ جاہلیت کے کہنے خلافت	۷
۲۳	فضل بن یحییٰ رطاسہ بن حسین کا خلافت کعبہ	۱۲	زمانہ قریش میں خلافت کی آتشزدگی	۸
۲۴	ابو السراہ کا خلافت کعبہ	۱۳	دوسری فصل	
۲۵	علی بن محمد البصلی کا خلافت کعبہ	۱۳	آغاز اسلام میں خلافت کعبہ	
۲۶	حمود سکبگین کا خلافت کعبہ	۱۳	اسلام نے خلافت کعبہ کو کیوں جائز رکھا	۱
۲۶	ابو نصر استر آبادی کا خلافت کعبہ	۱۴	خلافت کعبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں	۲

۶۱	غلاف کعبہ کا سفر قاہرہ سے مکے تک	۲۶	ابوالقاسم رامشت کا غلاف کعبہ	د
۶۱	تیرہویں صدی ہجری کی شہرین	۲۷	منصور بن ربیع کا غلاف کعبہ	ز
۶۵	زمانہ حال کی شہرین	۲۷	ملک الحجاب کا غلاف کعبہ	ح
۶۵	غلاف کعبہ کا ورود مکے میں	۲۷	سلطان شاہرخ مصر کا غلاف کعبہ	ط
۶۵	غلاف کعبہ کے مصارف	۲۷	نبین دیگر امراء و سلاطین کے غلاف	ی
۶۵	دسویں فصل	۲۷	غلاف کعبہ کی نوٹ	۳
۶۹	دباہین کی سلی فتوحات حجاز اور ان کا غلاف	۲۸	پانچویں فصل	
۶۲	گیارہویں فصل	۲۸	قرامطہ اور غلاف کعبہ	
۶۲	ترکوں کا حجاز پر دوبارہ قبضہ مصر غلاف کی دوبارہ	۳۱	چھٹی فصل	
۶۲	بارہویں فصل	۳۱	مصر کے اسماعیلی خلفا کا غلاف کعبہ	
۶۲	شریف مکہ کا غلاف کعبہ	۳۱	ساتویں فصل	
۶۲	تیرہویں فصل	۳۲	سلاطین الیوبیہ مصر کا غلاف کعبہ	۱
۶۲	موجودہ زمانہ میں سلاطین مصر کا غلاف کعبہ	۳۲	پانچویں چھٹی صدی میں غلاف کعبہ کا سفر	۲
۶۵	مصر و حجاز کا تنازعہ غلاف کعبہ کی واپسی	۳۲	آٹھویں فصل	
۶۵	چودھویں فصل	۳۸	حلوک سلاطین مصر کا غلاف کعبہ	۱
۶۵	حجاز پر اہل نجد کا دوبارہ قبضہ	۳۲	نویں فصل	
۶۷	مصر سے غلاف کی دوبارہ آمد و سوتونی	۳۲	غلاف کعبہ سلاطین عثمانیہ کے زمانے میں	۱
۶۹	سلطان عبدالعزیز ابن عبدالرحمن ابن سعود کا غلاف	۳۳	غلاف کعبہ کے اخرا اور کتبے	۲
۶۹	سلطان ابن سعود کے حکم سے مصری غلاف کے	۳۳	مکمل غلاف	الف
۸۱	منولنے پر مکے میں تیاری	۳۵	مزامم	ب
۸۱	پندرہویں فصل	۳۹	رنگ و کات یعنی دامن	ج
۸۱	پرانا غلاف	۵۰	یروقع کعبہ	د
۸۵	پرانے غلاف کی حالت	۵۳	غلاف کعبہ کا مصر میں جلوس روانگی	۳
۸۶	غلاف کعبہ اور حرم کے کبوتر	۵۳	تیرہویں صدی ہجری میں غلاف کعبہ کا جلوس	الف
۸۶	کعبے سے پرانے غلاف کی ملکیت	۵۷	موجودہ زمانے میں غلاف کعبہ کا جلوس	ب

۱۱۳	امیر الحاج	الف	۸۸	غسل کعبہ	الف
۱۱۴	امیر مصر	ب	۸۹	احرام کعبہ	ب
۱۱۵	سپہ سالار فوج محل	ج	۹۰	غلاف کعبہ کی تقسیم و فروخت	۴-الف
"	محل کے عام ملازمین	د	۹۱	میسوئی غلاف کعبہ	ب
"	محل کی تحفہ شدہ حضرات	۵	۹۲	غلاف کعبہ کی تقسیم و فروخت کی نسبت علماء کی رائے	۵
۱۱۶	محل مصری کے مصارف	۲	۹۳	غلاف کعبہ بلور تبرک	۶
۱۲۰	محل کے اونٹ کا خدیہ	۳	۹۴	غلاف کعبہ کے پیش بہا ٹکڑے حیدر آباد میں	۷
۱۲۱	چوتھی فصل روانگی محل کا جلوس قاہرہ میں			سولہویں فصل نیا غلاف کعبہ	
"	جلوس محل کی ایجاد	الف	۹۹	کعبے پر نیا غلاف چڑھانا	۱
۱۲۲	محل کے ایک قدیم جلوس کا منظر	ب	۱۰۰	نئے غلاف کی حفاظت	۲-الف
۱۲۳	زمانہ حال کا جلوس محل	ج	۱۰۱	نئے غلاف کے بعد کعبے کی خوشنمائی	ب
"	۱۳۱۵ء میں جلوس محل کا نظارہ	د	۱۰۲	کعبے کی خوشنمائی کی نسبت ایک فرنگی کا خیال	ج
	پانچویں فصل محل کا سفر			سترہویں فصل کعبہ کا اندرونی غلاف	
۱۲۶	قاہرہ سے سوئز تک	الف		باب دوم محل مصری	
۱۲۷	جدے میں محل کا ورود	ب		تہاں فصل محل کی ایجاد	
"	محل مصری کے میں	ج		دوسری فصل محل مصری کا تعلق غلاف کعبہ سے	۲-الف
۱۲۹	منے اور عفات میں محل	د		محل مصری کی وضع قطع	ب
۱۳۰	کے میں روانگی محل کا جلسہ	۵		میسری فصل محل مصری کے ملازمین و مصارف	
"	کے سے مدینے	و	۱۱۰		
۱۳۸	مدینہ منورہ میں محل مصری	ز	۱۱۱		
۱۳۶	مدینے سے محل کی واپسی	ح			
"	مدینے سے قاہرہ تک محل کی منتزلیں	ط			
	چھٹی فصل		۱۱۳		

۱۴۹	نویں فصل مختلف حادثہ کے محل	۱	۱۴۲	محل کی واپسی پر قابض ہونے والوں ساتویں فصل	
۱۵۰	عراقی محل	۲	۱۴۵	محل کی تعطیل و فصل آٹھویں فصل	
۱۵۱	بجڑی محل	۳	۱۴۷	محل کے حادثات	
۱۵۲	حلب کا محل	۴	۱۴۸	محل کی غرقابی	۱
۱۱	حیدرآباد کا فرضی محل	۵	۱۱	محل مصری کا نذر آتش ہونا	۲
۱۵۳	سودان کا محل	۶	۱۱	شہرہ مکہ حسین کی بجا فرمائش محل کی واپسی	۳
۱۵۴	محل شامی	۷	۱۴۹	اہل نجد اور ہمدان محل مصری کا نقصان	۴

jabir.abbas@yahoo.com

فہرست تصاویر و پیرتایخ غلاف کعبہ

نمبر سلسلہ	صراحت تصویر	صفحہ
۱	حرم بیت اللہ میں حاجیوں کا ہجوم۔ کعبہ اپنے سیاہ غلاف میں۔	۱
۲	غلاف کعبہ کا ایک ٹکڑا۔	۴۵
۳	حزام۔ یعنی غلاف کعبہ کے مشرقی و مغربی جانب کے سنہری کتبے۔	۴۷
۴	غلاف کعبہ کے شمالی و جنوبی جانب کے سنہری کتبے اور رُکوکہ (دائرہ)۔	۴۹
۵	پردہ باب کعبہ جسے برقع کہتے ہیں۔	۵۳
۶	غلاف کعبہ و احرام کعبہ۔	۸۹
۷	غلاف مقام ابراہیم۔	۹۶
۸	محل مصری اور اسکے عہدہ دار۔	۱۱۳
۹	روانگی محل کا جلوس قاہرہ میں۔	۱۲۳
۱۰	محل مصری کی زیارت۔	۱۲۸

فہرست اخذ پانچ غلاف کعبہ

اس تالیف میں اگرچہ اپنے شواہد کے علاوہ مجسمہ بہت سی کتا بور کی ورق گردانی کرنی پڑی لیکن یہاں ان چند کتا بور کے نام تحریر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جن سے بطور خاص مدد لیگئے آسکتے ہیں یا جن کا اس تالیف میں حوالہ دیا گیا ہے۔

- ۱۔ اخبار مکہ۔ (عربی) مؤلفہ ابی الولید محمد عبد اللہ النازقی مطبوعہ جرمنی۔ یہ تیسری صدی ہجری کی تالیف ہے۔
- ۲۔ تاریخ مکہ۔ (عربی) مؤلفہ ابی عبد اللہ محمد بن اسحاق فاکہی مطبوعہ جرمنی۔ یہ بھی تیسری صدی ہجری کی تالیف ہے۔
- ۳۔ شفاء الغرام باخبار البیلا الحرام۔ (عربی) مؤلفہ تقی الدین بن محمد فاسی مطبوعہ جرمنی تالیف ۱۲۴۹ھ۔
- ۴۔ الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام۔ (عربی) مؤلفہ قطب الدین کی۔ تالیف ۱۲۵۹ھ مطبوعہ مصر۔
- ۵۔ جامع اللطیف۔ (عربی) مؤلفہ جمال الدین محمد بن چار اللہ (ابن ظہیر) تالیف ۱۲۹۹ھ مطبوعہ مصر۔
- ۶۔ مراۃ الکھمین۔ (عربی) تالیف ۱۳۲۵ھ مطبوعہ مصر۔ مؤلفہ جنرل ابراہیم رفعت پاشا۔ یہ دو ضخیم جلدوں میں با تصویر شائع ہوئی ہے۔ مجھے اس سے بہت مدد ملی بعض تصویریں بھی اس سے لی ہیں۔
- ۷۔ سفر نامہ محمد ابن جبیر۔ (عربی) تالیف ۱۲۵۹ھ ترجمہ اردو مطبوعہ رام پور۔
- ۸۔ سفر نامہ برکھارٹ۔ (انگریزی) تالیف ۱۸۱۴ء۔ یورپ کے مشہور سیاح عرب ابراہیم ابن عبد اللہ عرف برکھارٹ کا سفر نامہ حجاز۔ اس کا ترجمہ خاکسار شبیر نے اردو میں کیا ہے جس کی ایک جلد مطبع تاج حیدر آباد سے شائع ہوئی ہے۔
- ۹۔ ماؤژن امی چپ شی آئفر۔ (موجودہ مصری) (انگریزی) مؤلفہ اڈورڈ ولیم تالیف ۱۸۳۵ء۔
- ۱۰۔ سفر نامہ برٹن۔ (انگریزی) یورپ کے مشہور سیاح برٹن کا سفر نامہ حجاز۔ تالیف ۱۸۵۳ء۔

دیباچہ طبع ثانی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اس فقیر کی تاریخ غلاف کعبہ اب سے سات برس قبل ۱۹۲۳ء میں اولاً حیدر آباد کے مشہور ادبی رسالے لسان الملک میں شائع ہوئی تھی۔ رسالہ مذکور کے فاضل ایڈیٹر مولوی سید محمد رضا صاحب نے اس کے متعلق اُس وقت یہہ ریمارک کیا تھا۔

ہمارے قدیم کرم فرما مولوی علی شبیر صاحب ادبی دنیا میں کافی شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ اس سے کلیتہً بے نیاز ہیں کہ ہم ان کا تعارف ناظرین کرام سے کریں۔ آپ کے تاریخی مضامین بالغ نظری اور تلاش دور رس کا عمدہ نمونہ ہوتے ہیں۔ مندرجہ ذیل مضمون مولوی صاحب نے خاص لسان الملک کے لئے نہایت محنت و تلاش سے مرتب فرمائے تاریخی تحقیقات کی داد دی ہے اور اس کے لئے ہم مولوی صاحب کا دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔

جب یہ تالیف شائع ہوئی تو منہد وستان کے بعض دوسرے اہل علم نے بھی اظہار پسندیدگی فرما کر اس بے بضاعت کی ہمت افزائی فرمائی۔ حجاز میں بھی اس کی خاص شہرت ہو گئی یہاں تک کہ جلالتہ الملک سلطان عبدالعزیز ابن عبدالرحمن آل فیصل ابن سعود ملک الحجاز و نجد کے حکم سے اس کا ترجمہ عربی میں ہوا اور اس کا اقتباس اُس جلسے میں پڑھا گیا جو کہ مغلیہ میں غلاف کعبہ تیار رکھنے کی تقریب میں بتاریخ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۴۱ بمقام مکہ منعقد ہوا تھا۔

اگرچہ یہ کتاب پہلے بھی چشیت مجموعی مکمل سمجھی گئی تھی مگر گزشتہ سات سال میں غلاف کعبہ کی نسبت جو کچھ معلومات مجھے حاصل ہوئیں اور تاریخ غلاف کعبہ میں جو کچھ انقلابات ہوئے اُن کے لحاظ سے ضرورت اس کی تھی کہ اس پر نظر ثانی کر کے اس کو کامل تر بنا دیا جائے۔ الحمد للہ۔ خدا نے میرا یہ ارادہ بھی پورا کر دیا۔ اب یہ تالیف پہلے سے دو چند ضخیم ہو گئی۔ اس میں غلاف کعبہ و محل مصری کی ضروری تصویروں بھی شامل کر دی گئی ہیں۔ اس طرح مشتاقانِ جہال کعبہ کے لئے آنکھوں میں نور اور دل میں سرور پیدا کرنے کا سامان ہو گیا۔ یہ کتاب اپنی نوعیت میں اس مصنوع پر پہلی کتاب ہے۔ اس کے ملاحظہ کے بعد غلاف کعبہ کے متعلق کسی کتاب کے دیکھنے کی حاجت باقی نہیں رہ سکتی۔ اس کی صحت کی نسبت صرف اس قدر عرض کر دینا کافی ہے کہ اس میں وہی لکھا ہے جو کچھ میں نے ہے۔

الف۔ معتبر کتابوں میں پڑھا۔

ب۔ معتبر لوگوں سے سنا

ج۔ چشمِ عبرت سے دیکھا

میرا یہ اعتقاد ہے کہ مجھے اپنی ہر یقینیت کی نسبت خدا کو جواب دینا ہے۔ زیادہ حد ادیب۔

فقیر الی اللہ

شبیر

صدر تنظیم ہائیکورٹ حیدرآباد دکن

یکم ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ



حرم بیت اللہ میں حجاجوں کا ہجوم - کعبہ اپنے مہیاہ غلاف میں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سبب التوفیق

مکے میں وہ محل مصری کا منظر و لفریب
وہ غلاف پاک کعبہ پر ہجوم عاشقانِ فنیہ

ہر مسلمان کا دل طائر قبلہ نما کی طرح مکہ معظمہ و کعبہ معلّمہ کی جانب فطری طور پر مائل ہے۔ وہاں کے شجر و حجر میں ایک ایسی تقاطعیسی قوت موجود ہے جو ہمیشہ ہمارے قلوب کو جذب کرتی رہتی ہے۔ مسلمانوں کو ہوش سنبھالتے ہی جب وہ نماز سیکھ لیتے ہیں یا اس سے بھی قبل جب وہ اپنے بڑوں کو کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے دیکھتے ہیں کعبہ کے نام سے واقفیت اور کعبہ سے ایک خاص محبت ہو جاتی ہے اس گنہگار کے یہ اشعار جو کسی وقت غلبہ شوق میں زبان سے نکلے ہیں مسلمان اُن کو بالذکر آمیز ہرگز نہیں کہہ سکتے۔

سبزہ غلطاں مرے پاؤں میں بچھنے لگا } آرہے ہیں یادِ حوائجِ عرب یک روان
نکبت باد بہار می سے مراد دل بھر گیا } ہے مکہ ہر بادِ سموم اور عالمِ فصلِ خزان
دامنِ دل کھینچتے ہیں دشتِ بلحا کے بول } پنچہ خارِ مغیلاں میں پھنسا ہے دستِ دہان
حقیقت یہ ہے کہ مکہ ہمارا اصلی مرجع اور کعبہ ہمارا حقیقی مرکز ہے وہاں کی بجز زمین خشک پہاڑ اور بے آب و گیاہ گھاٹیوں میں ہم کو وہ دلکش منظر دکھائی دیتے ہیں جو دنیا کے خوشناترین ملکاتِ زرخیز ترین خطے اور شاداب ترین مقام میں نظر نہیں آتے۔ مکے کے درو و یوار بلکہ وہاں کا ایک کچھ

۱۔ یہ اس درویش کے قصیدہ اشتیاقِ حرمین کے اشعار ہیں جن کا مطلع یہ ہے۔
آئیں شرب سے دہیں ناجیوں کے کامدان بے رشک میرے دل میں کیا کیا لے رہے ہیں گیان

مشہور ہیں مگر یہ دونوں کتابیں بھی تقریباً نایاب ہیں اور سچے خاص کتب خانوں کے ہندوستان کے کسی کتب فروش کے ہاں نہیں ملتیں اگر یورپ والے اُن کو طبع نہ کرائے تو شاید یہ بھی عنقا ہو جائیں کیا محض جس ملک میں آٹھ کروڑ مسلمان رہتے ہوں وہاں اُن کے مقدس ترین شہر کے تاریخی حالات سے متعلق جامع ایک کتاب بھی نہیں ملتی اس تالیف کے چار برس بعد خدیو عباس علمی پاشا کا سفر نامہ حجاز کا اردو ترجمہ و اقتباس مولوی عبدالسلام صاحب ندوی نے تاریخ حرمین الشریفین کے نام سے شائع کیا ہے اگرچہ سفر حرمین الشریفین کے بہت سے سفر نامے اردو میں لکھے گئے ہیں مگر اُن سے مکہ معظمہ کے تاریخی حالات پر بہت کم روشنی پڑتی ہے۔

اس درویش کو زمانہ طفولیت سے مکہ معظمہ و بیت اللہ کے حالات معلوم کرنے کا ایک خاص شوق رہا ہے اور ایک نامعلوم کتب خانہ اس کے دل کو ہمیشہ کعبہ کی طرف متوجہ رہتی رہی ہے جس کا سبب علاوہ وجہ متذکرہ کے شاید یہ بھی ہو کہ

ہے حجازی خاک سے شبیر میری بھی سرشت : دل کو کیسے کیوں لٹا کے بولوں کی ہوا

میں نے اسی شوق تحقیقات کے دوران میں غلات کعبہ کے متعلق تفصیلی حالات و واقعات گزشتہ و حالیہ معلوم کرنے چاہئے مگر عربی فارسی اردو انگریزی کی کوئی کتاب ایسی نظر سے نہیں گذری جس میں سیر سیری ہو جاتی البتہ مختلف ذرائع و تاریخ و سفر نامہ جات اور دیگر علوم و فنون کی تقریباً ایک کتابوں کی الٹ پلٹ کے بعد غلات کعبہ کے متعلق مجھے اس قدر حالات معلوم ہو گئے کہ اُن کو اگر ایک جگہ کر دیا جائے تو مشناقانِ حریم کعبہ کے لئے باعث تفریح ہو سکتے ہیں چنانچہ اسی خیال سے اُن کو مرتب کر دیا گیا یہ ظاہر یہ چھوٹی سی تالیف ایک معمولی مضمون کی حیثیت رکھتی ہے مگر اس کی تیاری میں مجھ کو محنت شاقہ اٹھانی پڑی بعض اوقات پان پان سو صفحے کی کتابوں کے مطالعہ کے بعد کچھ بھی حاصل نہیں ہوا یا کوئی ایک آدھ بات مفید مطلب ہاتھ آئی جو کوہِ کندی کاہِ برآوردن کا مصداق تھی

لے یہ اس درویش کی ایک غزل کا قطع ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

ہے کہاں بطنِ عقیق اور وہ بولوں کی ہوا : چلے دانِ بنگین بڑھائیں کہاں جو بولوں کی ہوا۔

بطنِ عقیق مدینہ منورہ سے دو کوس جنوب مغرب کی طرف لکے کی سرک پر واقع ہے یہ مقام بہت لکڑی پر فضا ہے احادیث میں اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے آنحضرتؐ اس کو مادی مبارک فرمایا ہے آپؐ اکثر ہوا خوری کیلئے یہاں تشریف لایا کرتے تھے بعض شہر کے عرب نے اس ادی کی تعریف میں شعر لکھے ہیں۔

سب سے زیادہ مایوسی مجھے ہندوستان کے اُن نامور سیاحوں کے سفر نامے دیکھ کر ہوئی جنہوں نے ہندوستان کا سفر کیا مگر غلاف کعبہ کی تیاری اور روانگی اور جلوس کسوتہ کعبہ و جلوس محل مصری کے متعلق ایک نکتہ بنی نہیں لکھا حالانکہ یہ دونوں جلوس مصر کے بڑے میلے اور دینی و دنیوی تقاریب ہیں۔ مجھے امید تھی کہ ان کتابوں میں یہ مفید مطلب بہت سے مضامین ہاتھ آجائیں گے مگر

تشنہ بودم ز دم تیغ تو آیم داد ند صیغہ و ز جواب لب لعل تو جو اپنے داد ند سے غلاف کعبہ کی گزشتہ تاریخ کے متعلق مجھے سب سے زیادہ مدد داری کی اخبار مکہ اور قطیف المدینہ کی تاریخ الاماکن علی موجودہ حالات برکھارٹ اور برٹن کے انگریزی سفر ناموں اور ولیم اوڈ اور ڈالین کی انگریزی کتاب موجودہ مصری سے کسی قدر وساحت کے ساتھ معلوم ہو سکے مسلمان سیاحاں تیار نہ اپنے سفر ناموں میں عموماً کوتاہی کو کام فرما کر کسوتہ کعبہ کے ضمن میں دو چار سطر یا صفحے دو صفحے پر اکتفا کیے ہیں بعض نے کچھ بھی نہ لکھا تاہم جن بزرگواروں کے سفر ناموں سے میں نے کچھ اخذ کیا اُن میں قابل ذکر سفر نامہ سائنس سر سفر نامہ ابن بطوطہ سفر نامہ ابن حبیبیر۔ حاجی عبد الرحیم صاحب عہدہ دارمحکمہ بندوبست بنگلور کا سفر نامہ عربین الشریفین اور ڈاکٹر حاجی نور حسین صاحب صابر کا سفر نامہ فیق الحجاج ہے۔ میں نے اس تالیف میں ختمی الامکان ہر ایک واقعہ نہایت تحقیق سے لکھا ہے پھر بھی اگر کوئی سہو یا غلطی ہو تو ناظرین کرام براہ مہربانی مجھے اس سے مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کر دی جائے۔ صاحبان علم اور حاجیاں بیت اللہ سے میری استدعا ہے کہ غلاف کعبہ کی نسبت اگر ان کو کوئی ایسے حالات معلوم ہوں جو اس مضمون میں درج کرنے سے رہ گئے ہیں تو ازراہ الطواف بزرگانہ اُن سے آگاہی بخشیں تاکہ بحوالہ نام نامی آئندہ تحریر کر دیے جائیں۔

خادم کعبہ

رجب ۱۴۲۲ ہجری

۱۔ سفر نامہ مولوی علی نعمانی سفر نامہ خواجہ غلام نقیٹین مرحوم سفر نامہ حافظ عبد الرحمن الشری سفر نامہ مولوی حاجی عبد الرحیم بنگلوری سفر نامہ مولوی خواجہ حسن نظامی وغیرہ وغیرہ۔ ۲۔ ابوالہجیم ابن عبد اللہ عرف جان لوٹس برکھارٹ جیسے اہل یورپ عربی سیاحوں کا بادشاہ کہتے ہیں سوٹر لینڈ کا باشندہ تھا اس نے یزید و شام و تیار کا سفر کیا ہے اور ہر جگہ کے حالات نہایت تفصیل سے لکھے ہیں ۳۔ مسلمانوں کا ہمیں بنا کر جاز گیا اور یہاں کے حالات بہت ہی شہرہ لیٹ سے درج کئے اس کا سفر نامہ جاز سوائس ۱۸۱۳ء میں دو جلدوں میں انگریزی میں شائع ہوا تھا جس کا اردو ترجمہ ۱۹۲۴ء ورویش نے کیا ہے جو تاج پریس حیدرآباد میں طبع ہو چکا ہے برکھارٹ کی تصنیفات میں کتاب جیوں اوڈو ہر جگہ حالات بھی بہت شہور ہیں۔ ۴۔ سیکلین سرفرڈرک رچارڈ برٹن جو عبد اللہ ناں کے نام سے مشہور ہیں جاز گیا اس کا سفر نامہ ترجمہ بلڈن شائع ہوا ہے اس نے عربین الشریفین کے حالات بڑے تفصیل سے لکھے ہیں ۵۔ ولیم اوڈ اور ڈالین نے کئی جزیں نامہ میں ریکارڈل مسر کے رسم و رواج و معاشرت پر ایک کتاب انگریزی میں مولڈرن انچیشیز (موجودہ مصری) کے عنوان سے ۱۸۲۵ء میں شائع کی ہے۔

بَابِ اَوَّلُ

غِلَاظِ كَعْبَةِ

فَضْلِ اَوَّلُ

زَمَانَةُ جَاهِلِيَّتِ كَعْبَةِ غِلَاظِ

(۱) غِلَاظِ كَعْبَةِ اِيْبَادِ

عبادت و معاشرت کے متعلق بہت سی رسمیں مختلف ملکوں کے مختلف مذاہب میں اس قدر ملتی جلتی ہیں کہ ان کے موجد کا پتہ لگانا سخت دشوار ہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جس زمانہ میں حضرت آدم کا مختصر کنبہ کسی ایک ہی مقام پر رہتا تھا اس وقت جو رسمیں رائج ہو گئیں وہ اس کے منتشر و متفرق ہو جانے کے بعد بھی اولاد آدم کے ساتھ ساتھ نہاروں کو اس کے فاصلہ پر پہنچ گئیں مثلاً جانوروں کی قربانی کی رسم دنیا کے تمام سچے اور جھوٹے مذاہب اور مہذب و غیر مہذب قوم سب میں پائی جاتی ہے۔ قبروں پر غِلَاظ ڈالنے کا دستور بھی اسی قبیل سے معلوم ہوتا ہے۔ مصر کے بہت پرست اہرام مصری کو جو شاہان مصر کی قبریں ہیں سر سے پاؤں تک چمکتی جھلکتی بنتی طلسم

۱۔ یہ مصر کے قدیم مینار ہیں جن کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ پانچ ہزار سال قبل تعمیر ہوئے تھے ان کا شمار دنیا کے عجائبات میں ہے۔ یہ مصر کے قدیم بادشاہوں کے مقبرے ہیں جن کی لاشیں مسالا لگا کر ان میں محفوظ کی گئی تھیں بہت سے اہرام کھنڈر ان کی لاشیں لندن و پیرس و ٹنٹنلینہ کے عجائب خانوں میں پہنچادی گئیں ہیں (بقیہ سلسلہ حاشیہ صفحہ ۶ پر)

اُڑایا کرتے تھے۔ یہودیوں کی قبروں پر غلاف ڈالنے کا دستور بھی سالہائے دراز سے چلا آ رہا ہے
مولانا ریم کے اس شعر میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

اُڑیرون چوں گور کا فریرِ حِل
وزِ درونِ تہر خدا کے عز وِ حِل

کعبہ زمانہ قدیم میں مختلف اہل مذاہب کا عبادت گاہ رہا ہے۔ یہودی، بت پرست، سابی، پارسی اور
موجود سب آستانہ کعبہ پر چھین عقیدت رکھتے تھے۔ منتین مانتے تھے اور نذیرین چڑھتے تھے اس لئے
اس بات کا پتہ لگانا دشوار ہے کہ غلاف کعبہ کی ایجاد کا سہرا کس کے سر ہے۔ تاریخ جامع اللطیف
میں ہے کہ سب سے پہلے حضرت اسماعیل نے کعبہ پر غلاف ڈالا تھا۔ اگر یہ روایت صحیح ہے تو غلاف کعبہ

بقیہ جانہ صفحہ (۵) اب صرف (۷) ابراہیم رہ گئے ہیں شیلٹ مخزومی کی شکل میں تیسرے کئے گئے ہیں۔ سب سے بڑے ابراہیم کا ہر ضلع چوکے قریب
(۷۴۶) فٹ ہے جو بتدیج اوپر کی جانب گھٹتا چلا گیا ہے۔ اس کی بلندی (۴۵۱) فٹ ہے اس کی (۲۰۶) انچ لیں ہیں۔ لوگ اس کے اوپر
تک پہنچ سکتے ہیں۔ ان میناروں میں ہزار ہزار سن کے پتھر ایسی صفائی سے جوڑے گئے ہیں کہ ان کے جوڑ میں سوئی ٹانگ نہیں دھنل
ہو سکتی۔ ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم میں عربوں کو فنیہ و تہذیب میں یدِ لونی حاصل تھا ان میناروں پر کچھ کتبے بھی ہیں
اور بعض کے نیچے تہ خانے ہیں جو شمل کی مدد سے دیکھے جاسکتے ہیں یہ ابراہیم قابر سے کوئی دس میل کے فاصلہ پر واقع ہیں اور بذریعہ
ٹرکس ان کو دیکھنے کے لئے سیکڑوں سیاح روزانہ آتے جاتے ہیں۔

سے بعض لوگ ان کو خدا پرست کہتے ہیں۔ بعض ستارہ پرست۔ حضرت یحییٰ کی تعلیم کے خیال سے بعض ان کو حضرت یحییٰ کی
امت کہتے ہیں۔ مگر ان کے عمل سے زیادہ تر ان کا ستارہ پرست ہونا ثابت ہوتا ہے۔ قرآن شریف میں بھی ان کا ذکر
آجائے جس سے اس کا پتہ لگتا ہے کہ یہ کہ لوگ خدا اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس زمانہ میں یہ لوگ عراق عرب میں
پائے جاتے ہیں۔ بہت سے صابی بغداد میں سکونت رکھتے ہیں اور زرگری کا پیشہ کرتے ہیں یہ لوگ اپنے عقائد کو بے مد
چھپاتے ہیں۔ ان کی عبادت کے خاص دن مقرر ہیں اور دریا، بے دجلہ کے کنارے عارضی عبادت گاہیں بنا کر پیش
کرتے ہیں۔ بہر حال یہی ان کا مذہب عیسائیت، ستارہ پرستی اور توحید کا مجموعہ ہے۔ میں نے ان کے حالات
میں ایک بڑا مضمون لکھا ہے جو سن ۱۹ء میں حیدرآباد کے مشہور ادبی رسالہ افسر میں ”ایک ستارہ پرست قوم“ کے
نام سے شایع ہوا تھا۔

موجد محض ایک موجد ہی نہیں بلکہ ایک پیغمبر ہے مگر اس کے ساتھ یہ امر تشہر رہتا ہے کہ آیا اس سے قبل بھی عبادت گاہوں پر غلاف ڈالے جاتے تھے یا نہیں کہے پر سب سے پہلے غلاف ڈالنے والا عام طور پر یمن کا بادشاہ تیج اسعد حمیری تسلیم کیا جاتا ہے جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے۔ یہ یہودی مذہب کے کھتا تھا بعض روایات سے اس کا موجد ہونا بھی ثابت ہے۔ بعض نے اس کو ستارہ پرست یعنی صابئی خیال کیا ہے۔ اس کا مذہب کچھ بھی ہو مگر یہ سوال باقی رہتا ہے کہ آیا یہ پہلا غلاف تھا جو غلام گھریہ ڈالا گیا یا اس سے پیشتر بھی عبادت خانوں اور بیت خانوں پر غلاف ڈالے جایا کرتے تھے۔

(۲) غلاف پہنائی کی غرض

کہے پر غلاف ڈالنے کی غرض یہ ظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب کوئی نفیس چیز یا کوئی تبرک انسان کے ہاتھ لگ جاتا ہے تو وہ اسے سات پردوں میں اس طرح چھپا کر رکھتا ہے کہ ہوا نہ لگے۔ یہی وجہ ہے کہ تبرکات اور خوشنما چیزوں کو گرد و غبار سے محفوظ رکھنے کے لئے طرح طرح کے صندوقچوں، غلافوں اور کیسوں میں رکھا جاتا ہے۔ بیت اللہ کو بھی جو ایک زبردست واجب التعظیم عبادت گاہ تھی غالباً خارجی اثرات ہوا، خاک، پانی، دھوپ وغیرہ سے بچانے کے لئے اور ظاہری ازیب و زینت کے واسطے غلاف لباس یا کسوۃ پہناتے تھے۔ اس بات کا ہم کو پتہ نہیں لگا کہ زمانہ جاہلیت کے بت پرست عرب کہے کو بت یا ایسی جاندار شے تصور کرتے ہوں جس کو انسان کی طرح لباس کی ضرورت ہوتی ہے۔

(۳) زمانہ جاہلیت میں کعبہ کا غلاف

مقریزی کہتا ہے کہ ابتداءً کعبے کا لباس ٹاٹ اور چمڑے کا بنایا جاتا تھا۔ اسعد حمیری اور

سہ تیج شامان یمن کا لقب تھا۔ حمیرین سے متصل ایک علاقے کا نام ہے جو بادشاہ یمن و حمیر پر مکران ہوتا تھا اس کو تیج کہتے تھے۔ تیج کے لغوی معنی پیر و عاکر لے والوں کے ہیں اور یہ جمع تالچ کی ہے:

۱۵ ابتدائی زمانہ میں انسانوں کا لباس بھی چمڑے کا ہوا کرتا تھا۔ توریت میں ہے کہ حضرت آدم کو سب سے پہلا لباس انجیر کے پتوں کا دیا گیا تھا۔ اس کے بعد چمڑے کا لباس عنایت ہوا۔

دوسرے شاہانِ مین کے غلافوں کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے جو عموماً موٹے کپڑے کے ہوتے تھے اُن کو ٹاٹ بنو کر کیا جاسکتا ہے چپڑے کا غلاف بھی ہوتا تھا قلب الدین تاجیک مکہ میں لکھتے ہیں کہ قبل ظہور سرورِ عالم اطراف و جوانب کے امرا کعبے کو بردیمانی اور منط کے جو ایک نفیس کپڑا ہوتا تھا غلاف اڑھایا کرتے تھے اور مختلف قسم کے ہڈیے اور تحفے کعبے کے لئے بھیجا کرتے تھے جن میں غلاف کعبہ بھی ہوا کرتا تھا۔ ازرتی کہتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں کعبے کو مختلف قسم کے کپڑوں کا لباس پہناتے تھے اور قربانی کے جانوروں پر کملوں، چادروں اور مین کے کپڑوں کی جھولیں ڈالتے تھے جو کعبے پر چڑھا دی جاتی تھیں اور اُن کے علاوہ اور بھی ریشمی اور اونی کپڑے ہڈیے کے طور پر بھیجتے تھے جو کعبے پر لٹکا دیے جاتے تھے اور اس کے بعد جو بیچ رہتے تھے وہ کعبے کے خزانہ میں رکھ چھوڑتے تھے جب لباس کعبہ میں کوئی چیز پرانی ہو جاتی تھی یا پھل، باقی تھی تو اس کی جگہ پیوند لگا دیتے تھے مگر اُن پھٹی پرانی چیزوں میں سے کوئی چیز ملحدہ نہیں کرتے تھے۔ قریش مکہ سبز و زرد خرز کا شتاق کا چپڑے کا مین کی باریدار چادروں کا جن کو جرات کہتے تھے اور گل کی قسم کے ایک کپڑے کا جسے مارق العراقیہ کھا کرتے تھے اور نماط کا جو تو شکین بنانے کے کام آتا تھا غلاف اڑھایا کرتے تھے۔ اس زمانہ کے کپڑوں کے جو نام بتائے گئے ہیں اُن سے ظاہر ہے کہ وہ عموماً موٹے ہو کرتے تھے اور کعبے کے غلاف کے لئے موٹا کپڑا ہی موزون ہو سکتا ہے۔ باریک کپڑا ہوا اور مین کی وجہ سے ٹک نہیں سکتا۔

ابوالفرج اصفہانی کتاب اغانی میں لکھتا ہے کہ زانہ جاہلیت میں قریش چندہ کے سال میں ایک بار کعبے کو پوشش پہناتے تھے اور یہ طریقہ قصی کے زمانہ سے چلا آ رہا تھا یہاں تک کہ بحیرن ابو جحہ جسے تجارت سے بہت دولت پیدا کر لی تھی ایک سال وہ اور ایک سال قریش غلاف پہناتے لگے۔

۱۰۰ خز ایک قسم کا ریشمی کپڑا ہے ۱۰۰ شتاق جمع ہے شتقہ کی ایک قسم کا باریک کپڑا ہوتا تھا ۱۰۰ جرات جمع ہے جر کی ۱۰۰ نماط جمع ہے منط کی ۱۰۰ قصی بن کلاب کے کا بادشاہ اور کعبے کا متولی تھا قصی کے معنی وطن سے چھڑے ہوئے ہیں بحیرن بن یغمر سے نکل گیا تھا اس وجہ سے اس کا یہ نام پڑ گیا۔ اپنے باپ کے مرنے کے بعد جب وہ کوہِ نیاؤ اس کی قوم نے اس کو پہچان کر بڑی عزت کی۔ اس نے کلید بردار کعبہ سے خانہ کعبہ کی کنبی شکیزہ شراب کے برے میں حاصل کی تھی اس طرح کعبے کا متولی ہو گیا۔ اور سکے کا بادشاہ بن گیا حضرت ابراہیم کی تعمیر کے بعد تیسری مرتبہ خانہ کعبہ کی تعمیر اسی نے کی تھی۔

اسی وجہ سے قریش اس کو العدل کہنے لگے تھے یعنی غلاف پہناتے میں وہ اکیلا تمام قریش کی برابری کیا کرتا تھا۔ آنحضرت صلعم نے اس کا نام اس کی صفات کی مناسبت سے عبداللہ رکھا تھا۔ اور اس کی اولاد بنو العدل کہلانے لگی تھی۔ قریش اپنے غلاف میں عطر بھی لگایا کرتے تھے۔

(۴) کعبے کو سب سے پہلے کس نے غلاف پہنایا

جابر انصاری کہتے ہیں کہ کعبہ تیار کر چکنے کے بعد حضرت اسماعیل نے غلاف ڈالا اور یہ سب سے پہلا غلاف تھا جو کعبے پر ڈالا گیا۔ (جامع اللطیف صفحہ ۱۰۵) لیکن عام طور پر مورخین مکہ میں روایت پیش کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ سب سے پہلے بنی شمس نے کعبہ پر غلاف ڈالا اور اس کے دروازہ کے کواڑ اور قفل کھینچی بنوالمی وہ بن کا باوشاہ تبع ابو کرب اسعد حمیری تھا۔ اس نے خواب دیکھا تھا کہ وہ کعبے کو غلاف پہناتا ہے۔ اس خواب کی تعبیر پر وہ غلاف لیکر مکہ پہونچا۔ مگر جب اہل مکہ اس کے استقبال کے لئے نہ گئے اور اس کی تعلیم نہ کی تو اس نے یہ خیال کر کے کہ مکہ والوں کا سارا غرور اس کعبے کی وجہ سے اس کو ڈھادینا چاہئے۔ چنانچہ اس نے کعبے کو ہمار کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن اس اثناء میں وہ ایسا سخت بیمار ہو گیا کہ طبیب اس کے علاج سے عاجز آگئے۔ آخر کسی پیر جہان دیدہ نے یا بقول ازرتی بن اہل کتاب نے جو اس کے ساتھ تھے اے آگاہ کیا کہ تیری بیماری کا اصلی سبب تیری وہ نیت ہے جو کعبے کو ڈھادینے کے لئے تو نے کی ہے اگر تو اس ارادے سے باز آ جائے تو تیری بیماری فوج ہو جائی گی جب اسعد نے اپنے خیال سے توبہ کی وہ اچھا ہو گیا اور کعبے کو بیش قیمت لباس پہنایا۔ یہ واقعہ ہجرت ۳۲ھ میں ہوا۔ دو سو سو بارے میں اس بارے میں اسعد حمیری کے حسب ذیل اشارہ لکھے ہیں:-

اللہ لواء معصدا و برودا
وجعلنا لبابہ اقلید
وسجدنا عند المقام سجودا
ورفعنا لواءنا معقودا

وكونا البیت الذی حرم
واقمننا من الشہر عشر
ثم طفنا البیت سبعاً
وغربنا منه نوافم سہلاً

مطلب ان اشعار کا یہ ہے کہ ہم نے اس مکان کو جسے اللہ تعالیٰ نے بزرگی دی ہے پینٹ کا لباس پہنایا اور چادرین اڑھائیں۔ ہم یہاں دس روز مقیم رہے اور ہم نے اس کے دروازے کیلئے کنبی بنائی۔ پھر ہم نے بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پاس سجدہ کیا۔ ہم ہسپتال ستارے کو اپنا رہنما بنا کر یہاں سے روانہ ہوئے اور اپنے جہیز کے کو ہم نے لپٹا ہوا بلند کیا۔

مولوی عبدالسلام صاحب ندوی نے بھی اپنی کتاب تیغ عربین میں جو عباس طلی پاشا خدیو مصر کے سفر نامہ حجاز کا ترجمہ ہے اشعار مذکورہ قوڑے سے رد و بدل کے ساتھ لکھے ہیں۔ مثلاً دوسرے شعر کے دوسرے مصرعوں ”لبابہ“ کی بجائے انہوں نے ”لبا“ تحریر فرمایا ہے اور اس مصرعہ کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ ”ہم نے اپنے واسطے اس کے لئے کنبی بنائی“ اس فقیر کے خیال میں اس جگہ ”لبابہ“ زیادہ مناسب جس کے اعتبار سے ترجمہ یہ ہو گا کہ ”ہم نے اس کے دروازے کے لئے کنبی بنائی“۔

تاریخوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسد جمیری اور اس کے جانشین سال کے سال کہنے کو غلاف اڑھاتے رہے اور اس مقصد کے لئے کنبی، حنیف، معافر، ملا، وصال، عصب، مسوح، الطاع، بردو، وغیرہ کپڑے استعمال کرتے رہے۔

ازرقی نے اسد جمیری کے ہمراہیوں کو اہل کتاب لکھا ہے اور بعض دوسرے مورخ کہتے ہیں کہ میں کے بادشاہوں میں سب سے پہلے اسد جمیری نے یہودی مذہب اختیار کیا تھا اس لحاظ سے قیاس ہوتا ہے کہ اسد بھی یہودی تھا اس کے ساتھ ازرقی کا بیان ہے کہ اسد جمیری کو بُرا کہنے کی حدیث میں ممانعت آئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ موصد تھا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا تھا جیسا کہ اس کے پہلے شعر سے ظاہر ہے مگر جار اللہ کہتے ہیں کہ آخر شعر اس کے ستارہ پرست ہونے پر دلالت کرتا ہے اس فقیر کے خیال میں وہ شعر اس کی ستارہ پرستی کا کافی ثبوت نہیں ہے۔ عرب اب تک ستاروں کے شمارے رستہ چلتے ہیں اور قطب نما کا کام وہ ستاروں ہی سے لیتے ہیں پس اسد جمیری نے ہسپتال ستارے کو جو اپنا امام کہا ہے اس سے مراد رہنما یا رستہ بتانے والا ہے۔

۱۔ سونا کپڑا ۲۔ مرنج صاف کا بنا ہوا کپڑا ۳۔ باریک کپڑا۔ ۴۔ حید کی جمع یعنی مین کا دہری دار مرنج کپڑا ۵۔ مین کارنگین کپڑا ۶۔ مسک کی جمع ہے۔ ۷۔ بانوں کا سونا کپڑا ۸۔ نعل کی جمع ہے۔ ۹۔ چڑے کا لباس ۱۰۔

۱۱۔ دو جمع ہے بردو کی۔ دہری دار چادرین ۱۲۔

(۵) زمانہ جاہلیت میں نذر کے غلاف

جاہلیت بلکہ آغاز اسلام میں بھی کعبے کو پورا لباس پہنانے کے علاوہ بعض اشخاص نذریں مانکر قربانی کے جانوروں کی جہولین بھی کعبے پر ڈالا کرتے تھے اور چمڑے کے لباس یعنی پوستوں اور تکیوں وغیرہ سے بھی کعبے کو آراستہ کیا کرتے تھے۔ تاریخ ازرتی میں عمرو بن الحکم السہمی سے مروی ہے کہ اُس کی ماں نے نذرانی تھی کہ وہ بیت اللہ کے نزدیک ایک اونٹ کی قربانی کریگی اور اس اونٹ کو بمیسر کے بالوں کے کپڑے اور اونٹ کے بالوں کے کپڑے کے دو ٹکڑوں سے سجائیگی چنانچہ اس نے اونٹ ذبح کیا اور اس کی جہول کے دو ٹکڑے کعبے پر ڈالے اس روز آنحضرت صلعم کے میں تشریف فرما تھے ابھی ہجرت نہیں فرمائی تھی راوی کہتا ہے کہ اس نے اسی روز کعبے کو دیکھا کہ اُس پر مختلف قسم کے کپڑوں کے ٹکڑے چرمی بیچھوئے اور بی لباس اور تکیے موجود تھے۔

(۶) زمانہ جاہلیت میں غلاف والے کی تاریخ

ازرتی کہتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں کعبے کو عاشورے کے دن غلاف پہنایا کرتے تھے یعنی مکہ منظمہ سے حاجیوں کے چلے جانے کے بعد تا کہ حاجی نئے غلاف کو چھو کر اور چوم کر خراب نہ کریں جب بنی ہاشم کعبے کے متولی ہوئے تو آہٹہ ڈیج کو کعبے پر دیبا کی قمیص اور عاشورے کے دن ازار لٹکا گئے غلاف کا اوپر کا حصہ قمیص کہلاتا ہے اور نیچے کا حصہ ازار۔ ازرتی نے ایک حدیث بھی بیان کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عاشورہ کے دن اعمال بلند کئے جاتے ہیں۔ کعبے پر غلاف ڈالا جاتا ہے اس دن کار و زہ اگرچہ فرض نہیں ہے مگر جو چاہے روزہ رکھ سکتا ہے۔

سنہ حجاز میں اب بھی تیکے بطور آرائش و زیبائش استعمال کئے جاتے ہیں ایک اوسط درجہ کے حجازی کے دیوان خانے میں جگہ جگہ تیکے لٹکے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ جو لوگ دیوار سے لٹکا لگا کر بیٹھتے ہیں ان کے علاوہ بیچ میں بیٹھنے والوں کے لئے بھی ادھر ادھر کی کئی تیکے چھوٹے بڑے، دبیز، پتلے رکھے رہتے ہیں:

(۷) زمانہ جاہلیت کے کہنہ غلاف

زمانہ جاہلیت میں عرب کبے کے غلافون کو اتارتے بھی نہ تھے پہٹی پرانی کسوٹیں بھی نئی کسوٹوں کے ساتھ لٹکی رہا کرتی تھیں۔ مگر ہم کو اس بات کا پتہ نہ لگا کہ آخر ان پرانے غلافون کا کیا حشر ہوا کرتا تھا۔ ممکن ہے یہ وہ بھیاں ہوا ہیں اڑتی اور مینہ کے پانی میں بہتی پھرتی ہوں یا غفلت و قلامیچ عرب ان کو بھی اپنی تن پوشی کے کام میں لے آتے ہوں۔

(۸) زمانہ قریش میں غلاف کی آتشزدگی

آنحضرت کے جد امجد حضرت عبد المطلب کے زمانہ تولیت میں ایک عورت غلاف کعبہ کو عود کی دھوئی دے رہی تھی جس سے غلاف کعبہ جل گیا اور اس سے کبے کی دیواروں اور چہیت کو بھی نقصان پہنچا۔ قریش نے چندہ کر کے کعبہ تعمیر کیا اس تعمیر میں آنحضرت بھی شریک تھے اور حجر اسود کے نصب کرنے کے متعلق مختلف قبائل میں جو فساد اس وقت برپا ہوا تھا وہ آنحضرت کے مکہ نامہ فیصلہ ہی سے فرو ہوا تھا۔ اس وقت آنحضرت کا سن مبارک بہ اختلاف روایت پندرہ یا پچیس سال کا تھا۔
(توضیحا ملاحظہ ہو اس فقر کی کتاب تاریخ حجر اسود)

دوسری فصل

آغاز اسلام میں غلاف کعبہ

(۱) اسلام نے غلاف کعبہ کو کیوں جائز رکھا

اگر غلاف کعبہ کا موجد حضرت اسماعیل یا ایک موجد یہودی تبع اسد میری بادشاہین کو تسلیم کیا جائے تو یہ رسم مشرکانہ تصور نہیں کی جاسکتی۔ اگر اس کا موجد عرب کے بت پرستوں کو تصور کیا جائے تو بھی اس میں کسی قسم کا شرک مضمر نہیں ہے۔ کعبہ کو عرب کے بت پرست بھی بت نہیں سمجھتے تھے اسلام سے پیشتر بھی دین ابراہیمی کے اصول سے کعبے کی تعلیم کی جاتی تھی جو توحید پر مبنی تھی مگر امتداد زمانہ کے باعث مناسک حج کے ساتھ کفر و شرک کی ریسین بھی مل گئی تھیں۔ کعبے میں ایک طوفان بے تمیزی برپا ہونے لگا تھا۔

جب آفتاب رسالت چمکا۔ کعبے کے بت و عبادے گئے اور درود و یار سے صدا اے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سُبْحَانَ عَمَّا يُشْرِكُونَ سنائی دینے لگی تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفر کی ان تمام رسموں کو جو مخرب اخلاق تھیں یا جن سے ایمان میں خلل آتا تھا قلع قمع کر دیا اور صرف ایسی رسموں کو جن سے مذہب و اخلاق پر کوئی بُرا اثر نہیں پڑتا تھا بدستور قائم رکھا۔ چنانچہ غلاف کعبہ یا کسوت کعبہ بھی انہیں رسموں میں سے ہے جو اگرچہ زمانہ جاہلیت کے عربوں میں بھی رائج تھی مگر جائز و مباح سمجھی گئی۔ چونکہ کعبہ مکہ سب سے پہلا عبادت خانہ ہے جو خدا کے واحد کی عبادت کے لئے زمین کے پردہ پر بنایا گیا ہے اس لئے بانی اسلام نے بھی آرائش و زیبائش کے واسطے صرف کعبے ہی پر غلاف ڈالنے کو جائز قرار دیا۔ کسی دوسری مسجد یاں تک کہ اپنی مسجد واقع مدینہ منورہ کے لئے بھی

اس کو مناسب نہ سمجھا۔

یہ ملحوظ رہے کہ غلاف پہنانے سے نہ کعبہ کی پیش مقصود ہے اور نہ غلاف کی اور مسلمانانِ بر
غلاف کعبہ کو تبرک سمجھ کر آنکھوں سے لگاتے ہیں اس سے دراصل رتبہ کعبہ کی تعلیم مقصود ہوتی ہے غلاف
کعبہ کو عزیز سمجھنا حقیقت میں خدا سے محبت کرنا ہے۔ غلاف کو حاجت روا خیال نہیں کیا جاتا اور نہ اس کے
ریشم کی چمکت یا اس کے سنہری کام کی وجہ سے اس کو چومنے کے قابل سمجھتے ہیں۔

جائے کعبہ را کہ می بوسند ۛ او نہ از کرم پیلہ نامی شد
با عزیزے نشست روز چند ۛ لاجرم بچو او گرامی شد
اس بارے میں علما کا یہ فتویٰ ہے کہ:

ثم هذا التعليل الكعبه والتحسينها - فالاول كفر على مذهب الاسلام والثاني

امر لا باس فيه:

یعنی یہ دیکھنا چاہئے کہ کعبے پر غلاف کس نیت سے ڈالا جاتا ہے آیا کعبے کی پیش کے لئے یا اس کی
آرائش کے لئے؟ اگر عبادت و پیش کی نیت سے ڈالا جاتا ہے تو مذہبِ اسلام کی رو سے کفر ہے
اور اگر زینت کے واسطے کعبے کو غلاف پہناتے ہیں تو اس میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ پس یہ ہر مسلمان
جانتا ہے کہ کعبے کو لباس پہنانا محض اس کی زینت و آرائش کے خیال سے ہے نہ کہ اس کی
عبادت کے واسطے۔

(۲) غلاف کعبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام میں

عام مورخ یہ کہتے ہیں کہ ۱۰ ہجری میں جب مکہ معظمہ فتح ہو گیا اور خانہ کعبہ بلا شرکت
غیر مسلمانون کا معبرہ گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبے پر یمن کے دہلیدار باریک کپڑے کا جسے برہ
کہتے تھے غلاف ڈالا۔ سرسید احمد خاں مرحوم کو اس روایت سے اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں:

اگر چہ کتابوں میں روایتیں ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ان کے بعد انوکھ سیرت
و عرفان نے کعبے پر غلاف پڑایا مگر ہم کو جہاں تک شبہ ہے وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے

فضل کی نسبت شیعہ ہے کیونکہ جو روایتیں اس باب میں ہیں وہ درجہ ثبوت کو نہیں پہنچیں باین جہ
اُن کے تسلیم کر لینے میں کچھ زیادہ بحث نہیں ہے۔“

خطبات احمدیہ مطبوعہ دہلی پریس امرتسر اپ ص ۵۳۹

آنحضرت صلعم کے زمانہ میں حسب دستور قدیم عاشورہ کے دن غلاف ڈالا کرتے تھے۔

۱۳) خلفائے راشدین کے زمانہ میں غلاف

حضرت ابو بکرؓ نے بھی بیت المال سے جرمیانی کا غلاف چڑھایا تھا حضرت عمرؓ اپنے عہد
خلافت میں موضع قبلیہ واقع مصر کے بنے ہوئے سن کے کپڑے کا جسے قبلی کہتے تھے غلاف ڈالنے لگے۔
حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں سال میں دو بار کعبہ پر غلاف ڈالا جاتا تھا، ایک مرتبہ جاز
میں اور ایک مرتبہ گرمی میں گرمیوں میں عہد سن کے کپڑے کا جوڑا چڑھایا جاتا تھا اور جازوں میں
دو سیاہی قمیص معہ ایک ازار اور برقع کے پہنائی جاتی تھی۔ غلاف کعبہ کا بالائی حصہ قمیص کہلاتا ہے
اور نیچے کا حصہ ازار۔ باب کعبہ کے پردے کو برقع کہتے ہیں۔ ان کی تفصیل آگے آئیگی۔

حضرت عمرؓ ہر سال ایک نیا غلاف ڈال کر پرانا غلاف حاجیوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے حضرت
عثمانؓ نے بھی کچھ دن تک یہی عمل جاری رکھا لیکن ایک مرتبہ غلاف کعبہ کا ٹکڑا کسی ناپاک عورت کے
پاس دیکھ کر اس خیال سے کہ ہر کس و ناکس کو غلاف تقسیم کر دینے سے غلاف کی بے حرستی ہوتی ہے
غلاف کے دفن کر دینے کا حکم دیا لیکن ام المومنین حضرت عائشہؓ کے اس فتویٰ پر کہ۔

”غلاف جب کعبہ سے علیحدہ کر دیا گیا تو ہر پاک و ناپاک اس کو چھو سکتا ہے اور دفن کر دینے سے

بہتر یہ ہے کہ اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت غریب حاجیوں میں تقسیم کر دی جائے۔“

(الاعلام باعلام بیت اللہ الحوام عربی مطبوعہ مکہ معظمہ)

حضرت عثمانؓ نے غلاف کا دفن کر دینا موقوف کر دیا اور اس کو فروخت کر کے قیمت

غریبوں میں تقسیم ہونے لگی۔ اگلے زمانہ میں کعبہ سے اس کے پرانے غلاف علیحدہ بھی نہیں کئے جاتے
تھے حضرت عثمانؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے صرف دو پرانی کسوٹیں باقی رکھ کر تمام غلاف علیحدہ کر دیئے

اس کے بعد پرانے غلاف تھوڑے تھوڑے علیحدہ کر دئے جانے لگے۔ تاہم بالالتزام قدیم غلافون کو اتارا نہ جاتا تھا۔ ازرقی کہتا ہے کہ سترہ ہجری سے سترہ ہجری تک یعنی تینتالیس برس میں جو غلاف کبے پر ڈالے گئے ان کی تعداد (۱۷۰) تھی۔ غالباً یہ تعداد سالم غلافون کی نہ ہوگی بلکہ اس میں وہ پارچے جو کبے پر چڑھائے جاتے تھے اور قربانی کے جانوروں کی جھولیں بھی شامل ہو گئی جن کا ذکر آگے کیا جاتا ہے۔

(۴) قربانی کی جھولیں غلاف کبے

تاریخ ازرقی میں ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ عرس کے دن لوگ جب امراہر ہاندے تو قربانی کے جانوروں پر قبایلی اور دوسری قسم کے کپڑے ڈالتے اور قربانی کے دن وہ کپڑے غلاف کر کے شیبہ بن عثمان کلید بردار کعبہ کے پاس کبے پر ڈالنے کے لئے بھیج دیا کرتے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ عرس پر

سے عبداللہ حضرت عمرؓ کے فرزند ہیں۔ اہل سنت کی کتاب احادیث میں دو ہزار سے زائد حدیثیں ان سے روایت کی گئی ہیں۔ عرس میں حجاج بن یوسفؓ کے اشارے کے پیش نے انکو نہر آؤ بھر سے نئی کیا تھا جس سے یہ بیان برہنہ ہو سکے اور یہی برہنہ ہی تمام مکہ منظرہ وفات پالی ہے۔ عرس یعنی عرس میں قیام کا دن جو یومیہ ہے۔ عرس وفات کے دن سے لے کر ایک بارہ روز تک جو یومیہ ہے اس کے واسطے اس پہر اپنے آپ آفتاب کے بعد سے سب تک قیام کر کے قیود و استغفار کرتے رہتے ہیں۔ جل عرفات پر خطبہ بھی ہوتا ہے جو کوئی سارا ہے تین بجے شروع ہو کر ستر بجے ختم ہوتا ہے۔ عرس اہرام کا نئی معنی مردم میں اٹھنے کے دن ہے۔ شرعی اصطلاح میں ان دو چادروں کو کہتے ہیں جو حدود و رسوم میں داخل ہونے سے قبل حاجی ایک بلو تہت باندھ لیتے ہیں اور ایک اوڑھ لیتے ہیں۔ اور بعض حلال خیرین مثلاً سٹے ہوئے کپڑے، عطریہ، حجامت، ٹوپی، عمار وغیرہ اپنے پر حرام قرار دیتے ہیں۔ حج کے بعد اہرام کو لایا جاتا ہے۔ غرض اس سے اپنے نفس پر قابو حاصل کرنا اور امیون غریبوں میں مساوات قائم کرنا ہے۔ تاکہ سب ایک حالت میں نظر کرے خدا کے دربار میں حاضر ہو کر اپنے آگاہ ہوں کی سمانی مانگیں۔

عرس قربانی کا دن بالخصوص دوسرے فیچہ ہے اور یوں زیادہ ہو کر اس کو جاتی رہتی ہے۔ قربانی تمام شے میں کی جاتی ہے۔ جبکہ مندرجہ جازائیل کے فاصلہ پر ہے۔ حاجی بیان اس میں سے باندھ کر کہ عرس اور فیدہ کرتے ہیں اور عرس قربانی کے بعد لوٹ کر کہنے کے بعد منظرہ کر کے پھر منٹے چلے جاتے ہیں۔

شہ آختر نے فرم کیا کہ بعد کعبہ کی کھنڈی جوش کے لئے عثمان بن طلحہ کے سپرد فرمائی تھی۔ ان کے فرزند شیبہ بن عثمان نے جو امیر معاویہ کے زمانہ میں کلید بردار کعبہ تھے۔ کعبہ کی کھنڈی اب تک انہیں کی اولاد میں چلی آرہی ہے۔ یہ لوگ بنی شیبہ کہلاتے ہیں۔ مختصراً ان کو شیبہ بھی کہتے ہیں۔

تیسری فصل

(۱) خلافت بنی امیہ میں خلافت کعبہ

خاندان بنی امیہ کے پہلے خلیفہ امیر معاویہ نے اولاً کئی سال تک قباطی اور مصری سن کے پرے کا خلافت بھیجا بعد میں بُردیا کی کا۔ ان کے زمانہ میں عموماً سال میں دو خلافت چڑھائے جاتے تھے ایک عاشورہ کے دن یعنی دسویں محرم کو دیا کا۔ دوسرا ۲۹ رمضان کو قباطی کا۔ قطب الدین کی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ امیر معاویہ نے دیا قباطی اور مین کی دہاریدار چادرون کی کسوت بھیج کر شیبہ بن عثمان کلید بردار کعبہ کو حکم دیا کہ کعبہ کا پرانا خلافت اتار کر اس کی دیواروں کو عطر وغیرہ سے معطر کرے اور پھر نیا خلافت ڈالے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

امیر معاویہ کے بعد یزید نے اپنے عہد حکومت میں دیا کا خلافت ڈالا تھا۔ اس کے بعد دوسرے خلفائے بنی امیہ کے زمانہ میں دو خلافت ڈالے جاتے تھے ایک دسویں محرم کو دوسرا ۲۹ رمضان کو اور اس زمانہ میں یہ بھی دستور تھا کہ ترویہ کے دن یعنی ۸ ذی الحجہ کو اس خیال سے کہ سب لوگ عرفات چلے جاتے ہیں۔ خلافت کو کوئی پہاڑ نہ لے اہل خلافت نکال کر سفید کپڑے کا سادہ خلافت ڈال دیا جاتا تھا۔ پھر دسویں ذی الحجہ کو اہل خلافت اڑھا دیتے تھے۔ اس کے بعد خلافت کا اوپر کا حصہ جسے قسمیں کہتے ہیں اور نیچے کا حصہ جو ازار کہلاتا ہے دونوں سی دے جاتے تھے۔ دیا کا خلافت آخر رمضان تک

۱۱۱۱ امیہ بن عبد الشمس انحضرت کے پردادا حضرت ہاشم کا بھتیجا تھا اسکی اولاد بنی امیہ کہلاتی ہے۔ اس خاندان میں ۱۱۱۱ سے ۱۱۱۱ تک (۹۱) برس خلافت رہی اور کل (۴۴) خلیفہ یا بادشاہ ہوئے۔ ان کا پایہ تخت دمشق تھا۔

۱۱۱۱ نوین ذی الحجہ کو میدان عرفات یا جبل عرفات پر حاجیوں کا قیام جمع کا بڑا رکن ہے جس کے لئے اہل نوین ذی الحجہ کو تمام حاجی اور ہریت کے مانے روانہ ہو جاتے ہیں اور ان کے بعد صبح دس گیارہ بجے تک عرفات پہنچ جاتے ہیں بعض حاجی منے میں بغیر ہرے جو آہوین تیار ہی کو عرفات چلے جاتے ہیں مگر سنت منے کا قیام ہے۔ ان تاریخوں میں چونکہ مکہ تقریباً خالی ہو جاتا ہے اس وجہ سے غلامیت اللہ کی کافی حفاظت نہیں ہو سکتی

رہتا تھا۔ پھر عید کے لئے ۹ رمضان کو قباطی کا علاقہ ڈالتے تھے عبد الملک بن مروان جو اس وقت ہجری ۷۱
 ۷۱۳ھ ہجری تک حکمران رہا۔ دیا کا علاقہ ڈالاکر تاتار خلافت بنی امیہ میں کسی کسی غلبہ وقت کے علاوہ
 دوسرے لوگ بھی نذر مال کا علاقہ ڈالاکر تے تھے۔

(۲) عبد اللہ بن زبیر کا علاقہ کعبہ

۷۱۳ھ میں یزید نے مکہ فتح کرنے اور عبد اللہ بن زبیر کو مطیع کرنے کے لئے حسین بن زبیر کی
 ماتحتی میں ایک فوج کے بھیجی عبد اللہ بیت اللہ میں پناہ گزین ہوئے جس سے کوہ ابو قیس پر منہجیق
 نصب کی جس سے پتھر اور جلتی ہوئی رال کعبے تک پہنچی اور کعبے کی لکڑیاں اور علاقہ بل گیا۔ یزید کے
 مرنے کی خبر سنکر حبشہ میں واپس ہو گیا تو عبد اللہ بن زبیر نے بنیاد ابراہیم علیہ السلام پر از سر نو کعبہ تعمیر کیا
 اور جب یہ عمارت بنکر تیار ہو گئی تو ۲۷ رجب کو مشک و عنبر سے کعبے کی دیواروں کو اندر یاہر سے لپیٹ کر
 دیا کا علاقہ ڈالا۔ بعض مورخ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے انہیں نے کعبے پر دیا کا علاقہ ڈالا تھا۔

ابو عبد اللہ کے والد زبیرؓ حضرت سلیمانؑ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ ان کی والدہ اسامہ بنت ابوبکرؓ اور خالہ حفصہ بنت امیہ تھیں۔ سر کر
 کر بلا کے بعد یہ مدینہ سے مکہ منظر پہلے گئے تھے اور اہل خازونین و عراق نے ان کو ولیفہ تسلیم کر لیا تھا۔ یزید کے مرنے کے بعد جب خلافت
 آل مروان میں منتقل ہوئی تو عبد الملک بن مروان کو ان پر مسد ہوا جس کی وجہ سے حتی کہ اہل شام جوج کے لئے آیا کرتے تھے وہ اکثر
 عبد اللہ بن زبیر کی بیعت کر لیا کرتے تھے۔ اس لئے اس نے شامیوں کے لئے حج کی ممانعت کر دی اور اس کی تلافی کے لئے دمشق کی امیری
 میں کعبے کا جواب تعمیر کیا جس کے طواف کے فضائل طواف کعبہ کے مثل بیان کئے گئے۔ بالآخر جب اس سے بھی غرض پوری طرح مائل نہ ہوئی
 تو ۷۱۳ھ ہجری میں دمشق سے ایک فوج حجاج بن یوسف کی ماتحتی میں مکہ منظر بھیجی جس نے کعبے کا محاصرہ کیا اور سخت لڑائی
 بعد عبد اللہ بن زبیر بہتر برس کی عمر میں دس گیارہ برس کی پڑاؤ شوب خلافت کے بعد بڑی شجاعت کے ساتھ میدان جنگ
 میں مارے گئے۔

۷۱۳ھ ابو قیس مکہ منظر میں بیت اللہ سے متصل ایک پہاڑ ہے۔ بیت اللہ سے چوٹی ٹانگ کوئی ایک میل ہو گا۔ یہاں سے خانہ
 کعبہ کی چہت پوری نظر آتی ہے۔ کہتے ہیں کہ معجزہ شوق القہر اسی پہاڑ پر ہوا تھا۔ آج کل اس پہاڑ کی کیفیت ایک محلے کی سی ہے
 اس پر بہت سے مکان بنے ہوئے ہیں۔

تھمھی فصل

(۱) خلافت عباسیہ میں خلافت کعبہ

ملک حجاز بنی امیہ کے بعد بنی عباس کے زیرِ نگین آیا اور ۱۳۲ھ سے ۱۵۶ھ ہجری تک کوئی سوا پانویس ان کی حکومت عربیہ الشریفین پر رہی۔ خلافت عباسیہ کا پایہ تخت بغداد تھا جب تک خلفائے عباسیہ کا اثر و اقتدار حجاز پر باقی رہا۔ یہ برابر غلات بھیجتے رہے ان کے زوال و کمزوری کے زمانہ میں بعض بعض اوقات سلاطین مصر بھی غلات بھیجتے تھے کبھی تین سے بھی آجاتا تھا۔ اوائل سلطنت عباسی میں سال میں کئی کئی بار بھی کعبے کو غلات اڑایا جاتا تھا اور پرانے غلافوں کو پابندی کے ساتھ سال کے سال کعبے سے اتارتے بھی نہ تھے۔ چنانچہ ۱۶۱ھ ہجری میں ابو عبد اللہ مہدی خلیفہ بغداد کو جب کلید بردار مان کعبہ نے اس کی اطلاع دی اور وہ خود حج کو آیا تو اس نے یہ حالت دیکھی کہ کعبے پر غلافوں کی اتنی تہہ چڑھ گئی ہیں کہ ان سے دیواروں کے گرنے کا خوف ہے۔ اس نے تمام پرانے غلافوں کو نکال دینے کا حکم دیا کعبے کی دیواریں مشک و عنبر و گلاب سے لپی گئیں اور خوشبودار عرقوں کے شیشے دیواروں پر چھڑکے گئے۔ پھر تین غلاف ایک مصری کپڑ کا۔ دوسرا حریر کا۔ تیسرا اویسا کا کعبے پر ڈالے گئے۔

(الاعلام عربی مطبوعہ قاہرہ ص ۱۱۳)

(الف) خلیفہ مہدی کا غلاف

فاکھی تاریخ مکہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے مہدی عباسی کے زمانہ کا غلاف کعبہ کا ایک ٹکڑا دیکھا جس پر یہ لکھا ہوا تھا۔

لے آنحضرت صلعم کے چچا حضرت عباس کی اولاد بنی عباس کھلاتے ہیں :

۱۵۶ھ مہدی کی حکومت ۱۵۶ھ ہجری سے ۱۶۱ھ ہجری تک رہی۔

عمر بن عبد اللہ المہدی محمد امیر المومنین علیہ السلام محمد بن سلیمان ان یمنع من طراز تینس کہوتہ الکلبہ
علیٰ یہ الخطاب بن مسلمہ عالمہ سذ تسع و خمین و مائۃ

یعنی خدا کے بندے امیر المومنین مہدی محمد نے اللہ اس کی اصلاح فرمائے شہسہ ہجری میں محمد بن سلیمان
کو حکم دیا کہ خطاب بن مسلمہ عامل کے ذریعہ سے شہر تینس کی ساخت کا غلاف کعبہ تیار کرایا جائے۔
فاکھی کہتے ہیں کہ میں نے مہدی کے زمانہ کا ایک اور بھی ٹکڑا دیکھا تھا جس پر یہ عبارت لکھی تھی۔

”بسم اللہ برکتہ من اللہ بعد اللہ المہدی محمد امیر المومنین اطال اللہ بقاہ محمد امیرہ اسماعیل بن

ابراہیم ان یمت من طراز تینس علیٰ یہ الحکم بن عبیدہ سذ تسع و خمین و مائۃ

یعنی خدا کی برکت امیر المومنین مہدی محمد پر ہو اور خدا اس کی عمر و راز کرے (اس کے زمانہ میں) اسماعیل بن
ابراہیم نے سلسلہ ہجری میں حکم بن عبیدہ کو حکم دیا کہ تینس کا بنا ہو غلاف ڈالا جائے تینس مصر کا
ایک قصبہ ہے جہاں کا کپڑا اس زمانہ میں مشہور تھا۔
(رملۃ الحجاز یہ عربی)

(ب) ہارون الرشید کا غلاف کعبہ

فاکھی نے غلاف کا ایک ٹکڑا ہارون الرشید کے زمانہ کا بھی دیکھا تھا جس پر سب ذیل

عبارت تھی :-

”بسم اللہ برکتہ من اللہ للخلیفۃ الرشید عبد اللہ ہارون امیر المومنین علیہ السلام محمد امیرہ الغنفل

بن ربیع بن لیث بن طراز تونہ سذ تسع و مائۃ

یعنی بسم اللہ بندہ خدا امیر المومنین خلیفہ ہارون الرشید کو اللہ تعالیٰ برکت دے اور اس کو مغز فرمائے
سلسلہ ہجری میں اس نے فضل بن ربیع کو حکم دیا کہ تونہ کے کپڑے کا غلاف بنایا جائے۔

(رملۃ الحجاز یہ خدیو عباس حلی پاشا مملوۃ مصر)

(ج) مامون الرشید کا غلاف کعبہ

مامون الرشید خلیفہ بغداد کے زمانہ میں جس کی حکومت ۱۹۸ھ سے ۲۱۸ھ ہجری تک

۱۹۸ھ ہارون الرشید کا چھ حکومت سلسلہ ہجری سے ۲۱۸ھ ہجری تک :- ۱۹۸ھ فضل بن ربیع اس زمانہ میں علاقہ مصر کا گورنر تھا
۲۱۸ھ غالباً قنہ یا تینس ایک ہی قصبہ کا نام ہے جو مصر میں اپنی صنعت پارچہ کے لئے مشہور تھا۔

۲۱۔ سال میں تین بار غلاف ڈالا جاتا تھا۔ ایک آٹھویں ذی الحجہ کو سرخ اطلس کا۔ دوسرا یکم ربیع کو موضع قبطیہ واقع مصر کے بنے ہوئے کپڑے قباطی کا۔ اور ۲۹ رمضان کو عید کے موقع پر سفید اطلس کا جب مامون کو یہ اطلاع ہوئی کہ سال میں تین دفعہ بدلنے کے باوجود بھی غلاف پہٹ جاتا ہے تو اس نے سرخ اطلس کی ایک قمیص اور ایک نئی ازار اور بڑا دی۔

(الاعلام عربی مطبوعہ قاہرہ صفحہ ۳۶)

فاسی کہتے ہیں کہ میں نے قباطی سر کا ایک ٹکڑا وسط کعبہ میں دیکھا اس پر باریک سیاہ خط میں یہ عبارت لکھی تھی:-

”مما امر به امیر المؤمنین المامون سنة ست و مائتین“

یعنی امیر المؤمنین مامون نے ۲۰۶ھ ہجری میں اس کی تیاری کا حکم دیا۔

(۷) خلیفہ جعفر متوکل علی اللہ کا غلاف

جعفر متوکل خلیفہ بعد از جس کا زمانہ ۲۳۲ھ ہجری سے ۲۳۸ھ ہجری تک ہے ہلال ماہ ربیع قبل کے پر سرخ اطلس کی ازار ڈالا کرتا تھا جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ ماحیوں کے چھوٹے سے وہ خراب ہو جاتی ہے تو اس ازار کے علاوہ دو ازاریں اور بڑا دیں اور قباطی کی قمیص پر سرخ اطلس کا حاشیہ لگا کر اس کو فرش تک پہنچا دیا۔ آخر میں ہر دو مہینے کے بعد غلاف صیغے لگا۔ اس طرح سال میں چھ غلاف پڑنے لگے۔ یہ عمل سنہ ۲۳۸ھ ہجری تک جاری رہا۔ جب خدام نے دیکھا کہ ازار ثانی کی ضرورت نہیں ہے تو انہوں نے اس کو کیسے کے صندوق میں رکھ دیا اور خلیفہ کو لکھا کہ صرف ایک زار مع حاشیہ و قمیص کے کافی ہے۔ اس کے بعد سے صرف ایک ازار آنے لگی اور تسیرے مہینے کے پر ڈالی جاتی تھی۔

(ازرقی والاعلام وغیرہ)

(۸) خلیفہ مقتضی الامر اللہ کا غلاف کعبہ

تیسری صدی ہجری کے وسط سے چہٹی صدی ہجری کے وسط تک ستم کو خلفائے عباسیہ کے غلافوں کی کیفیت نہیں معلوم ہوئی لیکن اس عرصہ مدت میں عباسی خلفائے بغداد کی سلطنت

بہت صحیفہ رہی اور تیسری صدی کے وسط میں ان کے حریف مصر کے خلفائے بنی فاطمہ بھی پیدا ہو گئے تھے اس وجہ سے پابندی کے ساتھ بغداد سے خلافت کعبہ کی روانگی عمل میں نہیں آتی تھی۔ غرض کہ اس زمانہ میں کبھی مصر سے اور کبھی بغداد سے خلافت آتا رہا اور اندازہ یہ ہوتا ہے کہ ۳۶۲ء سے ۳۶۷ء تک مصر سے ہی خلافت کعبہ آیا اس کے بعد پھر بغداد سے آئے لگا۔

فارسی کا مشہور شاعر ملک الشعراء فضل الدین خاقانی جس کی وفات ۵۹۵ھ یا ۵۹۶ھ میں ہوئی خلیفہ متقی لاء اللہ کے زمانہ میں جو ۵۲۵ھ ہجری سے ۵۵۵ھ ہجری تک ہے حج کو گیا تھا اس وقت غالباً خلیفہ مذکور نے ہی خلافت ڈالا تھا۔ اس کا رنگ سرخ تھا جیسا کہ خاقانی کے اس شعر سے ظاہر ہے جو اُس نے اپنیثنوی تحفۃ العراقرین میں کعبہ کو مخاطب کر کے کہا ہے۔

دارندہ ہاشمی شناری

پس بامرہ رو میسان چہ داری

عباسیوں کا جو ہاشمی تھے سیاہ بانا تھا اور رویوں کا سرخ۔

(۹) ناصر لدین اللہ کا خلافت کعبہ

ناصر لدین اللہ خلیفہ بغداد جس کا عہد سلطنت ۵۷۵ھ ہجری سے ۵۹۲ھ ہجری تک ہے ابتداء میں سبز خلافت بھیجا کرتا تھا اس کے بعد سیاہ خلافت بھیجنے لگا۔ ابن جبیر نے ۵۷۹ھ ہجری میں حج کیا تھا اُس وقت بغداد پر ناصر لدین اللہ مکران تھا۔ اس کے خلافت کی تفصیل ابن جبیر نے یہ کہی ہے:-

یہ خلافت بہت سبز تھا اور اس پر سرخ خطوط تھے مقام ابراہیم کی سامنے دالی دیوار لے

۱۰ ان کا ذکر ایک علیحدہ فصل میں کیا گیا ہے :- ۱۱ حضرت امام شمس حضرت کے پرداد اور عباس عم رسول کے دادا تھے ۱۲ مقام ابراہیم وہ پتھر بن جس پر کھڑے ہو کر حضرت ایلیم نے کعبہ تعمیر کیا تھا اور اس پتھر سے سیڑھی کا کام لیتے تھے۔ اس پر حضرت ابراہیم کے دونوں قدموں کے نشان ہیں اور کعبہ کے دروازے سے پندرہ بیس گز کے فاصلہ پر ہے ایک قبے میں محفوظ ہے مقام ابراہیم محلے کا کام دیتا ہے۔ حاجی اس کے متصل کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں جب بیت اللہ میں دوسرے محلے نہ تھے اسوی ایک بھلا تھا۔

پردے پر جس میں کہیں کا دروازہ نصیب ہے بسم اللہ کے بعد ان اول بیت وضع لئلا تنسوا اللہ کا چاہا
چاروں پردوں پر خلیفہ کا نام اور اس کے حق میں دعائیں تحریر ہیں ان تحریروں کے گرد و سرخ
جدولین ہیں ان میں سفید سفید دائرے ہیں۔ دائروں کے اندر بار یک حرفوں میں آیات قرآنی
اور طبقہ کے حق میں دعائیں تحریر ہیں۔ ان پردوں میں کئی شریفیت کا جمال ایسا نظر آتا ہے گویا وہ
کو سبز اطلال کا لباس پہنا دیا ہے (سفرنامہ ابن جبیر ص ۱۵۵)

ابو عبد اللہ محمد الشریف اور یسی مشہور عالم جغرافیہ جس کی وفات تقریباً سنہ ہجری میں ہوئی اپنی
کتاب نزعتہ المشتاق میں لکھتا ہے کہ اس کے زمانہ میں سیاہ ریشمی کپڑے کا غلاف ڈالا جاتا تھا اور
ہر سال خلیفہ بغداد اس کی تجدید کرتا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ چھٹی صدی کے آخر میں بغداد ہی سے
غلاف آیا کرتا تھا اور ناصر لدین اللہ اول سب سے پہلے تھا پھر سیاہ بھیجنے لگا تھا۔

(۲) عہد عباسی میں بعض سلاطین و امراء کے غلاف

اسی زمانہ میں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ کبھی کبھی عباسی خلفاء کے گورنر بھی بہ اجازت خلیفہ وقت
بہ نظر عقیدت کبے پر غلاف ڈالا کرتے تھے کبھی دوسرے مالک کے سلاطین و امراء کبے کے لئے غلاف
بھیجا کرتے تھے بعض اوقات قرو و سرکشی کے اظہار کے لئے باغی سردار بھی غلاف بھیجا کرتے تھے۔ ذیل
میں تینوں قسم کی مثالیں پیش کی جاتی ہیں:-

(الف) فضل بن سہل اور طاہر بن حسین کا غلاف کعبہ

فاکری نے اپنی تاریخ مکہ میں لکھا ہے کہ بنی غانہ کعبہ کے رکن غربی کے متصل ایک غلاف

۱۵ پوری آیت یہ ہے۔ ان اول بیت وضع للناس الذی بکنتہ مبدا رکاو صدی للعالمین ڈ
یعنی پہلا گھر جو عبادت کی غرض سے لوگوں کے واسطے بنایا گیا اور جو اہل عالم کے لئے موجب برکت و ہدایت ہے۔ وہ کعبہ
میں ہے:

دیکھا جس پر یہ عبارت لکھی تھی۔

”حما امربہ السری بن الحکم وعبد العزیز ابن وزیر الجردی بامر الفضل بن سہل ذی ریاستین طاہر
بن الحسین سنہ سبعمائتین دامتہ“

یعنی فضل بن سہل ذی ریاستین (دو ریاستوں کے والی) اور طاہر بن حسین کے حکم سے ۱۹۷ھ ہجری
میں سری بن حکم اور عبد العزیز بن وزیر الجردی نے اس کی تیاری کا حکم دیا۔

(ب) ابوالسرایا کا خلافت کعبہ

مامون الرشید کے عہد میں ۱۹۷ھ ہجری میں جب محمد بن ابراہیم طباطبا نے خروج کیا
تو ان کی مدد کے لئے قبیلہ بنی شیبان کے ایک معزز سردار ابوالسرایاؒ کو کھڑا ہوا اور بہت سے
علاقے فتح کر لئے۔ چند روز بعد یہ ایک محمدی وفات ہو گئی تو اس نے محمد بن محمد بن زید شہید کو

۱۹۷ھ فضل بن سہل خلیفہ مامون الرشید کی طرف سے ہمدان سے بہت تک اور بحر فارس سے دلم و گرگان تک دو ریاستوں کا گورنر
تھا اس وجہ سے اس کا خطاب ذی ریاستین تھا۔ ۱۹۷ھ ہجری میں اس کو کسی نے بمقام سرس واقع عراق قتل کیا۔
۱۹۷ھ طاہر بن حسین خلیفہ مامون الرشید کی جانب سے لے۔ ابواز۔ واسطہ مدائن وغیرہ پر حکم تھا۔ اس نے مامون کو حصول سلطنت
میں بڑی مدد دی تھی۔

۱۹۷ھ محمد بن ابراہیم کا نسب یہ ہے۔ محمد بن ابراہیم بن اسایل بن ابراہیم بن حسن شہنشاہ بن امام حسن بن علی بن ابی طالب ابراہیم کو
طباطبا اس وجہ سے کہتے تھے کہ عین میں تلاتے تھے اور ایک مرتبہ قبا کو طباطبا، کہا تھا جب سے ان کا نام طباطبا پڑ گیا ان کی اولاد
والے سید طباطبا کہلاتے ہیں۔ محمد بن ابراہیم کا طریق زید یہ تھا۔

۱۹۷ھ ابو لعدا مورخ کا بیان ہے کہ محمد بن ابراہیم کو ابوالسرایا نے ہی زہر دیا تھا وہ پوری طرح اس کے قابو میں نہ تھے اور یہ چاہتا
تھا کہ امام اس کے ماتحتوں میں کٹ پتلی بنا رہے۔

۱۹۷ھ زید شہید امام زین العابدین علیہ السلام کے فرزند تھے مگر بلا میں ایک برس کے تھے۔ امام محمد باقر علیہ السلام سال بعد چھوٹے تھے لاکھ
میں بزمانہ منہام بن عبدالملک انہوں نے خروج کیا تھا تیس ہزار شیعہ ان کے جھنڈے تلے اکٹھے ہو گئے تھے مگر یہ معلوم کر کے کہ حضرت زید
معاذ نے شام سے تبرا نہیں کرتے تقریباً تیس ہزار آدمی ان کا ساتھ چھوڑ چکے تھے اور کوثر پہنچنے تک کل دو سو برس جان نثار ان کے ہمراہ گئے۔ زید بڑی
مردانگی سے ۱۹۷ھ میں میدان جنگ میں شہید ہوئے وقت شہادت ان کی عمر بائیس برس کی تھی ان کے پیرو زید یہ کہلاتے ہیں حضرت زید کے بعد مقتدا امام ہوئے مجاز و میں وغیرہ
حاکم اب بھی بہت سے لوگ زید یہ طریق کے پابند ہیں۔

کو امیر بنایا اور کو خے میں امام علی رضا علیہ السلام کے نام سے درم و دینار چلائے۔ زید بن موسیٰ کاظم کو بصرہ و اہواز کا گورنر مقرر کیا۔ ابراہیم بن موسیٰ کاظم کو مین کا اور حسین بن جن بن امام زین العابدین کو مکے کا والی بنایا انہوں نے کیسے کے تمام پرانے خلافت نکال کر شنبہ کے دن یکم محرم سن ۱۱۰ ہجری کو اُن اور ریشم ملے ہوئے کپڑے کے زرد و سفید دو خلافت کبے پر ڈالے اور ان دونوں کے درمیان حسب ذیل عبارت لکھی:-

”بسم اللہ الرحمن الرحیم صلی اللہ علی محمد و علی اہل بیتہ الطاہرین الاخیار امیر ابوالسرایا الاصفی الاصفی

داعی الی محمد علی صلی اللہ علیہ وسلم و علی اہل بیتہ الطاہرین الاخیار امیر ابوالسرایا الاصفی الاصفی

یعنی خدا کا درود حمد پر اور اُن کے طیب و طاہر و نیک اہل بیت پر حسب الحکم ابوالسرایا الاصفی الاصفی بیت اللہ پر خلافت ڈال کر لوگوں کو محمد لباطبائی کی بیعت کیلئے دعوت دی جاتی ہے۔

ابو السرایا کا دور دورہ کوئی دس مہینے رہا جب سن ۱۱۰ ہجری میں وہ نہروان کے قریب ایک بڑی لڑائی میں مارا گیا تو اہل حجاز نے محمد بن جعفر صادق کو امیر المومنین بنایا فتنہ و فساد فرو ہو جانے کے بعد مامون الرشید نے بھی ان کو بحال رکھا اور حسین نے جن کو حسین طالبی بھی کہتے ہیں انکی بیعت کر لی۔

(ج) علی بن محمد اصبیحی کا خلافت

علی بن محمد اصبیحی جو زمانہ حاکم بامر اللہ و مستنصر عبیدی میں والی مکہ و مین تھا اس نے بھی

۱۱۰ امام علی رضا علیہ السلام سلسلہ اثنا عشری کے اعتبار سے آٹھویں امام ہیں خلیفہ مامون الرشید نے ان کو اپنا ولی عہد بھی مقرر کیا تھا مگر مامون الرشید سے قبل سن ۱۰۸ ہجری میں انکی شہادت واقع ہوئی اور لوگوں میں دفن ہوئے پ ۱۱۰ زید بن موسیٰ کاظم نے عباسیوں کے اس قدر مکان جلائے تھے کہ ان کا نام زید المناں مشہور ہے۔ یہ حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کے فرزند تھے جو سلسلہ اثنا عشری کے ساتویں امام ہیں پ ۱۱۰ ابراہیم بن موسیٰ کاظم علیہ السلام نے مین میں عباسیوں کا قتل عام کرایا تھا اس وجہ سے ان کو ابراہیم بذرا کہتے ہیں جدار کے منی بہت قتل کر لئے والے کے ہیں پ

۱۱۰ حاکم بامر اللہ کا زمانہ سن ۱۱۰ ہجری سے سن ۱۱۰ ہجری تک ہے پ
 ۱۱۰ مستنصر بامر اللہ سن ۱۱۰ ہجری سے سن ۱۱۰ ہجری تک حکمران رہا پ
 ۱۱۰ حضرت عبید اللہ مہدی کی اولاد میں ہونے سے ان سلاطین کو عبیدی کہتے ہیں پ

~~~~~

۳۵۵ھ ہجری میں کعبہ پر سفید اطلس کا غلاف ڈالا تھا۔

### (د) محمود بن غزنوی کا غلاف کعبہ

محمود بن غزنوی کو خلیفہ بغداد قادر باللہ سے بڑی عقیدت تھی ہمیشہ اس کی اطاعت کا اظہار کیا کرتا تھا اور تحفہ و زنت نقد اس کے پاس بھیجا کرتا تھا۔ خلیفہ نے اس کو سلطان کا لقب اور ابن المسلمۃ و یمن الدولہ کا خطاب بھی دیا تھا۔ محمود نے ۳۶۶ھ ہجری میں زرد اطلس کا غلاف بھجوا دیا تھا۔

### (ه) ابونصر استرابادی کا غلاف

استراباد کے کسی امیر یا رئیس ابونصر نے بھی ۳۶۶ھ ہجری میں ہندوستان کے سفید کپڑے کا غلاف پہنایا تھا۔ اس ابونصر کا حکم کو پتہ نہ لگا کہ یہ کون شخص تھا۔

### (و) ابوالقاسم رامتی کا غلاف کعبہ

شیخ ابوالقاسم رامتی جس کا رباط کے میں مشہور ہے اور ابن جبیر کے زمانہ تک جس کا بنواریا ہوا ایک مسئلے میں کعبہ میں موجود تھا۔ عجم کے کسی بادشاہ کا وزیر تھا قطب الدین کی نے اپنی تاریخ میں اس کا ذکر کئی جگہ کیا ہے یہ بڑا باقیض شخص تھا اس نے ۵۳۲ھ ہجری میں دہلی دار کپڑے کا جسے جرات کہتے ہیں غلاف ڈالا تھا جس کی قیمت چار ہزار یا اٹھارہ ہزار دینار تھی۔ (تاریخ کامل ابن اثیر)

### (ز) منصور بن زبیع کا غلاف کعبہ

۶۶۳ھ ہجری میں منصور بن زبیع شیخ الحرم مکہ نے بنو ہاشم خلیفہ ناصر الدین اللہ سیاح زنگ کے سوئی کپڑے کا غلاف کعبہ پر ڈالا تھا۔

لے کثرت شہرت کی وجہ سے محمود غزنوی سے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے ہندوستان کے ملے اور فردوسی کا قصہ سب کو یاد ہے۔ محمود کی سلطنت ۳۸۶ھ ہجری سے ۳۹۷ھ تک رہی۔



## (ح) ملک الحجامہ کا غلاف کعبہ

۱۵۷۵ھ ہجری میں ملک الحجامہ علی بن موید سلطان مین نے جس کا زمانہ حکومت ۱۵۷۵ھ سے ۱۶۲۴ھ ہجری تک ہے ارادہ کیا تھا کہ سلطان مصر کے غلاف نکال کر اپنا غلاف ڈالنے والی مکہ نے اس کی اطلاع سلطان مصر ملک الناصر نصیر الدین بن ناصر محمد کو کی اور اس غلاف کو ضبط کر لیا۔

## (ط) سلطان شاہرخ مرزا کا غلاف کعبہ

امیر تیمور کے لڑکے سلطان شاہرخ مرزا نے بھی جس کی سلطنت ۱۵۰۵ھ سے ۱۵۱۰ھ تک رہی۔ سلطان مصر سے اجازت لیکر ایک غلاف بھیجا تھا جو اس کی وفات کے بعد ۱۵۱۰ھ ہجری میں مصری ملاحوں کے ساتھ مکہ بھیجا گیا۔

## (ی) بعض دیگر امراء و سلاطین کے غلاف

مذکورہ بالا سلاطین کے غلاف کے علاوہ بعض اور امراء و سلاطین بھی سفید و سورخ اعلان کے غلاف کعبے پر چڑھایا کرتے تھے۔ (شعار العزام)

## (۳) غلاف کعبہ کی لوٹ

اگرچہ بدوی عرب بھی ہمیشہ سے کعبے کی تعظیم کرتے آئے ہیں مگر کعبے کے ملاحوں کے ساتھ ان کا بخوبی متاثر ہونا وہ محتاج بیان نہیں۔ غلاف کعبے کے کسی ٹکڑے کے کترنے یا احرام کعبہ کو پہنا کر لے جانے کے واقعات بھی کبھی آج کل بھی سننے میں آتے رہتے ہیں مگر ۱۶۶۶ھ ہجری ۱۷۵۷ء میں گیارہ ملوک سلاطین نے مل کر ۱۷۵۷ھ میں حبشہ شاہرخ کا غلاف مکہ پہنچا۔ اس وقت مصر کا بادشاہ ملک النظام سیف الدین حقیقی تھا۔

میں بزمانہ خلیفہ بغداد معتد علی اللہ بدویوں نے پورا غلاف کعبہ لوٹ لیا تھا۔ اس کے بعد ۱۳۱۵ء ہجری  
میں جب قرامطہ نے بسر کر دی ابو طاہر کے پر حملہ کیا تھا تو اس وقت بھی خزانہ کعبہ و غلاف کعبہ کو لوٹ کر  
ابو طاہر نے اپنے ساتھیوں پر تقسیم کر دیا تھا۔ اس حملے کی تفصیل آگے درج کی جاتی ہے۔

۱۳۲۵ء میں جب غلاف کعبہ جلالتہ الملک سلطان عبد العزیز ابن عبد الرحمن ابن سعود  
ملک حجاز و نجد نے پہلی مرتبہ کعبہ پر چڑھایا تھا تو اس وقت بھی نہ معلوم کون لوگ غلاف کا نیچے کا  
حصہ کوئی دور و گز جہاں تک ہاتھ پہنچتا تھا کاٹ کر لے گئے تھے۔ اس کی تفصیل ہم نے سلطان ابن  
کعبہ کے غلاف کے ضمن میں آگے بیان کی ہے۔

## پانچویں فصل

### قرامطہ اور غلاف کعبہ

غلاف کعبہ کے ضعف کا بیان اور دوسرے اسباب ہیں ان کے سبب قرامطہ کا  
ظہور بھی ہے۔ حمدان اشعث قرامطہ کے پیرو قرامطی کہلاتے ہیں۔ قرامطی کی جمع قرامطہ ہے۔ لفظ قرامطہ کے  
معنی میں مورخین کو بڑا اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے قرامطہ ایک موضع ہے۔ کوئی کہتا ہے قرامطہ کے  
معنی سرخ آنکھوں والا۔ بعض کہتے ہیں قرامطہ کے معنی قریب قریب پاؤں ڈال کر چلنے والا وغیرہ وغیرہ  
قرامطہ نے ۱۳۲۵ء میں خروج کیا۔ اولاً یہ کوخے کے پڑوس میں ظاہر ہوئے پھر ان کی تعلیم یحیرن تک  
پہنچ گئی۔ بعض مورخ ان کو شیعوں کی ایک شاخ بتاتے ہیں مگر ان کے عقائد ان کو کفر الحاد تک  
پہنچاتے تھے۔ بہت سے بدوی و صحرائی جاہل ان کے زمرہ میں داخل ہو گئے اور تہوڑے ہی عرصے  
میں یہ ایک لاکھ ستر ہزار آدمیوں کا لشکر میدان میں لانے کے قابل ہو گئے اور انہوں نے اپنے مشہور

سرفرد ابو سعید خدری کے تحت اس قدر طاقت حاصل کر لی کہ ۲۸ھ میں انہوں نے خلیفہ وقت  
مقتضہ باللہ کی فوج کو شکست دیکر خالدیہ فتح کر لیا۔ ۳۰ھ ہجری میں ابو سعید کے قتل ہو جانے پر  
اس کا بھائی ابوطاہر سلیمان بن حسن قرامطہ کا امیر مقرر ہوا اس نے بصرہ فتح کیا اور جہان جہاں  
تک ان کی دسترس پہنچی یہ لوگ آگ اور تلوار سے برباد کرتے چلے گئے۔ ان کے دہاوے  
زیادہ تر حابیوں کے قافلہ ہی پر ہوتے تھے۔ حابیوں کا خون انہوں نے مباح کر دیا تھا۔

۳۱ھ ہجری۔ سے حج کے رستے تقریباً بند ہو گئے تھے اور خصوصاً عراقی قافلہ موقوف  
ہو گیا تھا۔ خلافت کعبہ کی روانگی بند ہو گئی تھی یہاں تک کہ ۳۲ھ ہجری کے موسم حج میں ابوطاہر  
کعبہ پر چڑھائی کی۔ ہر ذبح کو اپنے سواروں سمیت بیت اللہ میں داخل ہوا اور عین حرم میں قتل  
و قتال کیا۔ اہل خہر و مضامات کے تئیں ۱۱ ہزار آدمی قتل کئے گئے۔ خاص حرم میں سات سو  
طواف کرنے والے مارے گئے۔ چاہ زمرم لاشوں سے پٹ گیا۔ بہت لوگ تسبیح پھیل کرتے  
ہوئے ہلاک ہوئے جس وقت قتل عام ہو رہا تھا ابوطاہر کعبہ کے سامنے کھڑا یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

انا باللہ و باللہ انا

یخلق الخلق و فیہم انا

یعنی ہم خدا کے ساتھ ہیں اور خدا ہمارے ساتھ ہے وہ خلق کو پیدا کرتا ہے اور ہم فنا کرتے ہیں۔  
قطب الدین مکی لکھتے ہیں کہ قرامطہ بیت اللہ میں قتل و غارت کے وقت یہ ربز پڑھ  
رہے تھے۔

فلو کان نہ البیت اللہ ربنا لصب علینا النار من فوقنا صبا

لانا مجننا حجتہ جالبیتہ محملہ لم یبق شرقا ولا غربا

وانا ترکنا بین زمرم و الصفا جنایز لا تبغی سوی ربہا رباً

مطلب ان اشعار کا یہ ہے کہ اگر یہ خدا کا گھر ہوتا تو ہمارے سروں پر آگ برستی۔ ہم نے زمانہ

۳۲ھ مقتضہ باللہ کا عہد حکومت ۳۲ھ ہجری سے ۳۶ھ ہجری تک رہا۔

۳۶ھ تقی الدین فارسی کی تاریخ کہ شفاء العزائم باخیار بلد الحوام میں مختلف ایسے سین کا حوالہ دیا ہے جب کہ عراقی قافلہ  
حجاج روانہ نہیں ہوا۔



جاہلیت کا ساج کیا یعنی حلال و حرام کی تمیز اٹھا دی اور شرق و مغرب میں کسی کو باقی نہ چھوڑا  
ہم نے جو عزیمت و سفاکے درمیان ایسے لوگوں کی لاشیں چھوڑی ہیں جو خدا کے سوا کسی کو نہیں پکار  
رہے تھے یعنی جن جن کو مسلمانوں ہی کو مارا۔

صاحب تاریخ مذاہب اسلام لکھتے ہیں کہ ابو طاہر کے ہاتھ میں شراب کا پیالہ تھا وہ  
اس نے بیت اللہ میں پیا۔ حاجیوں کی لاشیں جو عزیمت میں ڈالنے سے بچ گئی تھیں وہ مسجد حرام  
میں دفن کر دی گئیں۔ اس کے بعد ابو طاہر نے کعبے کا دروازہ اکھاڑ ڈالا اور ایک شخص کو میزاب  
رجست یعنی کعبے کا پردہ اکھاڑے کے لئے چڑھایا مگر کسی کے تیر سے وہ گر کر مر گیا پھر ایک  
دوسرے کو چڑھایا اس کا بھی یہی حشر ہوا۔ اس پر ابو طاہر نے کہا جانے دو مہدی ہو غوث خود  
اگر اس کا انتظام کر لیں گے۔ ابو طاہر نے حاجیوں کا سامان کعبے کا خزانہ اور کعبے کا غلاف  
لوٹ کر اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا اور مقام ابراہیم و حجر اسود کو لے جانا چاہا۔ خدام کعبہ نے  
مقام ابراہیم کو کہیں گہائی میں چھپا دیا تھا وہ نہ مل سکا مگر حجر اسود کو بتایا کہ یہ ذریعہ سلسلہ ہجری  
اتوار کے دن عصر کے وقت جعفر بن طلحہ نے اکھاڑا۔ اس کی جگہ خالی رہ گئی۔ طواف کر نیوالے  
وقت طواف اس کی جگہ اپنا ہاتھ رکھ کر ہاتھ کو بوسہ دیا کرتے تھے۔ یہ حالت بائیس برس تک  
یعنی حجر اسود کی واپسی تک قائم رہی۔ ابو طاہر حجر اسود کو بہ مقام ہجر لے گیا یہ بحرین میں ایک  
مقام تھا جہاں قرامطہ نے اپنا کعبہ بنایا تھا۔ اور اسے دار الحجہ کہا کرتا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ  
حاجی حجر اسود کی وجہ سے ان کے بنائے ہوئے کعبے میں جانے لگیں گے اور انہوں نے اس بار میں  
بڑی کوشش کی مگر مغلطہ کی راہیں بند کر دیں جو سلسلہ ہجری سے سلسلہ ہجری تک بند رہیں  
اس مدت میں کوئی امید نہیں کہ خلیفہ بغداد (معتقد باللہ) غلاف کعبہ روانہ کر سکا ہو اور اس طرح  
گیارہ سال تک یا تو کعبے پر کوئی غلاف نہیں ڈالا گیا یا اگر ڈالا گیا تو بغداد کے سوا کہیں اور کا ہو گا۔  
قرامطہ اپنی ان حرکات سے بہت خوش تھے اور متوقع تھیں تھے مگر اس واقعہ کی اطلاع  
جب امام عبید اللہ عہدی کو پہونچی تو وہ بہت ناراض ہوئے اور ابو طاہر کو لکھا کہ خدا تجھ پر لعنت  
کرے تو نے ایسے مقام کی بے حرمتی کی جو زمانہ جاہلیت سے اس وقت تک محترم چلا آ رہا تھا۔

۱۔ حضرت عبید اللہ عہدی سے مراد جن کا ذکر غلاف کے اسماعیلی کے متن میں ماضیہ پر تفصیل سے کیا ہے :

ابوطاہر جو پہلے امام مہدوی کا معتقد تھا اس بات پر دل شکستہ ہو کر ان کی اطاعت سے توبہ کر گیا  
(قرامطہ کے عزیز حالات اور حجر اسود کی واپسی وغیرہ کی کیفیت اس فقیر کی کتاب تاریخ  
حجر اسود میں ملاحظہ ہوا۔)

## چھٹی فصل

### مصر کے اسماعیلی خلفاء کا خلافت کعبہ

خلافت عباسیہ کے زمانہ میں خلافت کعبہ روانہ کرنے کی وجہ سے حجاز پر خلفائے بغداد کا  
بڑا اثر و سورش قائم ہو گیا تھا اور کہنے کو خلافت پہنچانا حجاز پر حکومت کی دلیل سمجھا جاتا تھا جب  
قرامطہ کے ظہور اور مصر میں ان کے حریف بنی فاطمہ کی حکومت قائم ہونے سے خلافت عباسیہ کو  
ضعف ہوا تو پابندی کے ساتھ بغداد سے خلافت روانہ ہونے لگا۔ اس وقت کبھی سلاطین مصر  
اور کبھی خلفائے بغداد جس وقت جن کا اثر کمے پر ہوتا تھا خلافت کعبہ بھیج دیتے تھے۔ مصر کے یہ خلفاء  
فاطمیون - عبیدیہ - چھدویہ - اور بالخصوص اسماعیلیہ کہلاتے ہیں۔ ۹۷۱ء ہجری میں انکی حکومت

سلطہ اسماعیلیہ مذہب والے امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد ان کے فرزند حضرت اسماعیل کو ساتواں امام برحق مانتے ہیں اور  
پھر ان کے فرزند محمد اور ان کی اولاد میں امامت کو منتقل سمجھتے ہیں۔ فرقہ اسماعیلیہ کے بارہویں امام حضرت عبید اللہ المہدی کا  
سلسلہ نسب چوٹی پشت میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملتا ہے۔ مورخوں نے ان کا سلسلہ نسب مختلف بیان کیا ہے  
بعض کو ان کے فاطمی ہوتے میں بھی تامل ہے جو عداوت پر محمول کیا جاسکتا ہے۔ عام طور پر ان کا نسب ہر طرح بیان کیا جاتا  
عبد اللہ المہدی بن حسین النقی بن احمد الوفی بن عبد اللہ الرضی بن محمد بن اسماعیل بن امام جعفر صادق حضرت  
مہدی کے والد حسین النقی (یا محمد الحسین) صلیہ سلامیہ میں جو ملک شام کے مشہور شہر حمص کے متصل ہے رہا کرتے تھے اور  
یہاں سے مذہب اسماعیلیہ کے داعی اطراف عالم میں روانہ کرتے تھے۔ اس طریقہ پر اس فرقے کے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲) سے

[illegible]



عروج کے زمانہ میں خلفائے اسماعیلیہ کی سلطنت افریقہ و مصر و شام وین و حجاز تک پھیل گئی تھی یہ بادشاہ بڑے بہادر۔ سخی۔ علم دوست و منتظم مدبر اور متشرع تھے البتہ اپنے مذہب کی اشاعت میں جو امامیہ مذہب سے ملتا جلتا ہے جبر و سختی سے بھی کام لیتے تھے یہ ۳۶۳ ہجری میں حرین الشریفین نے بھی فرقہ اسماعیلیہ کے چوتھے خلیفہ ابو تمیم سعد المعز دین اللہ کی اطاعت قبول کر لی تھی اور وہاں خلفائے بغداد کا خطبہ موقوف ہو کر اس کا خطبہ پڑھا جانے لگا تھا۔ اگرچہ حجاز پر اسماعیلیہ کا اثر ان کی سلطنت کے اختتام یعنی ۵۶۷ھ ہجری تک باقی رہا مگر خلفائے بغداد بھی آخر دم ۵۷۱ھ ہجری تک حکومت حجاز کے دعویدار رہے اور جس زمانہ میں جس کا زور حجاز میں بڑھ جاتا اسی کا خطبہ وہاں پڑھا جانے لگتا اور وہی غلاف کعبہ بھی دیتا لیکن بقیاس غالب المعز دین اللہ کے زمانہ سے کوئی ایک سو برس تک غلاف کعبہ مصر ہی سے جاتا رہا۔ المعز کے جانشین بھی بڑے اتہام کے ساتھ حرین کے امرا و شرفاء کی تنخواہیں اور غلاف کعبہ بھیجا کرتے تھے حکیم ناصر خسرو جس نے ۵۳۹ھ ہجری سے ۵۷۲ھ تک مصر سے روانہ ہو کر چارج کئے تھے اس کے سفر نامے سے ظاہر ہے کہ اس وقت سلطان مصر ابو تمیم سعد تنصر بامر اللہ بن ظاہر تھا جس کی سلطنت ۵۲۷ھ ہجری سے ۵۷۸ھ تک رہی ہے۔ یہ سال میں دو مرتبہ مقررہ اوقات پر غلاف کعبہ و وظائف اہل حرین نہا پابندی کے ساتھ بھیجا کرتا تھا۔ ایک دفعہ تو حج کے زمانہ میں غلاف بھیجا جاتا تھا دوسری مرتبہ کا پتہ نہ لگا کہ کس وقت بھیجتا تھا۔

وسطاً جب میں سلطان کی جانب سے مسجدوں میں اعلان کر دیا جاتا تھا کہ:-

”مسلمان حج کا موسم آ رہا ہے سلطان فرج گھوڑے۔ اونٹ زاد سفر وغیرہ سب معمول کیا

ہے جو شخص حج کے واسطے جانا چاہتا ہے قافلہ کے ساتھ ہو سکتا ہے۔“

اسی طرح رمضان میں بھی سنادی کی جاتی تھی عموماً حکیم ذی قعدہ سے حاجی روانہ ہونے شروع ہوتے تھے۔ غلاف کعبہ کے ساتھ جو فرج رہتی تھی اس کی خوراک اور روانہ چارہ کے اخراجات کا اندازہ ایک نہرار دینار مغربی روزانہ تھا۔ اس کے علاوہ ہر شخص کو بیس دینار علیحدہ ملتے تھے یہ قافلہ

شصرف امیر کو تین ہزار دینار ماہانہ کے حساب سے رقم بھیجی جاتی تھی۔ اس کے سوا غلعت اور گھوڑا بھی جوتا تھا۔

پچیس دن میں مکے پہنچتا تھا۔ دس دن وہ ان قبایع ہوتا تھا پچیس دن واپسی میں لگتے تھے۔ اس طرح دو مہینے میں ساٹھ ہزار دینار خرچ ہوتے تھے۔ تنخواہیں معزوریوں۔ انعام اکرام۔ حربے ہوئے اونٹوں کے بدلے میں جواوٹا خریدے جاتے تھے انکی قیمت اس کے سوا ہوتی تھی۔ سڑک کے میں حجاز کے سخت قحط کے باعث مصر سے حاجیوں کا قافلہ نہیں جاسکا تھا۔ البتہ غلاف کعبہ دریائی رستے سے بھیج دیا گیا تھا جو مدینے ہوتا ہوا ایک مہینہ چھ دن میں مکے پہنچ گیا تھا۔ ناصر خسرو بھی اس کے ساتھ تھا۔ اس غلاف کعبہ کی وضع قطع کی نسبت وہ لکھتا ہے:-

غلاف کعبہ کا رنگ سفید ہے جس میں دو طرازین یعنی زمین کا رنگ کے گڑے میں ہر گڑے کا عرض گز بھر ہے اور ان دونوں طرازوں کے بیچ میں گز چھ گھڑی چھوٹی ہوئی ہے اور ان کے اوپر نیچے بھی اسی قدر چھوڑ دی گئی ہے یعنی ان طرازوں کی وجہ سے بیت اللہ کی بلندی کے تین حصے ہو گئے ہیں وہ اس طرح کہ اوپر کوئی تیس گز غلاف سادہ ہے پھر دگر بھر کی اکا مدار پٹی پھر دگر کا سادہ غلاف پھر اکا مدار پٹی پھر دس گز سادہ غلاف پر چاروں طرف رنگین حرامین بنی ہوئی ہیں اور اور ان نہری نقش و نگار میں بیچ میں ایک بڑی محراب اور اوپر اور ہر دو چھوٹی اس طرح ہر دو بار پرتین تین حرامین بنی غلاف کے چاروں طرف کل بارہ محراب ہیں۔“

(سفرنامہ ناصر خسرو فارسی مخطوطاتی صفحہ ۵۸)

ناصر خسرو کے مذکورہ بالا حساب سے کعبے کی بلندی (۳۲) گز ہوتی ہے لیکن یہ واضح رہے کہ کعبے کی بلندی ہمارے انگریزی گز کے حساب سے تخمیناً سولہ گز ہے اس طرح ناصر خسرو نے جس گز کی پیمائش دی ہے وہ آدھے ہی گز کا ہو گا جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں غلاف بنی فاطمہ کا اثر و اقتدار حجاز پر کوئی ایک سو برس تک رہا تھا اور اسی خلیفہ مستنصر کے زمانہ میں اسکی سلطنت کے ضیاع کے سبب مکہ و مدینہ میں اس کا خطبہ موقوف ہو گیا تھا جس سے قیاس تھا ہے کہ اسی وقت غلاف مصر کا غلاف بھی بنایا ہی بند ہو گیا ہو گا اور بغداد سے غلاف آنے لگا ہو گا۔

## ساتویں فصل

### (۱) اسلامیین یو بیہ مصر کا غلاف کعبہ

اسماعیلی خلفائے مصر کے آخری تاجدار عاصد لدین اللہ کو ملک داری و انتظام کی کوئی

قابلیت نہ تھی۔ اسماعیلی یا فاطمی خلافت جو ایک سو برس سے مسلسل کمزور ہوتی چلی آ رہی تھی وہ اب اور بھی ضعیف ہو گئی۔ عاصد الدین اللہ اپنے مشہور وزیر صلاح الدین بن ایوب فاتح بیت المقدس کے ہاتھ میں کٹ پتلی بنا ہوا تھا۔ محرم ۵۹۷ھ ہجری میں عاصد کی وفات پر خلفائے فاطمی کی اولاد میں اس وقت کوئی بھی ایسا منتظم و مدبر موجود نہ تھا جو اس پر آشوب زمانہ میں مجاہدین صلیب کے سیلاب کو روک کر مصر و حجاز کو بچا سکتا اس لئے صلاح الدین نے سلطنت مصر کا انتظام خود اپنے ہاتھ میں لے لیا اس کے ساتھ ہی ملک حجاز بھی جو بہ لحاظ تعلقات مصر کا ایک جزو تھا صلاح الدین کے قبضے میں آ گیا۔ تاہم خلافت عباسیہ چونکہ ابھی تک بغداد میں قائم تھی اس لئے صلاح الدین نے مصر میں خلیفہ بغداد ہی کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور غلات کعبہ بھی بدستور بغداد سے آتا رہا۔ کچھ دن بعد خطبہ میں خلیفہ بغداد کے نام کے ساتھ صلاح الدین کا نام بھی لیا جانے لگا اور چونکہ حیرین کے امرا و روسا کی صلاح الدین نے تنخواہیں مقرر کر دی تھیں اس وجہ سے حجاز پر خلیفہ بغداد سے زیادہ زیادہ صلاح الدین کا اثر تھا۔

۵۹۹ھ ہجری میں صلاح الدین کی وفات کے بعد اس کا لڑکا عزیز عثمان فرما کر وائے مصر ہوا اور اس طرح کوئی اسی برس یعنی ۶۰۰ھ ہجری تک اس خاندان میں سلطنت چلتی رہی۔ صلاح الدین کے نام کے جزو ایوب کی وجہ سے تاریخ مصر میں یہ بادشاہ سلاطین ایوبیہ کے نام سے مشہور ہیں یہ زمانہ چونکہ خلفائے عباسیہ کی انتہائی کمزوری کا تھا اس وجہ سے حجاز کے حقیقی فرمانروا سلاطین ایوبیہ ہی تھے۔

اگرچہ اس وقت ہمارے پاس کوئی ایسی شہادت نہیں ہے جس سے سلاطین ایوبیہ کے لئے صلاح الدین فاتح بیت المقدس کا نام نامی کسی قنارت کا محتاج نہیں ہے ایک اچھے بادشاہ میں جس قدر صفات جمیدہ ہونی چاہیں وہ سب اس میں موجود تھیں۔ صلیبی مجاہدین عیسائیوں کے ٹڈی دل کا مقابلہ میں بہادری سے اس نے کیا وہ صفات تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ ۶۰۲ھ ہجری میں یہ عاصد الدین اللہ خلیفہ مصر کا وزیر ہوا۔ ۶۰۶ھ میں مصر و حجاز و شام کا بادشاہ ہوا۔ ۵۹۹ھ ہجری میں وفات پائی۔ دمشق میں اس کی قبر زیارت گاہ خاص و عام ہے۔





روانگی غلاف کعبہ کی کیفیت معلوم ہو سکے۔ تاہم بعض مؤرخ اس پر متفق ہیں کہ غلاف کعبہ کے ساتھ برقع کعبہ کی ایجاد خاندان ایوبیہ کی مشہور ملکہ شجرۃ الدرر نے کی تھی اور اس زمانہ میں محل کی روانگی بڑے تزک و احتشام سے ہوا کرتی تھی نیز غلاف کعبہ میں برقع کعبہ یعنی در کعبہ کے پردے کی موجود بھی یہی ملکہ سمجھی جاتی ہے چونکہ اس ملکہ کا نام فاطمہ تھا اس وجہ سے برقع کعبہ کو برقع فاطمہ کہتے ہیں اور عوام الناس اس کو فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کی ایجاد سمجھتے ہیں۔

## (۲) پانچویں صدی میں غلاف کعبہ کا سفر

چھٹی صدی ہجری تک غلاف کعبہ کے ساتھ محل کا وجود نہ تھا۔ اُس زمانہ میں غلاف کعبہ کبھی خشکی کی راہ سے اور کبھی بحری رستے سے بھیجا جاتا تھا۔ ناصر خسرو کے سفر نامہ سے ظاہر ہے کہ ۳۹۰ھ ہجری میں غلاف کعبہ نے بحری راہ سے سیفیل منزلین طے کیں تھیں۔

روانگی از قاهرہ جانب قلزم (سوئز)

خشکی کا سفر

درو سوئز

سفر دریا۔

یکم ذیقعدہ ۳۹۰ھ

یکم تا ۵ ذیقعدہ

۶ ذیقعدہ

۷ تا ۲۱ ذیقعدہ ۵۱۰ھ

۱۰ شجرۃ الدرر کے سخی موتیوں کے درخت کے ہیں یہ ملک الصلح نجم الدین کی بیوہ تھی۔ اس کی وفات کے بعد چند جینیہ مصر کے فرمانروا بھی رہی بعد میں اس نے ملک الغرغری الدین ایک سے جو حلوک خاندان کا پہلا بادشاہ تھا عقد کر لیا اور سلطنت مصر اس کے حوالہ کر دی۔ ۵۵۰ھ ہجری میں مغزئے شاہ موصل کی لڑکی سے نخل کا پیام دیا اس پر شجرۃ الدرر نے معز کو زہر دیدیا۔ معز کے غلاموں نے شجرۃ الدرر کو قتل کر ڈالا۔ اس ملکہ کا نام فاطمہ تھا۔ اس کی قبر قاهرہ کے محلہ نخاسین میں ہے اور عام لوگ اس کو قبر فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا تصور کرتے ہیں۔ یہ ملکہ نہایت مخیر اور با فیض تھی اہل مصر کو اس کے مرزبان سے خاص عقیدت ہے۔





# فصل آٹھویں (۱) مملوک سلاطین مصر کا خلافت کا عہد

۱۲۷۸ء میں مصر کی سلطنت ایوبیہ ختم ہو گئی اور مملوکوں کی حکومت شروع ہوئی۔ ۱۵۱۷ء ہجری میں خلافت بغداد کا خاتمہ ہو گیا اور بقول سیوطی تین سال تک دنیا بغیر خلیفہ کے رہی۔ اس کے بعد ۱۵۱۷ء ہجری میں خلافت کی گدی مصر میں تیار کر لگائی یعنی عباسی شہزادے جو تاتاریوں کی تلوار سے بچ رہے تھے بہاگ کر مصر پہنچے۔ مملوک سلاطین نے پیرزادہ سمجھ کر ان کے قدم لئے اور اپنی نئی سلطنت کی رونق بڑھانے کے لئے تبرکاً بلکہ دواؤ ناصر الدین اللہ کے پوتے مستنصر باللہ کو سجادہ نشین خلافت بنایا اور یہ سجادہ نشینی کا سلسلہ بھی مملوکوں کی سلطنت کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ اس طرح بے لاک کے خلیفہ بھی کوئی اٹھارہ ہوئے ہیں۔

۱۵۱۷ء میں خلیفہ مستنصر باللہ کے وزیر ابن علقمی نے تباہی بغداد کا واقعہ نہایت مشہور ہے چنگیز خاں کے پوتے ہلاکو خان نے ۱۲۵۹ء میں خلیفہ مستنصر باللہ کے وزیر ابن علقمی سے سازش کر کے بغداد پر چڑھائی کی اور اس بری طرح سے محاصرہ کیا کہ بغداد کے لاکھوں باشندوں میں سے شکل گنتی کے آدمی جان بچا کر بھاگ سکے۔ عورت مرد، بچے، عطا، فقلا، شاعر، محدث، مفسر سب تلوار کے گھاٹ اتارے گئے۔ البتہ محلہ کرخ کے شیعوں کو ابن علقمی کے طفیل میں پناہ مل گئی۔

۱۵۱۷ء جلال الدین سیوطی مولف تاریخ الملک نے نیز اور اسی قسم کے دوسرے فاسق و فاجر بادشاہوں کو بھی خلیفہ یعنی آنحضرت کا جانشین اور مسلمانوں کا روحانی پیشوا تسلیم کیا ہے۔ گویا سیوطی کی نظر میں خلافت کے لئے تقدس و تقویٰ و علم و عبادت کی ضرورت نہیں ہے۔ خلیفہ کچھ بھی کرے پھر بھی وہ رسول اللہ کا سچا جانشین سمجھا جاتا ہے۔ سیوطی اگر اس زمانہ میں جوتے تو ان کو یہ دیکھ کر بڑا صدمہ ہوتا کہ دس بارہ سال سے کوئی خلیفہ نہیں ہے اور دنیا کے کاروبار بے فائدہ رہا۔



اس زمانہ میں مصر و حجاز کے اصلی مالک حلوک سلاطین ہی تھے البتہ پریشیتا نہ ہی  
 ورومانی پیشوا کے خاص خاص کاغذوں پر ان پیرزادوں کی ہر بھی کرائی جاتی تھی۔ اس ترکیب سے  
 حلوکوں کی سلطنت ایک باضابطہ خلافت ہو گئی تھی سلاطین ایوبیہ مصر کے آخری فرمانروا ملک  
 نجم الدین ایوب نے ۶۳۷ھ ہجری میں نو مسلم فرنگی غلاموں کا ایک رسالہ مرتب کیا تھا۔ اسکی  
 وفات کے بعد ۶۴۷ھ ہجری میں اس رسالے کا افسر ملک معز الدین ایک مصر کا سلطان بن گیا  
 اس کے بعد اس کا لڑکا تخت نشین ہوا اور اسی طرح کچھ اوپر ڈھائی سو برس تک مصر میں  
 ان کی بادشاہت چلتی رہی یہ لوگ سرکیشیا (چرکسیا) کے رہنے والے تھے اس لئے ان کو چرکسی  
 بھی کہتے ہیں جس کی وجہ چرکسہ ہے۔ نیز غلام ہونے کی وجہ سے ملک کہلاتے ہیں۔ ۹۱۲ھ ہجری  
 انکی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا اور ملک مصر سلطان بڑکی سلیم کے تصرف میں آ گیا۔ رہے رہے  
 حلوکوں کا قلع و قمع ۸۱۸ھ میں محمد علی پاشا نے قتل عام کر کے کر دیا۔

۱۷۷۰ھ یہ خلفا اسلامی خدمات کو بناء پر بعض بادشاہوں وغیرہ کو خلعت بھی عطا فرماتے تھے سلطان محمد تعلق بادشاہ  
 ہند کے نام بھی شمسہ میں مصر سے خلعت و فرمان آیا تھا جس پر اس نے بڑا دربار کیا تھا۔ قصائد بد رچاچ میں اس  
 واقعہ کی نسبت ایک قصیدہ موجود ہے جبکہ مطلع یہ ہے: جزل ارقان کردول بشروا گویاں سید بہرہ کر خلیفہ سوسلطان خلعت فرمان سید  
 ۱۷۷۰ھ مصر میں ملک الصالح نجم الدین کا شمار اوپا والہ اور صاحبان خرقہ میں کیا جاتا ہے۔ وہ اپنے ہاتھ سے کھجور کے  
 پتون کی ڈکریاں بنا کر گذر اوقات کیا کرتا تھا اور خزانہ شاہی سے ایک پیسہ نہیں لیتا تھا۔ اس کا دام سلطنت  
 ۶۳۷ھ سے ۶۴۷ھ تک ہے۔ قاہرہ کے حملہ خاسین کسارٹھ میں اس کا خزانہ اور بیع اثاثی میں یہاں اس کا  
 مولود جو ایک قسم کا عرس ہوتا ہے ہر سال کیا جاتا ہے۔

۱۷۷۰ھ موجودہ خاندان خدیوہ مصر کا بانی محمد علی پاشا ۱۷۶۹ھ میں صوبہ رومیلیا علاقہ ترکی میں پیدا ہوا تھا۔ ترکی  
 فوج میں بھرتی ہو کر اس نے ۱۷۹۹ھ میں فرانسسوں کے مقابلہ میں سلطان ترکی کی طرف سے مصر میں لڑ کر دوشعبا  
 دی۔ بڑھتے بڑھتے مصر کا گورنر ہو گیا اور ملک سلاطین کے پساندن کی بغاوتیں فرد کر کے مصر کا انتظام سخت اصول  
 پر قائم کیا۔ ۱۸۱۱ھ میں اہل نجد کے اخراج کے لئے حجاز پر چڑھائی کی اور کست علی رز پاشی اور سازشوں سے عربوں کو  
 ملا کر ۱۸۱۱ھ میں نجدیوں کا قبضہ حجاز سے اٹھا دیا۔ ۱۸۱۳ھ میں ترکوں سے جھگڑا کر اپنے لڑکے ابراہیم پاشا کو ملک  
 تمام پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا اور بیت سا علاقہ ترکوں سے فتح کر لیا۔ اس کے بعد دول یورپ نے (بقیہ صفحہ ۴۰) پر

ملوک سلاطین کے زمانے میں خلافت کعبہ کی مصر سے روانگی بڑی دھوم دھام سے  
ہوا کرتی تھی وہ خود بھی بہترین لباس پہنے محل کے ساتھ ساتھ رہا کرتے تھے اور اپنے ہتھیاروں  
دوسرے پر تکلف سامان۔ شان و شوکت اور جاہ و شہم میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی  
کوشش کیا کرتے تھے۔ اس زمانے میں سعدیہ فرقے کے درویش بھی محل کے ساتھ زندہ سانپ  
کھاتے ہوئے نکلا کرتے تھے اور خلافت کعبہ محل بڑے نرگس احتشام کے ساتھ قاہرہ سے روانہ ہوا کرتا  
تھا۔ یہاں تک کہ شہر ہجری میں ملک الصالح اسماعیل ابن ملک الناصر بن قلاؤں نے  
خلافت کعبہ کی تیاری کے لئے صوبہ قیلوبیہ ضلع قاہرہ کے تین گاؤں بسوس۔ سند میں اور ابو العیضا  
بھی کہتے ہیں خرید کر وقت کر دیے۔ بعض مورخوں نے سند میں کی جگہ موضع حوس کا نام بھی  
(بقیہ حاشیہ) بیچ میں پڑ کر صلح کراوی میں کی رو سے ملک مصر ہیشہ کے لئے اس کے خاندان کی واسطے مخصوص ہو گیا۔ ۷۴۸ھ  
میں بوجہ ضعف و پیری اس نے گوشہ نشینی اختیار کر کے حکومت مصر اپنے فرزند ابراہیم پاشا کے سپرد کی اور ۷۴۸ھ میں بمقام  
قاہرہ انتقال کیا۔ ۷۴۸ھ ملوک سلاطین مصر کے پسماندہ امراء و روساء سلطنت ترکی کو دوق کیا کرتے تھے اور ہر وقت  
اُن سے کھٹکا لگا رہتا تھا۔ ۷۴۸ھ میں جب محمد علی پاشا نے دہلیوں کے مقابلہ کے لئے حجاز پر چڑھائی کا ارادہ کیا تو اپنے گھر کا  
انتظام کرنے کے لئے یہ تدبیر سوچی کہ صلاح و مشورے کے حیلے سے تمام چھوٹے بڑے ملوک سرداروں کو قلعہ قاہرہ میں بلایا او  
اُن سے کہا کہ میں تو دہلیوں کو حجاز سے نکالنے جا رہا ہوں۔ مصر کا انتظام تمہارے ہاتھ ہے۔ دربار برخواست ہو ا محمد علی  
پاشا اپنے محل میں ملا گیا اور ملوک اپنے گھر آئے گئے مگر قلعہ کے دروازے میں قفل پڑ چکا تھا اور گولیوں کی بارش ہونے لگی  
تھی (۷۴۰ھ) ملوکوں میں سے صرف ایک شخص آیتن بے اپنے گھوڑے کو قلعہ کے تیرگڑا دیواری پر سے کہ اگر گولیوں کی بوچھا  
میں سے نکل بہا گئے میں کامیاب ہوا۔ اس کے بعد وہ تمام ملوک جو شہر میں باقی رہ گئے تھے قتل کئے گئے اور ان کا گھر  
باروٹ لیا گیا ۷۴۵ھ یہ دویش مصر میں اب بھی موجود ہیں۔ اس فرقے کے بانی کا نام سعد تھا۔ قاہرہ میں سیلا انبی و شب  
مصرانج کی تقریب پر یہ لوگ ذکر کرتے ہوئے غول بنا کر نکلتے ہیں اور مختلف قسم کی کرتیین دکھاتے ہیں۔ اب ان کے مرشد  
سانپ کھانا مرام قرار دیا ہے ورنہ ایسے موقعوں پر یہ لوگ زندہ سانپ کاپن چبا جاتے تھے۔ سیلا انبی کے جن میں یہ  
انکے مرشد کی سواری گھوڑے پر نکلتی ہے۔ یہ لوگ مٹرک پر ایک دوسرے کے برابر برابر اوںد ہے لیٹ جاتے ہیں اور مرشد  
گھوڑے پر سوار مدد و خادموں کے جو کلام پکڑے رہتے ہیں ان کی پیٹھ پر سے گزرتے ہیں جن پر سے گھوڑا نکل جاتا ہے وہ  
گھوڑے پر سوار مدد و خادموں کے جو کلام پکڑے رہتے ہیں ان کی پیٹھ پر سے گزرتے ہیں جن پر سے گھوڑا نکل جاتا ہے وہ

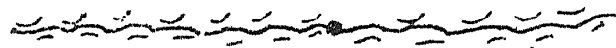
بھی لکھا ہے ان تینوں گاؤں کی آمدنی (۸۹۰۰۰) درم یعنی تھینا ایکس ہزار چھ سو چھپن روپے تھی لیکن قحط وغیرہ کی وجہ سے جب ان دیہات کی مالگداری وصول نہیں ہوتی تھی تو غلات کعبہ صغیبا ملتوی بھی ہو جاتا تھا۔

ملوک بادشاہوں کے زمانہ میں جو امیر الحاج غلاف کعبہ لیجا آتا تھا وہ بڑے مرتبہ کا عہدار سمجھا جاتا تھا۔ اس کے بعد وہ صوبہ کی گورنری کا دعویدار ہو جاتا تھا۔ سلطان ووالی کے بعد یہ خدمت سمجھی جاتی تھی۔ اس کی رائے کو خاص وقت دی جاتی تھی۔ اس کی خدمت مستقل ہوتی تھی اسکا تقرر فرمان شاہی سے ہوا کرتا تھا حجاز میں وہ بڑا اقتدار رکھتا تھا اور امر و مکہ کا عزل و نصب بھی اکثر اس کے حکم سے ہوتا تھا۔

ملوک بادشاہوں نے اپنی تمام قلمروں میں حکم دیدیا تھا کہ ہر سے حجاز تک جہان جہان محل گزیرے و مان کے عہدہ دار محل کے اونٹ کے پاؤں کو چوہین سلطان الظاہر چیمپن نے سلسلہ میں یہ طریقہ موقوف کیا۔

بعض مورخ کہتے ہیں کہ ملک منصور ابوالمعالی قلاؤں صراحی نے جس کی سلطنت ۶۷۱ھ سے ۶۸۹ھ ہجری تک رہی سبغلاف کعبہ کا رواج دیا تھا لیکن تقی الدین فاسی کے بیان سے یہ پایا جاتا ہے کہ ناصر الدین اللہ عباسی کے زمانہ سے جس کی حکومت ۵۷۵ھ سے ۵۹۲ھ ہجری تک رہی تقی الدین کے زمانہ سلسلہ ہجری تک غلاف کا رنگ سیاہ ہی چلا آ رہا ہے۔

ملوک سلاطین کے غلاف کے کتبے کی نسبت کہتے ہیں کہ اس پر آیات قرآنی کلمہ طیبہ اور صحابہ کرام کے نام بنے رہتے تھے اور بڑے بڑے حرفوں کے اندر باریک باریک حرفوں کے کتبے بھی ہو کرتے تھے۔ حاشیہ پر بھی آیات قرآنی ہوا کرتی تھیں۔ کبھی کبھی غلاف کعبہ بالکل سادہ بھی رکھتے تھے۔





# نویں فصل

## (۱) غلاف کعبہ سلاطین عثمانیہ کے زائے میں

سلسلہ ہجری میں جب ارض مقدس حجاز قلمرو عثمانیہ میں داخل ہوئی تو غلاف کعبہ کی تیاری رواج قدیم کے مطابق مصر سے جاری رہی مگر سلطان اسماعیل ابن ملک الناصرین قلاؤ کے وقت کردہ دیہات کی آمدنی غلاف کے مصارف کے لئے جب نا کافی ہونے لگی تو سلطان سلیمان اعظم نے جس کا زمانہ ۹۲۴ھ ہجری سے ۹۷۴ھ تک ہے علاقہ مصر کے سات گاؤں اور وقف کر کے جن کے نام اور آمدنی درج ذیل ہے:-

| نام موضع          | آمدنی        |
|-------------------|--------------|
| سلکہ              | (۳۰۴۹۶) درم  |
| سیر و پنجہ        | (۷۱۸۲۰) درم  |
| قریش الحجر        | (۵۱۳۰۳) درم  |
| سنایل و کوم ریجاں | (۳۷۸۴۰) درم  |
| بجام              | (۱۱۴۹۳۴) درم |
| غنیۃ الفساری      | (۶۰۸۵۸) درم  |
| بطالیا            | (۱۰۴۸۴) درم  |

جملہ (۳۷۷۷۳۹) درم یا (۱۰۷۱۰) روپیہ

اس وقت نامہ کی تکمیل ماہ صفر ۱۰۷۱ھ میں ہوئی ہے اس کے بعد بارہویں صدی ہجری میں محمد علی پاشا خود مصر نے ایک باضابطہ وقت نامہ لکھ کر اس کی تجدید کر دی لیکن آمدنی مذکورہ غلاف کے جملہ مصارف کے لئے عموماً نا کافی ثابت ہوتی تھی اس لئے عام خزانہ مصر سے اس

تعمیل کی جاتی رہی جس کی تفصیل آگے بیان کی جائیگی۔

## (۲) غلاف کعبہ کے اجزاء اور کتبے

چونکہ مذہب اسلام میں خالص ریشمی کپڑے کا استعمال ناجائز ہے اور غلاف کعبہ بھی بعض اوقات لوگوں کے استعمال میں آجاتا ہے۔ اس لئے غلاف میں بھی اس کا لحاظ عموماً ہر زمانہ میں کیا جاتا رہا ہے چنانچہ عہد عثمانیہ کے غلاف میں بھی تاناسوت کا اور بانارشم کا ہوتا تھا۔ اس کا کپڑا نہایت دبیز اور چمکدار سیاہ یا اودا ہٹ لئے ہوئے سیاہ یعنی بلو بلک ہوتا تھا۔ ۱۳۶۷ء تک غلاف کعبہ جب دستور قدیم مصر سے ہی آتا رہا غلاف کعبہ کی تیاری قاہرہ میں ہوتی تھی۔ ۱۸۳۵ء میں ولیم لیس صاحب نے لکھا ہے کہ قلعہ قاہرہ میں غلاف تیار کیا جاتا ہے۔ ۱۸۵۳ء میں کپتان برٹن صاحب لکھتے ہیں کہ قاہرہ میں محلہ باب الشعارہ کے متصل روٹی کے ایک کارخانہ میں جسے الخرنفش کہتے ہیں غلاف تیار ہوتا ہے۔ مراۃ المحرمین خرنفش محلے کا نام بتایا گیا ہے اور اس کارخانہ کا نام مصنع الکسوفہ تحریر ہے۔ ہمارے زمانہ تک اسی کارخانہ میں اور اسی محلے میں غلاف تیار ہوتا رہا۔ تیاری غلاف کا انتظام عبداللہ فائق بک کے سپرد تھا اور وہی اسی کارخانہ کے ہتھم تھے۔ انہوں نے غلاف میں برتھ خونی اور صفائی پیدا کر دی۔ عہد عثمانیہ کے غلافوں کے ٹکڑے ہندوستان میں ہزاروں آدمیوں کے پاس موجود ہیں۔ اس فقیر کے پاس بھی کئی ٹکڑے ہیں جن میں ایک کوئی ڈیڑھ گز کا ہے۔ یہ میں نے ۱۳۵۵ء میں مکہ معظمہ سے یہ قلعہ کوہ معظم کی چوٹی پر شہر قاہرہ کی سطح سے کوئی ڈھائی سو فٹ کی بلندی پر بنا ہوا ہے۔ باوجود اس بلندی کے قلعہ کے اندر جانے کا راستہ ایسا بنایا گیا ہے کہ لدھے ہوئے اونٹ بہ آسانی چڑھ سکتے ہیں۔ یہ قلعہ سلطان صلاح الدین نے ۱۱۸۵ء میں تعمیر کرایا تھا۔ قلعہ کے اندر محمد علی پاشا بانی ناندان خدیو کا عالی شان محل سنگ مرمر کی ایک خوشنما سی اور توپیں ڈھالنے کا کارخانہ ہے۔

۱۱۸۵ء مصنع الکسوفہ کے معنی غلاف کا کارخانہ۔

میں لیا تھا اور یہ سب کچھ جیومی کے علاوہ کا ٹکڑا ہے اس کا رنگ بیو بلیک ہے۔ ایک دوسرا ٹکڑا گہرے سیاہ رنگ کا ہے۔ یہ کوئی بیس برس قبل کا ہے اور بہت دبیز ہے مگر اس کی ساخت میں اس قدر صفائی نہیں ہے اور سینے کی ترکیب میں بھی تھوڑا سا فرق ہے۔  
عہد عثمانیہ کا علاوہ چار بڑے اجزاء پر مشتمل ہوتا تھا۔

(الف) اصل غلاف یا کسوۃ

(ب) حزام دیپٹی

(ج) روزکات (دائریہ)

(د) برقع (باب کعبہ کا پردہ)

ابن چاؤن اجزاء کی تشریح بہ قدر ضرورت کی جاتی ہے:-

## (الف) اصل غلاف

کعبہ بہ ظاہر بالکل مربع عمارت معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقت میں وہ مربع نہیں بلکہ مختلف اضلاع کا ایک چوکھونٹا مکبرہ ہے۔ مورخون نے اس کی پیمائش مختلف لکھی ہے مگر زیادہ صحیح یہ ہے:-

انچہ

فٹ

(۱۰)

(۳۷)

عرض

مشرقی دیوار

(۶)

(۳۹)

"

مغربی دیوار

(۳)

(۳۲)

"

شمالی دیوار

(۴)

(۳۲)

"

جنوبی دیوار

(۹)

(۴۸)

چاروں دیواروں کی بلندی

غلاف کے کپڑے کا عرض (۳۵) انچہ کا تھا یعنی ایک انچہ کم گز بھر کا۔ اس حساب سے کعبہ کی چاروں دیواروں کو اوپر سے نیچے تک ڈھانپنے کے واسطے ساڑھے تیرہ گز کے (۶۲) تہان آتے تھے اس کپڑے کے عرض میں "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُهُ" کی دو دو قطاریں تھیں خوشامخط میں اوپر سے نیچے تک مسلسل نبی رہتی تھیں۔ اس طرح آدھ گز چوڑے اور (۳۵) انچہ





خلا ف کمیہ کا ایک ڈکشنری



لبے ٹکڑے میں پورا ایک کلمہ آجاتا تھا اور (۳۵) انچے لمبے (۳۵) انچے چوڑے ٹکڑے میں دو کلمے بنے رہتے تھے کلمے کے حروف (الف) یا (لام الف) کی لمبائی دس گیارہ انچے ہوتی تھی عرفو کی جسامت یا موٹائی ایک تھائی انچہ تھی۔ سرکلمے کے اوپر کی جانب (جل جلالہ) ایک طرف سیدھا دوسری طرف معکوس اس طرح لکھا رہتا تھا کہ بظاہر صرف (جل جلالہ) دکھائی دیتا تھا مگر "جیم" کے "سر" اور "ل" کو وہ مرتبہ برسرے سے جل جلالہ صاف نظر آتا تھا کلمے کے اوپر ایک مثلث کے اندر لفظ "اللہ" دو کلمے کا جزو تھا بتا رہتا تھا اور نیچے کی طرف دوسرے مثلث میں "یا اللہ" لکھا رہتا تھا۔ پارچہ غلاف کے عرض (۳۵) انچے اور اتنے ہی طول میں جس طرح دو کلمے لکھے رہتے تھے اس کی کیفیت عکسی تصویر سے واضح ہوگی۔

### (ب) حِزَام

حِزَام کے معنی بڑیا پٹی کے ہیں۔ یہ کوئی ڈھلی فٹ چوڑی زرین کام کی ایک پٹی ہوتی تھی جو زرین سے تقریباً (۳۲) فٹ کی لمبائی پر کعبے کے گرد غلاف میں لپی رہتی تھی کعبے پر غلاف اس طرح ڈالتے تھے کہ ایک ٹکڑا چھت کے قریب سے دیوار کعبہ کے ایک تھائی حصے یعنی (۱۶) فٹ تک نیچے لٹکتا تھا اور دوسرا ٹکڑا دیوار کے نیچے تک پہنچ کر باقی ماندہ حصے یعنی (۳۲) فٹ کو ڈھک لیتا تھا۔ دیواروں پر جہاں جہاں ان دو ٹکڑوں کا جوڑ ملتا تھا۔ وہاں سیون کو چھپانے کے لئے حِزَام آجاتی تھی حِزَام کے آہٹہ ٹکڑے ہوتے تھے۔ ہر دیوار پر دو ٹکڑے آجاتے تھے۔ حِزَام کا استر سرخ اطلس کا ہوتا تھا اور اوپر کی جانب سیاہ ریشمی نعل نما کپڑے پر طغرائی شکل میں سنہری تاروں سے جن میں ریشم نہیں ہوتا تھا نہایت خوشخط آیات

حملہ اذورڈ ولیم لین صاحب نے اپنی کتاب موڈرن ایکمپینیز (موجودہ مصری) میں ۱۸۸۲ء کے غلاف کعبہ کے حالات لکھے ہیں وہ حِزَام کے چار ٹکڑے بیان کرتے ہیں ممکن ہے کہ اس وقت کعبے کے ہر سمت کے لئے ایک ایک ٹکڑا ہوتا ہو مگر صمد دراز سے کعبے کی جو تصاویر دیکھنے میں آرہی ہیں ان میں ہر طرف حِزَام کی دو دو پٹیاں ہیں۔ چودھویں صدی تا بیسویں صدی بھی آہٹہ ٹکڑے بیان کئے گئے ہیں اور ۱۳۴۴ھ ہجری میں اس درویش نے بھی جو غلاف ۱۳۴۴ھ کا آیا ہوا دیکھا تھا اس میں بھی آہٹہ ٹکڑے تھے۔

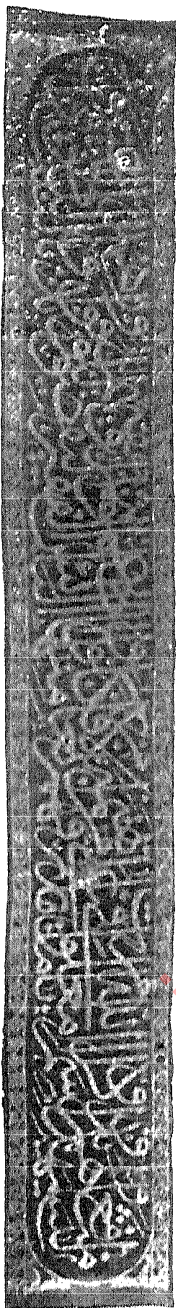
قرآنی کڑی رہتی تھیں جو قریب سے بہت نمایاں معلوم ہوتی تھیں اور تھوڑے سے فاصلہ سے یہ بیٹیاں سونے کا ایک پترہ نظر آتی تھیں۔ حزام کی آٹھون پٹیوں میں (۵۱۳ء) شقال کلاتون خرچ ہوتا تھا جس کا وزن انگریزی سیر کے حساب سے سو اہتیس میبر ہوا۔ حزام وغیرہ پر جو کتا ہے وہ بقول صاحب مرآۃ المحرین مصر کے مشہور پے نقل خوشنویس عبد اللہ بک زبیدی کی ہے جنہوں نے اسماعیل پاشا خدیو مصر کے زمانہ میں کتابت کی تھی اس خط کو اہل مصر خط طومار کہتے ہیں۔ یہ عربی خوشنویسی کی سب سے بڑی قسم ہے اور اگرچہ یہ بدوور سے نظر آتی ہے مگر پڑھنے میں تکلف ہوتا ہے برٹن صاحب جنہوں نے ۱۵۳۲ء میں مصر چلا گیا تھا اپنے سفر نامے میں لکھتے ہیں کہ ”اگلے زمانہ میں غلات کعبہ پر کل قرآن بنا جاتا تھا۔ اب صرف سات سورتیں یعنی سورہ کعبہ۔ سورہ حریم، سورہ آل عمران، سورہ توبہ، سورہ طہ، سورہ یسین اور سورہ مبارک بنتے ہیں۔ علاوہ ان کے آئے ان اول بیت وضع للناس الذی بکنتہ مبارکاً و بدی للعالمین بنی رہتی ہے“ اگلے مورخوں اور زمانہ حال کے سیاحوں سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔ زمانہ قدیم میں پورے قرآن کا بننا جانا اور زمانہ حال میں سورتوں کا خلاف پرکار بننا کہیں سے ثابت نہیں ہے حزام یا برقع کعبہ پر جو سورتیں یا آیتیں بنی جاتی تھیں وہ سورہ الحمد۔ قل ہو اللہ آیت الکرسی اور سورہ حج و آل عمران و سورہ بقرہ کی چند آیتیں تھیں اور بس۔ ان کے علاوہ بادشاہ وقت کا نام ہوتا تھا۔ تقریباً ستر برس سے حزام پر حسب ذیل آیات کا لٹھی جاتی ہیں اور یہ منصر کے بیتال عبد اللہ بک زبیدی کی خطاطی کا نمونہ ہے۔ خدیو اسماعیل پاشا کے زمانہ میں محفوظ کیا گیا اور اب تک ہر سال سی کی نقل کی جاتی ہے۔ البتہ حسب ضرورت بادشاہ وقت کا نام بدلتا اور شتالی میں لکھا جاتا رہا ہے۔ بادشاہ کے خطاب کی تحریر کا صنگ ذیل کے نمونہ سے واضح ہو گا۔ جو سلطان محمد خاں خامس کے زمانہ کے حزام پر لکھا گیا تھا۔

سمت شرق جد ہر کعبہ کا دروازہ ہے پہلی پٹی

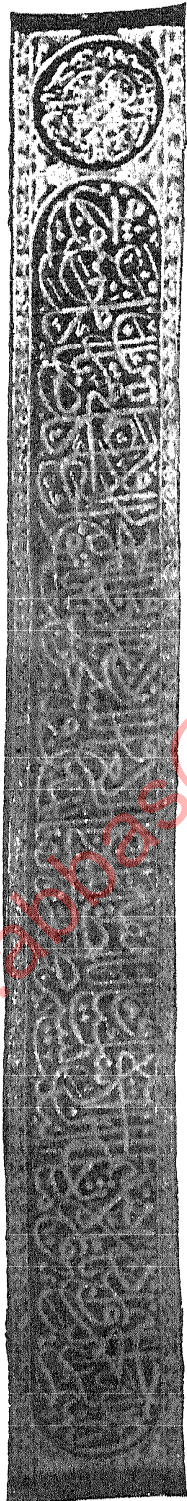
بسم اللہ الرحمن الرحیم و اذ جعلنا البیت مشابہ للناس و آمناء و اتخذوا من مقام ابراہیم مصلی و عہدنا الی ابراہیم و اسماعیل ان طہرا بیتنا للطائفین و العاکفین



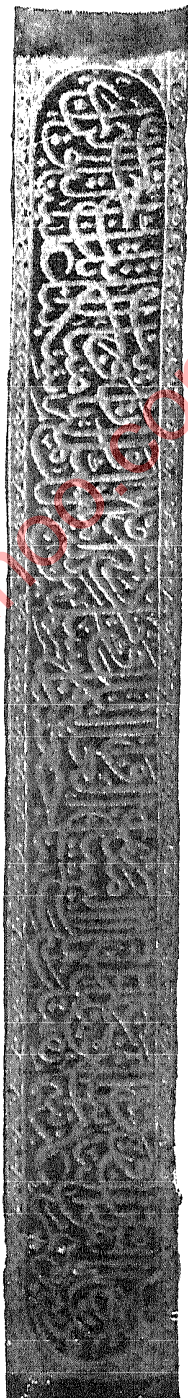
سہمت مغرب دوسری پٹی



سہمت مغرب پہلی پٹی



سہمت مشرق دوسری پٹی



سہمت مشرق پہلی پٹی



والرکع السجود۔ اس کے بعد ایک دائرہ تھا جس میں یا سبحان، یا منان، یا حنان، یا سلطان  
لکھا ہوا تھا۔

## دوسری پٹی

واذیرفع ابراہیم القواعد من البیت واسمائل ربنا تقبل منا انک انت السميع العظیم  
ربنا واجلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک وارنا منا سکنا وتب علینا انک انت  
التواب الرحیم

## سمت مغرب پہلی پٹی

بسم اللہ الرحمن الرحیم واذ بوانا لابرہیم مکان البیت لا تشک بی شیاء وطمہرتی  
للطائفین والتائبین والرکع السجود واذ فی الناس باحج یا توکرجالاً وعلی کل صامیرایتین  
من کل فج عمیق

۱۔ یہ آیت سورہ بقرہ کی ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ وقت پہنچا تو بے فکر رہے جب ہم نے خانہ کعبہ کو گون کی عبادت گاہ اور جگہ  
اس قرار دیا۔ اور مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ مقرر کیا۔ اور ابراہیم و اسماعیل کو حکم دیا کہ تم میرے گھر کو یہاں والوں کے  
واسطے اور کوع و سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک و صاف رکھا کرو۔

۲۔ یہ آیت بھی سورہ بقرہ کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب ابراہیم و اسماعیل خانہ کعبہ کی دیواریں اٹھا رہے تھے اس وقت  
یہ کہتے جاتے تھے اے پروردگار ہماری یہ مذمت قبول فرما۔ اے پروردگار ہم کو فرمانبرداری کی توفیق عطا فرما۔ اور  
ہماری اولاد میں سے ایک ایسا گروہ پیدا کر جو تیرا صلح ہو اور ہم کو حج کے احکام سکھا۔ ہمارے حال پر توجہ کرنی اور  
توہی بڑا مہربان توجہ کرنے والا ہے۔

۳۔ یہ سورہ حج کی آیت ہے ترجمہ اس کا یہ ہے کہ جب ہم نے ابراہیم کو خانہ کعبہ کی جگہ تباہی اور حکم دیا کہ میرے  
ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا اور میرے اس گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام و کوع و سجدہ کرنے والوں کے لئے  
صاف رکھنا اور یہ بھی حکم دیا کہ لوگوں میں حج کے فرض کرنے کا اعلان کر دو۔ لوگ یہاں پیادہ پا اور ڈبلی ڈبلی اونٹنوں پر  
دور دراز کی منزلیں طے کر کے پہنچیں گے۔



## سمت مغرب دوسری پٹی

پشہد و اسناف لہم و یدکرہ اسم اللہ فی ایام معلومات علی ما زرقہم سن بہیتہ الانعام  
فکلوا منها و اطعموا الباس الفقیر انتم لیقفوا تقہم و لیوفو اندوہم و لیطوفوا بالیت الیتیق

## سمت شمال پہلی پٹی

فی ایام دولتہ مولانا السلطان الاعظم ملک ملک العرب و البحر السلطان محمد خان  
ابن السلطان عبد المجید خان ابن سلطان محمود خان غازی اس کے بعد درگاہ تھامپیر چار  
طرت یا سمان یا خان یا سلطان لکھا تھا۔

## سمت شمال دوسری پٹی

ابن السلطان عبد المجید خان ابن السلطان احمد خان ابن السلطان محمد خان ابن  
السلطان ابراہیم خان ابن السلطان مراد خان ابن السلطان عثمان خان خلد اللہ تعالیٰ ملکہ۔

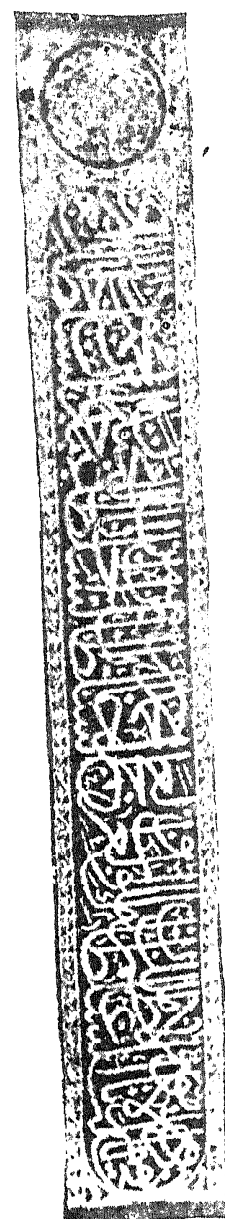
## سمت جنوبی پہلی پٹی

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قل صدق اللہ فاتبعوا ملۃ ابراہیم خلیفہ و ما کاں من اشرک  
ان اول ہدیت وضع للناس الذی بیکتہ مبارکک و ہدی للعالمین۔ فیہ آیات ہدایت تمام برہم

سہ یہ آیت بھی سورہ حج کی ہے۔ اس میں احکام حج کی تعلیم ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ۔ تاکہ وہ اپنے خاندان کے لئے  
حاضر ہوں اور مقررہ دنوں میں اللہ کے نام پر قربانیاں کریں۔ تم کو یہ بھی اجازت اس قربانی میں سے تم بھی کھاؤ اور مصیبت  
تحتاج کو بھی کھاؤ۔ پھر لوگوں کو چاہئے کہ نہائیں دھوئیں اور اپنی نیتیں پوری کریں اور اس قدیم گھر کا طواف کریں۔

سہ یہ آیت سورہ آل عمران کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ۔ اسے محمدؐ لوگوں سے کہہ دو کہ دین ابراہیمؑ کی پیروی کریں جو مسلم تھے۔  
مشرک تھے وہ مکان جو سب پہلے لوگوں کے واسطے (معبود) مقرر کیا گیا وہ بلاشبہ کے میں ہے۔ اسکی حالت یہ ہے کہ وہ تمام دنیا کیلئے  
موجب برکت و ہدایت ہے۔ اسکی پہلی ہونی نشانوں میں ایک مقام ابراہیمؑ بھی ہے۔





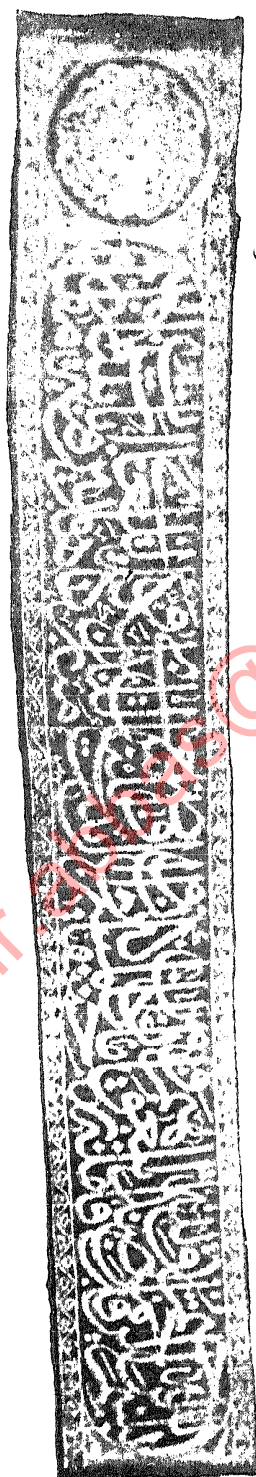
سہمت شہال تہہائی پٹی



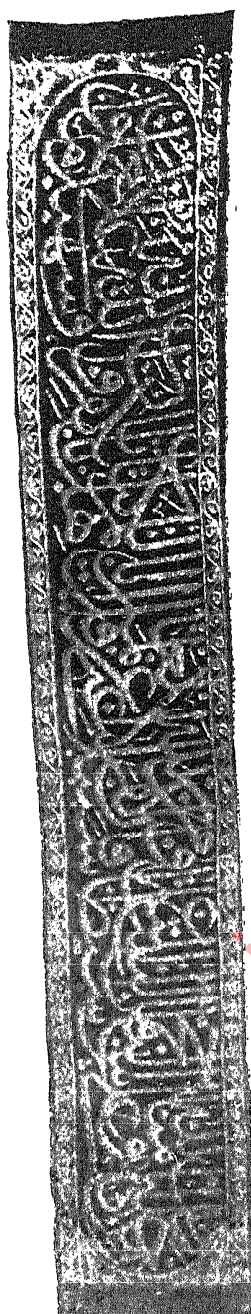
سہمت شہال دوسری پٹی



ر نو کہ پھنی د ا گرہ



سہمت جہوب تہہائی پٹی



سہمت جہوب دوسری پٹی

## سمت جنوبی دوسری پٹی

من دخلہ کان آسنا وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلاً ومن کفر فان  
التعذیب عن العالمین۔ قل یا اہل الکتاب لکم تکفرون بآیات اللہ واللہ شہید علی ما تعملون۔  
خدیو عباس حلیمی پاشا کے سفرنامہ حجاز (رحلتہ الحجازیہ) کے مولف محمد تمبونی نے بھی محمد خاں خاں کے  
زمانہ کے حزام کی آیات نقل کی ہیں مگر انہوں نے دیوار مغربی کی پہلی پٹی کی عبارت نہیں لکھی صرف  
دوسری کی لکھی ہے۔

مولوی عبدالسلام صاحب ندوی نے سفرنامہ مذکور کے خلاصہ کا ترجمہ اردو میں کیے  
اس کا نام تاریخ حرمین رکھا ہے اس میں بھی وہی نقل کی ہے۔ اسی طرح مولوی محمد سلیمان صاحب  
اپنے سفرنامہ سبیل الرشاد میں بھی اسی سے نقل کر کے اس ایک پٹی کی عبارت کو نظر انداز کر دیا  
ہے۔ البتہ مرآۃ المحرمین مولفہ ابراہیم رفعت پاشا میں اس پٹی کی عبارت بھی موجود ہے  
حزام کی زیارت کا طرز تحریر عکسی تصویر میں ملاحظہ فرمایا جائے۔

## (ج) رنوکات یعنی دائرے

کعبے کے مشرقی جانب حزام کے نیچے دیوار کے دونوں گوشوں پر اور کعبے کے دروازے  
کے اوپر ادھر ادھر دو زرین کام کے کوئی دو فٹ مربع چوکھوٹے ٹکڑے لگے رہتے ہیں ان کے  
اندر کائناتوں کی سنہری جدول کا دائرہ ہوتا ہے جس میں یہ خط طغریٰ بسم اللہ وقل ہو اللہ سہری  
تارون سے لکھی رہتی ہے اور بیچ میں روپہلی تاروں سے یا اللہ لکھا رہتا ہے۔ ان

سے یہ آیت بھی سورہ آل عمران کی ہے اور سمت جنوبی کے پہلی پٹی کی آیت کا ٹکڑا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے: جو شخص اس  
میں داخل ہو جائے وہ امن پاتا ہے۔ لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ وہ اس گھر کا حج کرین بشرطیکہ بیان تک پہنچنے کی وہ  
قدرت رکھتے ہوں جو شخص اس سے منکر ہو تو اللہ کو کسی کی پروا نہیں ہے۔ اے محمد کہہ دو کہ اے اہل کتاب تم کیوں  
اللہ کے احکام کا انکار کرتے ہو۔ اللہ کو تمہاری سب باتوں کا پورا پورا علم ہے۔





نکڑوں کو رکھ کر یعنی دائرہ کہتے ہیں۔ کعبے کی دوسری دیواروں پر یہ ٹکڑے نہیں ہوتے۔ ان ٹکڑوں میں جو مخیش یعنی چاندی کے خالص تار لگائے جاتے تھے ان کا وزن (۴۰۵) شقال یعنی تقریباً پونے دو سیر ہوتا تھا۔

## (۵) برقع کعبہ

اگلے زمانہ میں ورکعبہ پر کوئی پردہ نہیں ڈالا جاتا تھا۔ ناصرخسرو نے یہ لکھا ہے کہ:-

داخلی کعبہ کے وقت اولاً جب کلید بردار کعبہ اندر داخل ہوتا تھا تو وہ آدمی ورکعبہ پر زرد و طلحہ کی ایک چادر کا پردہ پکڑے رہتے تھے یہاں تک کہ کلید بردار کعبہ کے اندر نماز سے فارغ ہو جاتا اس کے بعد پردہ ہٹا دیا جاتا اور دوسرے اشخاص کعبہ میں داخل ہوتے۔

مذکورہ بالا بیاں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ داخلی کے وقت پردہ کر لیا جاتا تھا مگر ہر وقت کوئی پردہ ورکعبہ پر نہیں پڑا رہتا تھا۔ قدیم تاریخوں میں غلاف کعبہ کے ساتھ قمیص و ازار وغیرہ انفاذ آئے ہیں مگر ”برقع“ کا لفظ استعمال نہیں ہوا۔ پچھلے مورخ عموماً اس پر متفق ہیں کہ ملک صلاح نجم الدین ایوب سلطان مصر کی ملکہ فاطمہ نے جس کا خطاب شجرۃ الدرر (موتیوں کا درخت) تھا پہلے پھل باب کعبہ کے لئے غلاف کعبہ میں ایک خوشنما پردہ کا اضافہ کیا تھا جسے علماء برقع اور عوام برقع فاطمہ کہتے ہیں۔ اس ملکہ کو اس کی خوبیوں کے سبب سے اہل مصر ستنا (سیدتنا) فاطمہ کہا کرتے تھے۔ اس وجہ سے رفتہ رفتہ وہ برقع اب سیدہ فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کے نام سے منسوب ہو گیا ہے۔ ملک صلاح نجم الدین ستائے ۶۳۴ھ سے ۶۴۴ھ تک مصر کا بادشاہ رہا ہے۔ اس کی وفات کے بعد ملکہ شجرۃ الدرر بھی چند مہینے کے لئے فرما زوائے مصر ہو گئی ہے۔

بیان مذکورہ بالا سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ برقع کعبہ کی ایجاد ساتویں ہجری کے وسط میں ہوئی تھی۔ شفاء العظام سے یہ پتہ لگتا ہے کہ سلاطین چراکسہ کے عہد میں برقع کعبہ میں اور تراش خراش ہوئی تھی یعنی تقریباً سترہ ہجری میں پردہ ورکعبہ جو پیشتر سفید رنگ کا



ہوتا تھا زرد رنگ کا کر دیا گیا اور اس پر انتخاب کر کے مختلف آیات قرآنی لکھی جائیں۔  
 سترہ میں سنہری کام کا نقشہ سفید حریر کا پردہ ڈالا گیا پھر سترہ میں نقشہ سفید حریر کا  
 پردہ پڑا جو چار سال تک جاری رہا پھر سترہ سے برقع کا رنگ سیاہ کر دیا گیا۔ عہد عثمانیہ کے  
 خلاف میں برقع کو خاص طور پر خوشنما بنانے کا انتظام کیا جانے لگا جس کی آرائش و زیبائش دیکھنے  
 ہی سے تعلق رکھتی ہے۔

کعبے کا دروازہ سواد گزاونچا اور سوا گز چوڑا ہے۔ اس کے حساب سے ڈھائی گز لمبا  
 ڈیڑھ گز چوڑا پردہ ہوتا تھا۔ مختلف زمانہ میں کاریگر اپنی سہولت کے اعتبار سے اس کو مختلف  
 طور پر تیار کرتے رہے ہیں مثلاً ڈورڈولیم لیں صاحب نے ۱۲۶۹ء میں برقع کعبہ کا ایک ہی بڑا چھٹا  
 بیان کیا ہے۔ چودھویں صدی بھری میں یہ برقع چار قطعات پر مشتمل ہوتا تھا جن میں سے بعض سیاہ  
 ریشمی مخمل ناکہ پڑے کے ہوتے تھے اور بعض سبز و سرخ اطلس کے۔ ان پر سنہری روپلی کالا  
 بتوں سے کام کیا جاتا تھا۔ پردہ کا استر بھی خوشنما سبز یا سرخ اطلس کا ہوتا تھا۔ برقعے کے  
 اجزاء کے نام بھی جدا جدا ہوتے تھے۔ مثلاً اوپر کے حصہ کا نام طراز تھا۔ سجاوٹ جس سے ایک  
 ٹکڑے کو دوسرے ٹکڑے سے ملا کر سی دیتے تھے۔ وصلۃ القائیں کہلاتا تھا۔ پورے برقعے  
 میں (۴۸۶۱) مثقال کلابتون صرف ہوتا تھا جس کا وزن ہمارے ہندوستانی حساب سے  
 بائیس سیر تریسٹہ تولہ ہوا برقعے کے حاشیہ میں چھوٹے چھوٹے گول اور بڑے بڑے بیضاوی  
 دائرے بنے رہتے تھے جن کا سلسلہ یہ تھا کہ پہلے ایک چھوٹا گول دائرہ پھر بڑا بیضاوی  
 دائرہ چھوٹے دائروں میں ”اللہ ربی“ لکھا رہتا تھا اور بیضاوی دائروں میں بسم اللہ اور اسکے  
 بعد سورہ الحمد کی آیتیں اور فقرے اس ترکیب سے کہ دائیں جانب اوپر سے الحمد شروع ہو کر  
 بائیں جانب اوپر ختم ہوتی تھی۔ حاشیہ کی پیشانی پر اللہ ربی۔ قدرتی قلب و جہک  
 فی السماء۔ اللہ حبیبی قلنوا لکینک قبلۃ ترضیہا اور اللہ ربی“ لکھا تھا۔ برقعے کے متن میں  
 بارہ بڑے بیضاوی دائرے۔ دو بڑے گول دائرے چار مثلث نما دائرے اور کچھ بیضیاں چھٹی

۱۔ ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے۔ ۲۔ ہم تمہاری تمنائے تحویل قبلہ کو محسوس کر رہے ہیں۔ اب  
 ہم تمہارے لئے ایسا قبلہ مقرر کریں گے جس سے تم خوش ہو جاؤ گے۔

ان میں جو آیات وغیرہ کاڑھی جاتی تھیں ان کی تفصیل یہ ہے:-

(۱) پہلے بیضاوی دائرے میں قال اللہ تعالیٰ انہ من سلیمان و انہ بسم اللہ الرحمن الرحیم و قل ادخلتی مدخل صدق و اخرجنی تخرج صدق سے

(۲) چار ٹیکے مثلث نما دائروں میں سیدھی اور معکوس بسم اللہ

(۳) دوسرے بیضاوی دائرے میں دو سطرین تھیں۔ اوپر کی سطر میں بسم اللہ اور

آیت الکرسی کی پہلی آیت نیچے کی سطر میں آیت الکرسی کی دوسری آیت پھر درمیانی ایک چھوٹے دائرے میں جیسی اللہ تیسرے بیضاوی دائرے میں اوپر نیچے دو سطرین میں آیت الکرسی کی بعد کی آیتیں۔

(۴) اس کے بعد ایک پٹی میں نہایت خوشخط میں بسم اللہ اور آیتہ تقد صدق اللہ

رسولہ الرویا بالحق لتدخلن المسجد الحرام انشا اللہ آمین سے

(۵) چھوٹے بیضاوی دائرے میں اوپر نیچے آیت الکرسی کی باقیامذہ آیتیں پھر

(۶) پانچویں دائرے میں اوپر کی سطر میں صدق اللہ العلیٰ العظیم و صدق رسول اللہ

التقدیر اور نیچے کی سطر میں صلی اللہ علی محمد آلہ واصحابہ اجمعین۔

(۷) اس کے بعد ایک گول بڑے دائرے میں بسم اللہ اور قل ہو اللہ

(۸) بیچ میں پٹی پر بادشاہ وقت کا نام حسب ذیل ترکیب سے معمولی خط میں

فی ایام دولۃ مولانا السلطان

الاغظم ملک الملوک العرب والعجم

السلطان محمد الخامس خاں ابن السلطان

عبد المجید خاں ابن السلطان محمود خاں

غازی خلد اللہ تعالیٰ ملکہ۔

(۹) اس کے بعد بائیں جانب دوسرے بڑے گول دائرے میں بسم اللہ اور قل ہو اللہ

سے داخل کر ہم کو سچائی کے ساتھ اور ہم بھی تو سچائی کے ساتھ ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے خواب

کو پوری طرح سچ کر دکھایا کہ تم انشا اللہ مسجد الحرام میں اس کے ساتھ داخل ہوئے :-





باب کعبہ کا پردہ



(۱۰) چھٹے بیضاوی دائرے میں دو سطرون میں بسم اللہ اور سورہ کیلاٹ۔  
 (۱۱) اس کے نیچے سید ہی جانب ساتویں آٹھویں اور نویں دائرے میں علی الترتیب  
 لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین محمد رسول اللہ صادق الوعد الامین اور الہین ایک لغید و ایک  
 (۱۲) بائیں جانب دسویں گیارہویں اور بارہویں دائرے میں لا الہ الا اللہ الملک  
 الحق المبین محمد رسول اللہ صادق وعد الامین اور نسقین اہنا المصراط۔  
 (۱۳) ان چھ دائروں کے بیچ میں ایک محراب نما شکل میں بسم اللہ اور قل ہو اللہ۔  
 (۱۴) سب سے نیچے کے حصے میں جو چوکھٹ پر ٹکٹنے والا تھا ایک فٹ بلندی تک  
 سنہری روپیلی حصّہ پھول پیل بوٹے تھے۔  
 توشیحاً عزام اور برقع کعبہ کی تصویر ملاحظہ فرمائی جائے۔

### (۳) غلاف کعبہ کا مصیر جلوس و انگی

زمانہ قدیم سے مصر میں یہ دستور چلا آ رہا تھا کہ غلاف کعبہ کو تیاری کے بعد ماہ شوال  
 میں کارخانے سے مسجد حنین میں سینے اور تہہ کرنے کے لئے لے جاتے تھے اس وقت اس کا جلوس بڑی  
 دھوم دھام کے ساتھ مختلف محلوں میں ہو کر نکلا کرتا تھا جس سے فرض یہ ہوتی تھی کہ مسلمانوں کو  
 حج کی ترغیب ہو۔ تاریخوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جس زمانہ میں مصر میں پھر کسی سلاطین کی حکومت  
 تھی وہ سلاطین خود بھی امراء و ارکان دولت و خدمت ختم کے ساتھ جلوس میں رہا کرتے تھے اور  
 امراء و اعیان سلطنت شان و شوکت میں ایک دوسرے سے بڑھ جاسی کی کوشش کیا کرتے تھے  
 اور جلوس کے ساتھ ساتھ جسم پر ہتیار سجائے ہوئے رہا کرتے تھے۔ اُس زمانہ میں حدیہ فرتے کے  
 درویش بھی اس جلوس کے ہمراہ زندہ سانپ کہاتے ہوئے نکلا کرتے تھے  
 سلاطین قحمانیہ کے عہد میں وہ بات تو نہ رہی تاہم غلاف کا جلوس نکلا رہا۔

لے مسجد حنین کی صراحت آئینہ کی جاتی ہے:

سہ سہ یہ فرمے گئے درویشوں کا حال ہم نے آٹھویں فصل میں حاشیہ پر تحریر کیا ہے:

## (الف) تیرہویں صدی ہجری میں خلافت کعبہ کا جلوس

اب سے سو برس قبل کے جلوس کی تفصیلی کیفیت ہم اس جگہ اڈورڈ ولیم لین صاحب کی کتاب سے ترجمہ کر کے لکھتے ہیں۔ یہ زمانہ سلطان محمود خاں ثانی کا تھا جو ۱۲۲۳ھ سے ۱۲۵۵ھ تک بادشاہ ترکی رہا۔ لین صاحب لکھتے ہیں :-

خلافت کعبہ کا جلوس دیکھنے کے لئے ۱۲۴۹ھ کو سورج نکلنے سے قبل میں دروازہ خانہ خلیل کے محاذی ایک کتب فروش کی دکان پر جا بیٹھا بیان آدمیوں کے ٹہٹ کے ٹہٹ لگے ہوئے تھے اور یہ دکان اور اس بازار کی تمام دکانیں تماشائیوں سے کچا کچ بھری ہوئی تھیں خلافت کا جلوس دیکھنے کے لئے ہر عمر کا آدمی گھر سے نکل رہا تھا سورج نکلنے سے دو گھنٹے بعد خلافت کے چار ٹکڑے جن سے صوفیوں کا ایک طرف کارخ بنتا ہے ہمارے سامنے سے گزرے۔ ہر ٹکڑا ایک گدی پر رکھا ہوا تھا۔ ان ٹکڑوں کے ساتھ ان کے باندھے کی رسیاں بھی رکھی ہوئی تھیں۔ گدی سے کچھ آراستہ نہ تھے اور معمولی خلاح نیلی رنگ کی قمیص پہنے ان کو لٹک رہے تھے۔ ان بعد کوئی پون گھنٹے تک سناٹا رہا اور کوئی قابل دید چیز ہمارے سامنے سے نہ گذری۔ البتہ چند درویش اور دو مخرے دکھائی دے جس دکان پر اچھے کپڑے پہنے ہوئے لوگوں کا یہ ہجوم دیکھتے و بمان ٹھہر رہے جاتے اور جنگ نہ مگر ری کہے کے ایک دوسرے کو خوب بے نقاظ سناٹے اور غصہ پر بڑے زور سے طمانچے لگاتے۔ ان کے بعد میں آدمی مزدور دن کی کسی شکل کے پچھلے پرانے کپڑے پہنے نکلے ان کے کندھوں پر کلوسی کا ایک کارچوبی چوکھٹا تھا جس پر حزام کا ایک ٹکڑا لٹکا ہوا تھا نیز کم چار ٹکڑے ہوتے ہیں جن کو کسوۃ میں جب سجا دیتے ہیں تو مسلسل ایک پٹی بن جاتی ہے جو پورے طور پر خانہ کعبہ کے گرد اگر کوئی ننٹیس فٹ کی بلندی پر

۱۰ خانہ مسافر خانہ کو کہتے ہیں :

۱۱ خرام کا کپڑا ہمارے زمانہ کے عثمانیہ خلافت بمقابلہ عام خلافت کے کپڑے کے دبیز اور ریشمی نعل نما ہوتا تھا :

۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰

چارون طرف آجاتی ہے۔ یہ بھی اسی کپڑے کی ہوتی ہے جس کا غلاف ہوتا ہے۔ لیکن اس پر کتبہ بڑے خوشنما ہوتے ہیں جو بڑے بڑے خوبصورت سنہری حرفوں میں کارڈ ہے جاتے ہیں۔

خرام کے کناروں پر سنہری گوٹ ہوتی ہے اور ہر سرے پر جہان استر اور ایک کھکنارے ملتے ہیں نہایت اچھی طرح سرخ و سبز رنگین بنے نیک سنہری کلاہٹوں سے کام کر دیتے ہیں خرام کوئی دو فٹ چوڑی ہوتی ہے۔ اس کے عمادوں میں سے کبھی کبھی کوئی نہ کوئی حمال اس کا چوبک چوڑا کر چلا جاتا تھا اور کسی سوزن مٹاشائی سے انعام مانگ کر پھر اس چوکھٹے کو اٹھانے لگتا تھا۔ اس کے بعد کوئی پاؤ گنڈ اور گزر گیا پھر حرام کی باقی کے تین حصے بھی ایک کے بعد ایک نکلنے آدہ گھٹنے بعد کئی بڑے اونچے اونچے اونٹ آئے ان کو تھوڑا تھوڑا تھندی سے رنگ دیا تھا ان پر بہت ہی چلا چل کے اونچے اونچے کجاوے رکھے ہوئے تھے۔ ان میں سے بعض پر ایک ایک دو دو رنگ کے لڑکیاں اور بعض میں بلیاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان کے پیچھے فوجی باجا اور فوج بیتا عدہ نکلی۔ پھر برق یعنی کپڑے کے دروازے کا پردہ آیا۔ یہ ایک بڑے چوکھٹے پر منڈھا ہوا تھا اور ایک سچے ہوئے اڈنٹ پر رکھا تھا۔ یہ بھی مثل خرام کے سیاہ کپڑے کا تھا۔ اور اس پر بھی سنہری حروف کے کتبے تھے۔ اس کا کام نہایت اعلیٰ درجے کا اور بہت لیوان تھا اس کا استر سنہرے طلسم کا تھا۔ برقع کے ساتھ ساتھ کئی حلقے درویشوں کے تھے جو اپنے ہاتھوں میں تھپڑے اور جھنڈاں لئے ہوئے تھے ان میں کسی پر کھڑکی پر آیات قرآنی کسی پر خدا کو کے نام اور کسی پر اس کے بانی فرقہ کے نام لکھے ہوئے تھے۔ بعض قادری و درویش مختلف رنگ کے جال لئے ہوئے تھے جو گول حلقوں پر پھیلے ہوئے تھے اور ہر حلقہ ایک ایک لکڑی میں باندھ دیا گیا تھا۔ بعض درویش معمولی طریقے پر ذکر کرتے جاتے تھے اور درود و تسبیح و تہلیل میں مصروف تھے۔ ان کے پیچھے دو آدمی ڈھال تلوار لئے سیف کے ہاتھ نکالتے جا رہے تھے۔ ان کے بعد ایک شخص بصیر کی کھال کی پوتین پھنے اونچی ٹوپی سر پر اور سو پھون کی جگہ دو لمبے لمبے سفید پر اُسے ہڈے گھوڑے پر سوار چلا جا رہا تھا۔ یہ جگہ جگہ مڑتا جاتا تھا۔ مٹاشائی اس کو کاغذ کے

لے چارے زمانہ میں خرام کے آئینہ ٹکڑے ہوتے تھے ان کی تفصیل متاخیہ غلاف کے اجزا میں بیان کی جا چکی ہے۔

تمت





ایک نعت برہنہ شیخ نکلا یہ بزرگ ہمیشہ محل کے ساتھ ساتھ اونٹ پر سوار رہتا ہے۔ قافلے کے ہمراہ سکے جاتا ہے اور قافلے کے ساتھ واپس آ جاتا ہے۔ اس کی عادت ہے کہ ہر وقت سر ہلاتا رہتا ہے۔ جلوس کسوت دیکھنے کے چند روز بعد میں منجھٹیں میں کسوت وغیرہ دیکھنے کے لئے گیا وہاں مجھ کو بہ اطمینان تمام غلام دیکھ لینے دیا اور اس کے عوض میں اور غلام کے بالشت جبر ٹکڑے کے بدلے میں جو غلام تیار ہو کر بیچ سکا تھا میں نے کارخانے والوں کو کچھ نذرانہ دیا۔

## (۳) (ب) موجود زمانہ میں غلام کعبہ جلوس

جس زمانہ میں غلام کعبہ خشکی کے رستے سے مکہ منظر روانہ کیا جاتا تھا ان دونوں میں عموماً

(بقیہ حاشیہ) ایک طرف نہری حروف میں سلطان شری کا نام اور یہ آیت (ان اللہ یا مکرم ان تودوا الامانات لی بلہا) یعنی اللہ مکرم دیتا ہے کہ جن کی امانتیں ہوں تم ان کے پاس پہنچا دو اور دوسری طرف آیت (ان من سلیمان دانہ بسم اللہ الرحیم) اور خدیو مصر کا نام دستہ کڑا رہتا تھا مثلاً سلطان محمد خاں خامس کے زمانہ کی قبیلی پر سلطان اور خدیو مصر کا نام اس طرح کڑا ہوا تھا۔ امیر علی المبارک مولانا السلطان محمد خان الخامس (اس مبارک قبیلی کے بنائے کا حکم مولانا سلطان محمد خان خامس نے دیا) اور بعد وہاں اکیس آفدینیا عباس علی باشا خدیو مصر ۱۲۴۴ھ (یعنی اسی قبیلی کی تجدید چارے سرکار عباس علی باشا خدیو مصر نے فرمائی ۱۲۴۴ھ)

امانت کی دہائی کے متعلق مذکورہ بالا آیت سورہ آل عمران کی ہے اسی کی بنا پر آنحضرت نے فتح مکہ کے بعد ہمیشہ ہمیش کیلئے کیجیے کی کنجی عثمان بن طلحہ کے سپرد فرمائی تھی چنانچہ کیجیے کی کلید برداری آج تک انہیں کی اولاد میں چلی آرہی ہے۔ کیجیے کی کنجی پرانی وضع کی لمبی ہے جس پر سونے کا طبع کیا ہوا ہے اور ایسا ہی فعل ہے۔ ان پر کلمہ کدہ ہے۔ یہ شہور ہے کہ جو بچہ بولتا ہو یا تلاتا ہو اس کے منہ میں کیجیے کی کنجی پھرنے سے اچھی طرح بولنے لگتا ہے۔ اگلے زمانہ میں محل کے اونٹ کی چال دیکھنے کے لئے ایک شخص مقرر کیا جاتا تھا جس کا یہی کام تھا کہ وہ ایک اونٹ پر بیٹھا پیچھے سے محل کے اونٹ کی چال دیکھتا رہے اور اگر اس میں کچھ نقص پائے تو دوسرا اونٹ تبدیل کرادے۔ اس کو شیخ الجبل کہتے تھے اب یہ خدمت تخفیف ہو گئی لیکن ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کو چال کی درستی سے آگاہ کرنے کے لئے سر ہلاتا ہو یا جس طرح پاکی اٹھانے والے کبار ہر وقت کچھ نہ کچھ بولتے ہی پہلے نہیں اسی طرح وہ بھی گردن ہلاتا رہتا ہو گا شیخ الجبل کے منہ اونٹ والا شیخ:

عید الفطر کے دو چار دن بعد یعنی ہر شوال تک روانگی غلاف کا جلسہ قاہرہ میں ہوا کرتا تھا۔ ہمارے زمانہ میں کہ قاہرہ سے سوئز تک ریل تیار ہو گئی ہے اور سوئز سے جدے تک دریائی رستے سے حمل بھیجا جاتا تھا اس لئے یہ جلسہ آخر شوال میں منعقد ہونے لگا تھا جس کے متعلق پہلے سے احکام جاری ہو جاتے تھے۔ وفات و مدارس کو تعطیل دی جاتی تھی اور دعوتیوں کو ٹکٹ تقسیم کر دئے جاتے تھے۔ اس کے بعد جلوس محل کا ایک دوسرا جلسہ وسط ذیقعدہ میں اور ہوا کرتا تھا۔ اس کے بعد غلاف مع محل کے روانہ کر دیا جاتا تھا جلسہ کسوتہ (غلاف) سے ایک دن قبل عصر کے وقت وزارت مالیہ کے دفتر سے (جو محلہ جمالیہ میں واقع ہے اور جہان تیاری کے بعد غلاف محفوظ کر دیا جاتا تھا) غلاف کے معمولی پارچے کو سند و قون میں بھر کر اور غلاف کے خاص خاص زرین اجزاء یعنی پردہ باب کعبہ، تمام اور غلاف، مقام ابراہیم کو کارخانہ تیاری غلاف واقع محلیہ خرنیش سے میدان محمد علی تک لے جاتے تھے۔ اس میدان کو میدان صلاح الدین و میدان قلعہ بھی کہتے ہیں۔ یہاں ایک بڑا منہ ڈوا یا بار تیار کیا جاتا تھا جس کے بیچ میں ایک مصطفیٰ یعنی اسٹیج اور ادھر ادھر دو حجرے شایانوں وغیرہ سے بناتے تھے۔ اسٹیج کے سامنے دعوتیوں اور شایانوں کے واسطے گرواگرسات حلقے بنائے جاتے تھے۔ اس وقت جلوس کسوت کی رونق بڑھانے کے لئے محل بھی اس کے معمولی سبز اس کے غلاف میں ساتھ کر دیا جاتا تھا محل کا زرین غلاف دوسرے جلوس میں ڈالتے تھے جو خاص محل کا جلوس ہوتا تھا جس کا ذکر بعد میں کیا جائے گا۔ اس جلسہ و مسابقت کی تالیفات سے جلوس کسوت کی ترتیب یہ معلوم ہوتی ہے کہ آگے آگے باجے والے اور فوج کے سوار و پیادے ان کے بعد ہاتھیں کلیہ کعبہ لئے ہوئے تمام غلاف ان کے پیچھے پولیس والوں کے حلقے میں غلاف کعبہ کے زرین ٹکڑے کند ہوں پر اٹھائے ہوئے مزدوران کے پیچھے فرقہ رناعیہ، سعدیہ، احمدیہ، ابھیہ، بیوید، قادیہ و شاذلیہ کے بہت سے درویش و مشائخ آخر میں محل کے جلوس کا رخانے سے چکر پیادے آگے ایک جو محلہ نما ہیں (کسار شہ) کے قریب ہے جاتا تھا اور رہبان سے محلہ غوریہ۔

بائیں روئے۔ درپ انا تھرا و زچر چوتھا ہوا میدان صلاح الدین میں پہنچتا تھا۔ یہاں صبح تک سفارتمند کی اسیت اس۔ چہرہ پر شائے و لکھی جا چکی ہے۔  
کے دن زمانہ میں یہ جلسہ خاتم ہو جاتا تھا۔



اسٹیج اور جلسہ کی تیاری ہوتی رہتی تھی۔ محل کو اسٹیج کے سامنے کھڑا کرتے تھے اور اسٹیج کی آرائش کے لئے مقام ابراہیم کا غلاف وسط میں اور غلاف کعبہ و حزام و پردہ باب کعبہ و پردہ باب توبہ اور کسبہ کعبہ اسٹیج کی دیواروں پر لٹکاتے تھے۔ غلاف مقام ابراہیم کے حوالی میں چاندی کے چار شمعدان اندر رکھے جاتے تھے اور اسٹیج کے ایک طرف غلاف کعبہ کی چار زرین دائرے دیوار پر لگائے جاتے تھے۔ یہاں بہت سے لوگ رات بھر جاگتے تھے۔ قرآن خوانی ہوتی رہتی تھی۔ کہا جاتا تھا کہ بھی ہوتا تھا۔ امرا و معززین عموماً نماز مغرب سے قبل کھانا کھا کر اپنے گھروں کو چلے جاتے اور شب بیداری کرنے والے عشا کے بعد کھانا کھاتے تھے۔ جلسہ شب بیداری کا خرچ کوئی ڈیڑھ ہزار روپیہ تھا۔ ادھی رات تک کھانا دانا اور صبح تک قرآن خوانی اور جلسہ کی تیاری ہوتی رہتی تھی۔ صبح ہوتے ہی خدیو مدد و زرا و علما و اعیان دولت تشریف لاتے تھے۔ اکیس توپ کی سلامی دی جاتی تھی اور باجا انہی سلامی کا راگ گاتا تھا ”آفندہ جوق ایشا“ یعنی چارے سے سرکار مدت دراز تک کامران رہیں، تین مرتبہ ہی ترانہ سامعہ نوازی کرتا تھا۔ ہر دفعہ اس کے ختم پر حاضرین نصر پائے مسرت بلند کرتے تھے جس کے جواب میں خدیو اور ان کے ہمراہی اپنے ہاتھ پٹیاؤں تک لیجا کر سلام کا جواب دیتے تھے پھر تھوڑی دیر خدیو اور ان کے معاصب اسٹیج پر قیام کرتے اس کے بعد ان سات حلقوں کا معائنہ کرتے تھے جو محل کے گشت کے لئے بنائے جاتے تھے۔ اس کے بعد ہجم کا رخا غلاف محل کے اونٹ کی ٹیل منہ کو کودیتے وہ اسے چوم کر قاضی القضاۃ کے

۱۔ مقام ابراہیم کی مختصر کیفیت سابق میں لکھی جا چکی ہے۔ غلاف مقام ابراہیم کی تفصیل بندرہ بن فخر کے فقرہ ۲۵ میں تحریر کی گئی ہے جس کا عنوان ہے۔ غلاف کے پیش ہا ٹکڑے حیدر آباد میں۔

۲۵۔ پردہ باب کعبہ کی صراحت سابق میں زیر عنوان ”برقع کعبہ“ کی جا چکی ہے۔  
 ۲۶۔ خانہ کعبہ کے اندر ایک دروازہ کعبے کی چھت پر چڑھنے کے لئے بنا ہوا ہے اسے باب توبہ کہتے ہیں اس پر بھی زرین کام کا ایک پڑ سیاہ اٹلس کا پڑا ہوتا ہے جس پر آیات قرآنی و بادشاہ وقت کا نام بنایا ہوتا ہے۔  
 ۲۷۔ کعبہ کی تھیلی کی صراحت ہم اس سے قبل کر چکے ہیں۔  
 ۲۸۔ ان دائروں کو روٹو کہتے ہیں۔ اس کی تفصیل غلاف کعبہ کے اجزاء کے ضمن میں کی جا چکی ہے۔

~~~~~

حوالہ کرتے۔ اسی طرح دوسرے اراکین داعیان باری باری سے چہار چوتھے اور دوسروں کو دیتے جاتے آخر میں امیر الحج کے سپرد کر دی جاتی۔ اس کے بعد غلاف کعبہ کا معائنہ ہوتا جسے سپاہی اٹھائے ہوئے منڈوئے کے سامنے کھڑے رہتے تھے یہاں خدیو کے سامنے سے امرا و وزرا و قون گذرتی تھی۔ پھر اکیس ضرب توپ کی سلامی و نیجانی اور جلسہ برخواست ہوتا۔ خدیو اور ان کے مضامین حقت ہو جاتے اور غلاف کعبہ یہاں سے مسجد حسینؑ میں جاتا یہاں امیر الحج اس کا استقبال کرتے مسجد میں غلاف کعبہ کے بعض اجزائے اور جوڑے جاتے۔ غلاف و محل کی روانگی سے قبل وسط ماہ ذی القعدہ میں امیر الحج و امیر الصر و غیرہ عہدہ داروں کے سامنے سب کی گواہی لے کر ختم غلاف۔ ان تمام چیزوں کو محلی کے جو ایک عہدہ دار ہوتا تھا سپرد کر دیتے۔ باضابطہ رسید لکھی جاتی۔ کاتب رسید کا حق کوئی ساڑھے تین گنی دے جاتے اس کے بعد غلاف کعبہ اور اس کے تمام اجزا صندوق و قون او نقیلوں میں بھر کر سفر حجاز کے لئے تیار کر دے جاتے اور ان کو کارخانہ غلاف میں محفوظ کر دیا جاتا جہاں جلوس محل کے دن تک جو روانگی سے قبل منعقد ہو کر تاتھا رکھے رہتے اس کے بعد سفر حجاز کیلئے عباسیہ اسٹیشن پر پہنچا دے جاتے۔

لہ قاہرہ میں ایک مسجد ہے جسے مسجد ناحین یا جامع حنین کہتے ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ مصر کے فاطمی خلیفہ المعز لدین اللہ کا انتقال ۳۶۱ھ میں جب مصر پر تسلط ہوا تو وہ امام حسین علیہ السلام کا مبارک شام سے قاہرہ لے گیا اور ایک عظیم الشان مقبرہ تیار کر کے اس میں دفن کیا اور اس مقبرہ کے ساتھ ایک مسجد بنوائی جو مسجد سید ناحین کے نام سے مشہور ہے اس مسجد کا انتظام بہت اچھا ہے اور خوب آراستہ ہے۔ یہاں ربیع الثانی کے چھٹے میں مولود حسین ہوتا ہے جس میں ختم قرآن وغیرہ کیا جاتا ہے۔ سارا شہر اس مقبرہ کی زیارت کو جاتا ہے۔ عابد و زاہد لوگ درود و ظائف میں مصروف رہتے ہیں اور شہر میں کوئی پندرہ دن تک بڑا میلارہتا ہے :

امام حسین علیہ السلام کے مبارک کے دفن کے متعلق بہت سی روایتیں ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ کربلا میں جب مبارک کے ساتھ دفن ہے۔ ایک یہ کہ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں مقبرہ الطبیعت میں دفن ہے۔ دمشق میں ایک مسجد ہے جسے مسجد اس سیدنا الحسینؑ کہتے ہیں یعنی امام حسین علیہ السلام کے مبارک کی مسجد اس میں ایک گنبد ہے اس میں مبارک مدفون تصور کیا جاتا ہے :

(۴) غلاف کعبہ کا سفر قاہرہ سے مکہ تک

(الف) تیرہویں صدی کی منزلیں

چونکہ قاہرہ سے غلاف کعبہ اور محل مصری کی روانگی ساتھ ساتھ ہوتی تھی اس وجہ سے اس سفر میں غلاف کعبہ و محل لازم و ملزوم نظر آتے ہیں۔ ہم نے محل کے حالات تفصیل کے ساتھ دوسرے باب میں تحریر کئے ہیں وہاں محل کے ساتھ مختلف منزلیں میں غلاف کعبہ کے ورود و قیام کی کیفیت بھی درج کر دی گئی ہے۔ اس جگہ غلاف کعبہ کے حالات کی تکمیل کے خیال سے منزلیں کا مختصر ذکر کر دیا جاتا ہے۔

قاہرہ سے غلاف کعبہ محل اور امیر الحاج کا سامان روانہ ہونے کے بعد میدان حصہ میں بوشہر سے باہر شمال کی جانب تھوڑے فاصلہ پر ہے دو تین دن قیام رہتا تھا۔ تاکہ حج کے جانیوالے یہاں آکر قافلے کے ساتھ ہو جائیں۔ یہاں سے قافلہ برکتہ الحاج کو روانہ ہوتا تھا۔ یہ جگہ شہر سے گیارہ میل ہے۔ یہاں دو دن پڑاؤ رہتا تھا۔ یہ مقام قاہرہ و مضافات قاہرہ کے تمام حاجیوں جمع ہو جانے کا تھا۔ یہاں ایک برکتہ یعنی حوض بنا ہوا تھا۔ یہاں سے قافلہ بالعموم ۴ شوال کو روانہ ہو جاتا تھا۔ خشکی کی راہ سے مکہ تک پہنچنے میں (۳۷) دن لگتے تھے۔ (۳۱) رات چلتے تھے (۱) دن منزلیں پر قیام ہوتا تھا۔ رستہ پتھر پلے چٹانوں اور ریگستانوں میں ہو کر گزرتا تھا۔ راہ میں بہت ہی کم شاداب مقام ملتے تھے۔ راہ کی صعوبت کم کرنے کے لئے قافلہ ہمیشہ آہستہ آہستہ چلتا تھا اور عموماً صبح سورج نکلنے سے دو گھنٹے قبل روانہ ہو جایا کرتا تھا اور دھوپ نکلنے کے کچھ دیر بعد پڑاؤ ڈال دیتا تھا۔ قاہرہ سے مکہ تک کل (۳۱) منزلیں تھیں جن کے نام سفرنامہ برکھارٹ سے یہاں نقل کئے جاتے ہیں:-

نشان سلسلہ	نام منزل	کیفیت
(۱)	برکتہ الحاج	یہاں ایک چھوٹا سا حوض تھا جو حاجیوں کی آسائش کیلئے بنایا گیا تھا۔

- (۲) دارالحمرہ ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔
- (۳) آجرو گے گہا س کے جھگی کو آجرو کہتے ہیں یہاں کا پانی بہت خراب تھا۔
- (۴) رؤس النواطیر پیارے سیدان ہے پانی نہیں ملتا تھا چن گھٹے قافلہ ٹھرتا تھا۔
- (۵) وادی تیر پانی نہیں ملتا تھا۔ چند گھنٹے پڑاؤ رہتا تھا یہ تیر کے معنی بیابان کے ہیں۔
- (۶) قلہ نقل دن بھر قیام رہتا تھا۔ پانی لیکر روانگی ہوتی تھی۔
- (۷) الدلیا ایک گھنٹے قیام رہتا تھا۔ پانی نذر د۔
- (۸) سلح عقبہ چند گھنٹے قیام رہتا تھا عقبہ دشوار گزار راستے کو کہتے ہیں۔
- (۹) عقبہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ سڑک پہاڑ پر سے گزرتی ہے۔
- (۱۰) تلہر انھار بیان کی زمین پتھر ٹپتی تھی۔ پانی خراب تھا کھجور کے درخت بہت تھے تلہر انھار کے معنی کدھس کی پیدا۔
- (۱۱) شرف معمولی پہاڑ تھا۔ شرف کے معنی کٹاؤرہ۔
- (۱۲) مغار شعیب مغار یعنی گڑ کے ہیں معمولی منزل تھی۔
- (۱۳) عیون القناب عیون کی عیون ہے جس کے معنی چشمے کہیں پانی ملتا تھا۔
- (۱۴) الموت بیان ہے چروگاہ تھی۔ پانی اچھا تھا ایک رات دن قافلہ ٹھرتا تھا۔
- (۱۵) سلمیٰ معمولی منزل تھی۔
- (۱۶) قلہ الظلم چھوٹا سا قصبہ تھا۔
- (۱۷) صطیل خستر یہاں ریگ میں گڑھے کر کے پانی نکالتے تھے۔
- (۱۸) قلہ الوجہ پانی عمدہ ملتا تھا۔ رات کو پڑاؤ ہوتا تھا۔
- (۱۹) اکرہ اکرہ کے معنی بہت کڑواہ کے ہیں۔ بڑی کڑی منزل تھی۔ پانی بدبو ملتا تھا صرف ایک گھنٹہ ٹھرتے تھے۔
- (۲۰) حورا پانی خراب ہے۔ درخت بہ کثرت ہیں جن میں زیادہ تر پیلو کے ہیں۔
- (۲۱) نبطہ نبطہ کے معنی پانی نکالنے کے ہیں۔ معمولی منزل تھی۔

- (۲۲) خضیرہ کے معنی سبز۔ صرف ایک گھنٹہ قیام ہوتا تھا۔
- (۲۳) مینوع النخل یہ مقام مدینہ منورہ کے بندر گاہ مینوع کے علاوہ ہے کہ خوالہ کو مینوع البحر کہتے ہیں۔ اسے مینوع النخل۔
- (۲۴) بدر مشہور مقام ہے بسطہ ہجری میں یہاں قریش سے مسلمانوں کی سخت جنگ ہوئی تھی۔ یہاں دو روز قیام رہتا تھا۔ پانی سامان خورد و نوش بہ کثرت ملتا تھا۔ اب بھی ایک باد قصبہ ہے ایک مشہور بندر گاہ ہے۔ کئی کنوے ہیں۔ کہا تا پانی بہ کثرت ملتا ہے۔ اب بھی یہ بہت بڑی منزل ہے۔
- (۲۶) جزنیارشت معمولی منزل تھی۔
- (۲۷) عقبۃ الاسکر ایضاً
- (۲۸) خلیص یہاں بڑا بازار ہے۔ شہد و روغن بلسان اچھا ملتا ہے۔
- (۲۹) بیر عصاف کنوان ہے۔ پانی اچھا ملتا ہے۔ ضروری اشیاء بھی دستیاب ہو جاتی ہیں۔
- (۳۰) وادی فاطمہ یہ بہت زرخیز وادی ہے۔ یہاں ترکاریاں خوب ہوتی ہیں یہاں کی ہندی بھی مشہور ہے۔ مکے سے دس میل ہے۔
- (۳۱) مکہ معظمہ منزل مقصود۔

(ب) زمانہ حال کی مندر لیں

یوں تو پانچویں صدی ہجری میں بھی غلاف کعبہ بعض اوقات ہجری رستے سے لیجا یا کرتے تھے لیکن محل کے ساتھ پہلے پل دریائی رستے سے سلاطین ہجری میں براہ سوئے غلاف کی روانگی ہوئی تھی۔ اس کے بعد موسم و وقت و سہولت کے لحاظ سے غلاف محل کعبہ خشکی کی راہ سے اور کبھی ہجری رستے سے جاتا رہا۔ یہاں تک کہ قادیو اسماعیل پاشا کے آخر زمانے میں جس کا عہد حکومت ۱۲۷۹ھ ہجری سے ۱۲۹۵ھ ہجری تک ہے عموماً غلاف کعبہ اور محل سے خشکی کے رستے ہی سے

آتے جاتے تھے۔ غلاف کعبہ محل کے سفر کا پر و گرام جگہ بہت مصر مرتب کر دیتی تھی اور ہمیشہ اس امر کو ملحوظ رکھتی تھی کہ جس رستے میں تکلیف کم ہو وہی اختیار کیا جائے۔ گذشتہ چالیس سال سے غلاف و محل کی روانگی قاہرہ سے سوئز تک ریل میں اور سوئز سے جدہ تک جہاز میں ہوتی رہی۔ یہاں خشکی کی راہ سے سکے ہوئے پختا تھا۔ محل ہمیشہ پہلے کے آتا تھا اور حج کے بعد مدینے جاتا تھا۔ ۱۹۱۱ء کو ایک عظیم الشان جلسہ ہوا تھا جس میں خدیو بھی شریک ہوئے تھے۔ اسکندریہ سے غلاف دریائی رستے سے بندرگاہ یافتہ پہونچا۔ وہاں سے حجاز ریلوے کے ذریعہ سے مدینے داخل ہوا۔ اور خشکی کی راہ سے مکے پہونچا۔ حج کے بعد محل جدے سے طور اور سوئز ہوتا ہوا قاہرہ واپس ہوا تھا۔ ہمارے زمانہ میں غلاف کعبہ کی اور محل کی قاہرہ سے مکہ سفر تک حسب ذیل فرم لین ہوتی تھیں۔

(۱)	عباسیہ
(۲)	طوخ
(۳)	بنہا
(۴)	زقازیق

۱۵ یافتہ ملک شام کا مشہور بندرگاہ و شہر ہے یہاں کی نارنگیاں اچھی ہوتی ہیں۔ آجکل قاہرہ سے یافتہ تک ریل جاتی ہے۔
۱۶ طور بکر احمد کا ایک بندرگاہ ہے یہاں تدریج لندی چلی گئی ہے جو کہ طور یا جبل سینا کی چوٹی پر ختم ہوتی ہے۔ طور بکر یہ منائے سینا میں واقع ہے مصر کی حکومت ہے دس پندرہ تیرا آدیوں کی بستی ہے جن میں سیائی زیادہ ہیں۔ وادی شعیب جبل قیطران یہاں کی زیارت گاہ میں ہیں۔ حجاز سے جانے والے حاجیوں کے لئے طور میں بڑا بہاری قریظینہ ہوتا ہے جس کی مدت بعض اوقات پندرہ دن تک ہوتی ہے۔ میرا ارادہ حج کے بعد مصر ہوتے ہوئے شام جانے کا تھا۔ مگر طالت اور بالخصوص اس قریظینہ نے ہمت پست کر دی تھی۔

۱۷ سوئز مصر کا مشرقی بندرگاہ نہر سوئز کے کنارے آباد ہے۔ یہاں کی مردم شماری پندرہ ہزار ہے یہاں دول کے یوٹے کے تونسفر رہتے ہیں۔ جہاز کی کشتی کے بہت سے دفتر و مکانات ہیں۔ یہاں کی سب سے زیادہ مشہور چینی نہر سوئز ہے جو بحر روم و بحر احم کو ملاتی ہے۔ اس کی لمبائی سوئیل چوڑائی سو گز اور گہرائی (۱۲۵) فٹ ہے۔

ریل کے ذریعہ سے

(۵) ابی حجاد

(۶) نفیسہ

(۷) اسماعیلیہ

(۸) قائد

(۹) سوئز

(۱۰) جدہ

(۱۱) بحرہ

(۱۲) مکہ منقطہ

براہ دریا سوئز سے چار پانچ دن میں جہاز جدہ پہنچ جاتا ہے
اوٹون پر سفر طے ہوتا تھا جدہ و مکہ کے درمیان ایک منزل ہے
یہاں سبجڑ جائے خانہ ہے خور و نوش کا سامان لگاتا ہے۔

(۵) غلاف کعبہ کا ورود کے میں

جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں قاہرہ سے مکہ تک غلاف کعبہ و محل مصری لازم و ملزوم رہتے
تھے مکہ منقطہ میں ان کے ورود کی کیفیت ہم تفصیل کے ساتھ محل کے ورود اور جلوس کے ضمن میں
تحریر کریں گے۔ یہاں صرف اس قدر لکھ دینا کافی ہے کہ مصری قافلہ جو غلاف کعبہ لاتا تھا معہ ہر اہی
فوج کے محلہ جروں کے پاس میدان شیخ محمود میں ڈیرے ڈالتا تھا اور ایک جلسے میں علماء و اعیان
سلطنت کی شہادت شرعی لیکر غلاف کعبہ کلیہ بردار کعبہ کی تحویل میں دیدیا جاتا تھا جو عموماً نوین
ذبح کو شام تک اُن کے مکان میں رکھا رہتا تھا اور پھر کعبہ پر ڈال دیا جاتا تھا پرانے غلاف کی
علحدگی اور نئے غلاف کے ڈالنے کی کیفیت آئندہ صراحت کے ساتھ ہم نے لکھی ہے۔

(۶) غلاف کعبہ کے مصارف

اگر محل کے ضمن میں ہم نے تقریباً ان تمام اخراجات کا ذکر کیا ہے جو مملکت مصر کو روٹنگی

مکمل و تیاری غلاف کعبہ و تنخواہ اہالیان حرمین و خیرات مبرات میں ادا کرنے پڑتے تھے۔ مگر اب یہاں
بائنصوف غلاف کی تیاری وغیرہ کے متعلق جو اخراجات سالانہ لاحق ہوتے تھے وہ درج کئے
جاتے ہیں۔

سلطنت مصر کے مختلف سین کے موازنوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۸۰ء سے
لگا کر ۱۹۲۵ء تک سرت غلاف کی تیاری و بار برداری وغیرہ میں کم سے کم سالانہ (چار ہزار) گنی اور
زیادہ سے زیادہ (دس ہزار) گنی خرچ ہوئے یعنی پچاس ساٹھ ہزار سے لگا کر ڈیڑھ لاکھ روپیہ تک
خرچ کا اندازہ رہا۔ ۱۳۰۰ء مطابق ۱۸۹۹ء کے تقضلی اخراجات غلاف اس جگہ تحریر کئے جاتے
ہیں ان سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کس کس میں کتنا کتنا خرچ ہوتا تھا۔ مصری گنی کی قیمت کم و بیش چودہ
روپیہ کھلدار ہوتی ہے اور ایک ہزار ملیم کی ایک گنی ہوتی ہے۔

نشان سلسلہ	امانات	گنی	ملیم
(۱)	ریشم	۱۱۲۲	
(۲)	سنہری ٹیش (تار) ۲۰۰۰ (مقال)		
(۳)	روپہلی ٹیش (تار) ۶۵۰۰	۱۱۹۷	۷۵۰
(۴)	اخراجات زردوزی	۱۳۱۰	
(۵)	ریشم کی بٹوائی	۵۱	۱۹۰
(۶)	ریشم کی رنگوائی	۱۳۷	۱۰۰
(۷)	سوتلی تاکہ کی بٹوائی	۳۳۲	۸۵۰
(۸)	سبز و سرخ اٹلس	۱۱	۲۲۰
(۹)	تاکہ بٹوائی	۲	۲۰۰
(۱۰)	درستی بوس قدیم و جدید	۲	۵۷۰
(۱۱)	ریشمی نیل کی بٹوائی	۲	۵۷۰
(۱۲)	قیمت ریشم رنگین	۶	۷۲۰

۸۳۰	۱	سوت کے کام کی اجرت	(۱۳)
۳۳۰	۴	سوتی تلگے اور ریشم کی رنگوائی	(۱۴)
۷۲۰	۱	قراہی برائے عرق کلاب	(۱۵)
۵۵۰	۶	جہال کی تیاری	(۱۶)
۷۴۰		ریان	(۱۷)
۳۶۰	۱	ٹاٹ کے قیلے (غلاف کا کپڑا کہنے کے لئے)	(۱۸)
۸۵۰	۱۷	سفید خاصہ (غلاف کے استر کے لئے)	(۱۹)
۶۷۰	۱۴	روپلی ڈون	(۲۰)
۹۰۰	۷	غلاف کعبہ کی سلوائی	(۲۱)
۸۰	۲	ریل پر غلاف کے لادنے کی اجرت ممالان	(۲۲)
۲۲۰	۸	ستفرق اخراجات متعلق غلاف	(۲۳)
۲۸۰	۶	پانی	(۲۴)
۴۸۰	۴	حریر کی تیاری کی اجرت	(۲۵)
۸۰۰	۲۱۸	غلاف جمنے والوں کی اجرت	(۲۶)
	۴۰	تنخواہ رئیس النوالہ (محاسب)	(۲۷)
۵۵۰	۷	غلاف کے پٹنے اور تہہ کوئی کی اجرت	(۲۸)
۹۵۰	۵	غلاف کی درستی و صاف کائی	(۲۹)
۵۵۰	۳	کارخانہ تیاری غلاف کے متفرق اخراجات بروڈرلوں	(۳۰)
۲۵۰	۱	ستری کا بہتہ	(۳۱)
۲۵۰		بہتہ محاسب	(۳۲)
۴۲۰	۳	الونس خدمت گاران بروڈرلوں	(۳۳)
۴۸۰	۳۱	الونس کارگیروں کو بروڈرلوں	(۳۴)
۴۳۰	۱۵	الونس بروڈرلوں دیگر مستحقین کو	(۳۵)

۶۳۰	۲	الوش رئیس کبیر (بڑے مستری) کو جلوس کے دن	(۳۶)
۵۸۰	۲	” محاسب کو جلوس کے دن	(۳۷)
۱۰۰	۱	” محاطی جلوس کے دن	(۳۸)
۲۵۰	۱	” قرآن پڑھنے والے کو جلوس کے دن	(۳۹)
	۳	” خزانچی کو جلوس کے دن	(۴۰)
۵۰۰	۱	” محافظ غلاف مقام ابراہیم کو بروز جلوس	(۴۱)
۳۵۰		” نقیب علم فرقہ سدیہ کو	(۴۲)
۲۰۰		” حزام کے حاملون کو جلوس کے دن	(۴۳)
۵۰۰		” شیخ حزامین کو جلوس کے دن۔	(۴۴)
۳۰۰		” محال برقع رکبہ جلوس کے دن	(۴۵)
۹۵۰		” مشغایچون کو جلوس کے دن	(۴۶)
۸۰۰		” زردوز دن کو جلوس کے دن	(۴۷)
۲۰۰		” فراشن کو جلوس کے دن	(۴۸)
۹۰۰		” غلاف کعبہ اٹھانے والون کو جلوس کے دن	(۴۹)
۱۰۰		” دربان کو جلوس کے دن	(۵۰)
۲۰۰		” محاطی غلاف مقام ابراہیم بروز جلوس	(۵۱)
۳۵۰		” نقیب رفاعیہ کو جلوس کے دن	(۵۲)
۳۰		” خمیے نصب کرنے والون کو بروز جلوس	(۵۳)
۲۵۰		” کاتب انتظام کو جلوس کے دن	(۵۴)
۱۵۰		” فراش مسلمہ کو جلوس کے دن	(۵۵)
۲۵۰		” نجار کو جلوس کے دن	(۵۶)
۹۰		” یوم جلوس کسوت مسجد حسین کی صفائی وغیرہ	(۵۷)
۵۵۰		” یوم جلوس مسجد حسین میں	(۵۸)

۳۵۰	روز جلوس غلاف کی سلوائی و زردوئی	(۵۹)
۱۵۰	مخیش (سنہری روپلی تار) کو تپانے کے لئے کوئلے	(۶۰)
۸۰۰	یوم جلوس پولیس کے سپاہیوں کو ہتھ	(۶۱)
۲	زردوزون کو جو مخیش تپاتے ہیں	(۶۲)
۵۵	بیت اللہ کے منبر کے غلاف کی تیاری	(۶۳)
۸۰	جلوس کی رات کے اخراجات	(۶۴)
۵۵۰	۱۲۸ متفرق	(۶۵)
۲۰	مصارف تیاری مصطفیٰ (آج)	(۶۶)

میزان کل (۶۰۰) گنی (۸۱۰) ملیم
تقریباً باسٹھ ہزار چار سو روپیہ کلدار

دسویں فصل

وہابیوں کی پہلی فتوحات حجاز اور ان کا غلاف

وہابیوں کی بڑھتی ہوئی قوت کو شریف غالبؒ اور حجاز کے فرمانروا ترک حد کی

سہ وہابی مذہب کے بانی محمد بن عبد الوہاب علاقہ نجد میں ۱۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ سلاطین میں انکی وفات ہوئی ان کا طریق منبلی تھا اور قرآن و حدیث کے زبردست عالم تھے انہوں نے مسلمانوں میں بہت سی شرکانہ رسوم دیکھ کر ان کے غلاف و غلط کہنا شروع کیا۔ مختلف مقامات سے ان کا اخراج ہوا۔ آخر محمد بن سعود امیر نجد انکا مقصد ہو گیا۔ اس نے مختلف ممالک میں اپنے داعی بھیجے اور ہزاروں آدمی اس کے دائرہ اثر میں آ گئے (بقیہ صفحہ ۷۰ پر)

کی نظر سے دیکھتے تھے اور ان کی مذہبی اصلاحات کو کفر و ضلالت سے تعبیر کرتے تھے۔ آخر انکی عواقب کی فتوحات سے ڈر کر شریف مکہ نے وہابیوں کو بدنام کرنے پر بھی اکتفا نہ کیا بلکہ ان کی تکفیر کا فتویٰ تیار کر کے حجاز میں ان کا داخلہ ممنوع قرار دیدیا جب وہ اپنی فریضہ حج سے بھی محروم کر دئے گئے تو ناچار انہوں نے اپنی تلوار کا رخ حجاز کی طرف پھیر دیا اور کچھ عرصے میں امیر نجد سعود ابن عبدالعزیز نے طائف مکہ - مدینہ وغیرہ حجاز کے تمام شہر فتح کر لئے اور ۱۲۱۵ھ محرم سال کو مکہ پر قبضہ کرنے کے بعد سلطان شریک سلیم خان ثالث کو جس کا عہد حکومت ۱۲۱۵ھ سے ۱۲۲۲ھ تک رہا حسب ذیل خط لکھا:-

منہاجانب سعود

بخدمت سلطان سلیم خان

ہیں ۲۲ محرم ۱۲۱۵ھ کو مکہ میں داخل ہوا۔ میں نے یہاں کے باشندوں کو ایمان دیدی اور ان

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۹) جب ان کے مخالفوں نے ان کو کون تو طرح کی اندائیں دینی شروع کیں۔ ان کو کافر ٹھہرایا کیا اور حج روک دیا گیا تو انہوں نے اپنی تلوار سنبھالی اور بہتر کردہ گئی عبدالعزیز بن محمد ۱۲۱۵ھ میں یمن لڑا اور نجف وغیرہ شہر فتح کر لئے ۱۲۱۵ھ میں طائف پر قبضہ کیا ۱۲۱۵ھ میں مکہ اور ۱۲۱۹ھ میں مدینہ فتح کی ۱۲۱۵ھ میں محمد علی پاشا والی مصر نے حجاز پر چڑھائی کی اور پانچ چھ برس کی جدوجہد اور سازشوں کے بعد حجاز سے ایک قدم اٹھا کر مکہ آئے۔ اس کے بعد حکومت نجد بہت متعینہ ہو گئی۔ سو اس کے بعد پھر زمانے نے پٹا کھایا اور سلطان عبدالعزیز ثانی ابن عبدالرحمن ابن سعود نے اپنی دانائی سے اولاً سلطنت نجد پر قبضہ کیا اور اس کے بعد مکہ میں حجاز فتح کیا اور اس وقت وہی حرمین الشریفین کے فرمانروا ہیں۔

۱۲۱۵ھ شریف غالب ۱۲۱۵ھ سے ۱۲۲۲ھ تک شریف مکہ رہا۔ حجاز سے وہابیوں کو نکال دینے کے لئے اس نے ترکوں کو دعوت دی۔ مگر حالت یہ تھی کہ شکار اپنے داؤن پر تھا اور شکاری اپنی گہات میں۔ شریف کی غرض تھی کہ ترکوں کے ذریعہ سے وہابیوں کو نکلوا کر خود حجاز کا حکمران بن جائے۔ محمد علی پاشا جس نے ترکی فوج کے ساتھ حجاز پر چڑھائی کی تھی وہ یہ چاہتا تھا کہ شریف کو بالائے طاق رکھ دے۔ آخر محمد علی کا وار چل گیا اور اس نے شریف غالب کو قید کر کے قاہرہ بھیج دیا۔ وہاں سے سالوینکا روانہ کیا جہاں ۱۲۳۱ھ ہجری میں انتقال کیا:-

.....

تمام چیزوں کو جن کی پریشانی جاتی تھی برباد کر دیا۔ میں نے سوائے ان محصوروں کے جو شرمگاہ بن گئے تھے باقی تمام محصول معاف کر دیے۔ میں نے اس قاضی کو جسے آپ نے شرع محمدی پر عمل کرنے کے لئے مقرر کیا ہے بحال رہنے دیا۔ میری خواہش ہے کہ آپ دمشق و قاہرہ کے والیوں کو ہدایت کر دیں کہ وہ باجون کے ساتھ مکہ معظمہ کی جانب محل روانہ نہ کریں۔ مذہب کو ایسی باتوں سے کچھ تعلق نہیں ہے۔“

سلطان سلیم نے اس خط کا جواب باصواب نہ دیا اور فریقین میں جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں۔ محل کے بارے میں سعود کی ہدایت کو ضلالت خیال کیا گیا اور سب سابق محل زمانہ کے گئے۔ ۱۲۲۱ھ میں سعود نے پھر شامی و مصری امیر الحلاج کو تنبیہ کیا کہ وہ۔

اس نگرانی کے ڈہانچے کو باجے بجاتے یہاں نہ لائیں یہ بدعت ہے۔ تمام بدعتیں مگر ہی ہیں۔

اور ہر گراہی کی سزا آگ ہے۔“

امیر شامی نے نیزہ طاقبول نہ کی اور ۱۲۲۱ھ کے حج میں وہ بغیر حج کے اپنے محل کو لیکر واپس ہو گیا مگر محل مصری جو کے پورے چکا تھا وہاں لوگوں کے ہاتھ لگ گیا اور انہوں نے اسے جلا دیا۔ وہاں لوگوں کی حکومت حجاز پر کوئی بارہ برس رہی۔ اس زمانہ میں مصر سے غلاف آنا موقوف ہو گیا تھا۔ اور وہاں کبے پر خود غلاف ڈالتے تھے۔ یہ سرخ رنگ کے کپڑے کا ہوتا تھا جو صامی تیار ہوتا ہے اور جس کی عربی عبا بنائی جاتی ہیں۔

لہذا علاقہ نجد کا ایک بڑا زرخیز صوبہ ہے۔ یہاں اچھی اچھی چراگاہیں ہیں مویشی خوب ہوتی ہے۔ یہاں کی پارچہ بانی کی صنعت بھی زمانہ قدیم سے مشہور ہے۔ سوئی کپڑے کے علاوہ یہاں کا اونٹنی کپڑا بھی اچھا ہوتا ہے۔ جلالتہ الملک سلطان عبدالعزیز بن عبدالرحمن ملک حجاز و نجد کی عطا کی ہوئی عبا اس فقیر کے پاس بھی ہے جو صامی کی بنی ہوئی ہے اس کا کپڑا ولایتی کپڑے سے مقابلہ کرتا ہے۔

گیارہویں فصل

ترکوں کا حجاز پر دوبارہ قبضہ مصر سے غلامی دوبارہ آمد

دہائیوں کے پہلی مرتبہ کے تسلط حجاز کی وجہ سے تقریباً دس سال تک مصر سے غلامی کعبہ آیا جب ترکوں نے نبرہ کو دگی محمد علی پاشا اہل نجد سے ملک حجاز واپس لے لیا (جیسا کہ ہم ملوکیت سلاطین کے ضمن میں حاشیہ پر تحریر کر چکے ہیں) تو ۱۲۳۲ھ سے پھر غلامی کعبہ مصر سے آنے لگا اور تمام محل کارستہ بھی کھل گیا۔ اس زمانہ میں شہر فرنگی سیاح عرب برکھارٹ حجاز گیا ہوا تھا اس نے اپنے سفر نامے میں نوز حجاز کا ذکر کیا ہے۔ اس وقت تک حجاز سے دہائیوں کا بالکل قبضہ نہیں تھا بلکہ طائف کے نواح میں ترکوں اور دہائیوں کی لڑائی بھی ہو رہی تھی۔ تاہم مصر و شام کے رستوں میں امن تھا اور اس وقت سے ہمارے زمانے تک غلامی کعبہ کا رستہ کھلا رہا۔

بارہویں فصل

شریف مکہ کا غلامی کعبہ

حجاز سے دہائیوں کا قبضہ اٹھ جانے کے بعد تقریباً اکیاسی بیاسی برس تک غلامی کعبہ مصر سے تیار ہو کر سب ستور سابق بڑے ترک و احتشام کے ساتھ مکہ معظمہ آتا رہا لیکن ۱۹۱۴ء میں شامی محل کا قبضہ کر کے ہم نے ہاتھ ایک فصل میں کیا ہے۔

۱۳۳۳ء میں جب یورپ کی جنگ عظیم چھڑی اور ۱۹۱۲ء سے ۱۳۳۹ء تک ہوتی رہی تو سلطنت عثمانیہ بھی برطانیہ اور اس کے حلیفوں کے خلاف جرمنی کا ساتھ دیا۔ ہر متحدین (برطانیہ، فرانس، واطلی) نے شریف مکہ میں پاشا کو شہ دی۔ اس نے سلطانہ میں ترکوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور شاہ حجاز بندہ اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ دوران جنگ میں بحری رستوں کی ناکہ بندی کر دی گئی تھی۔ تمام حجاز جنگی کاموں میں مصروف تھے۔ حج تقریباً بند ہو گیا تھا اور مصر سے خلافت محل کی آمد بھی پابندی کے ساتھ باقی نہیں رہی تھی۔ نیکی کی راہ سے بھی فتنہ و فساد و بد امنی کی وجہ سے بہت کم حاجی آتے تھے۔ علاوہ اس کے شریف کو بغاوت اور سازشوں سے اتنی فرصت نہ تھی کہ عرب کے اندرونی حصے جو لوگ حج کے لئے آتے تھے ان کی خوشنودی کے واسطے خلافت کعبہ کا کوئی خاص اہتمام کر یا۔ غرض کہ کوئی آٹھ سال تک پابندی کے ساتھ خلافت نہ ڈالا گیا۔ مصر سے آتا تھا تو وہ ڈال دیا جاتا تھا یا کبھی دل میں آگئی تو شریف کوئی معمولی کپڑے کا خلافت پہنا دیتا تھا ورنہ وہی پیرا خلافت پڑا رہتا تھا۔ شریف مکہ کے ڈالے ہوئے خلافتوں میں سے جو اس نے اس زمانہ میں ڈالے تھے ایک خلافت کا کٹرا میرے پاس بھی موجود ہے۔ یہ ڈبل زین کی قسم کا کپڑا ہے۔ اس کا رنگ مدہم کا ہی ہے۔

۱۷ اس وقت ترکی میں سلطان محمد خان خاس حکمران تھے جن کی سلطنت ۱۳۲۴ء سے ۱۳۳۶ء تک رہی۔ ان کی وفات کے بعد دوران جنگ ہی میں عزالدین یوسف سلطان عبد المجید خاں کے نام سے تخت نشین ہوئے۔ اس لڑائی میں ترکوں کو زبردست نقصان ہوا۔ حجاز و عراق و شام و مصر سب ان کے ہاتھ سے نکل گئے۔ قریب تھا کہ ترکوں کی سلطنت صفحہ ہستی سے مٹ جائے مگر مصطفیٰ کمال پاشا کی داناہی و شجاعت نے اس سلطنت کا نام باقی رکھا۔ متحدین کو جو مصطفیٰ پر قابض ہو گئے تھے ان کے گھر ضبط کیا۔ اس کے بعد سلطان عبد المجید خاں مظلوم کر دیے گئے اور ترکی بجائے خود مختار شہنشاہیت کے جمہوری سلطنت کر دی گئی جس کے صدر مصطفیٰ کمال پاشا بنے۔ اور ان کا پایہ تخت انکورہ ہے۔

~~~~~



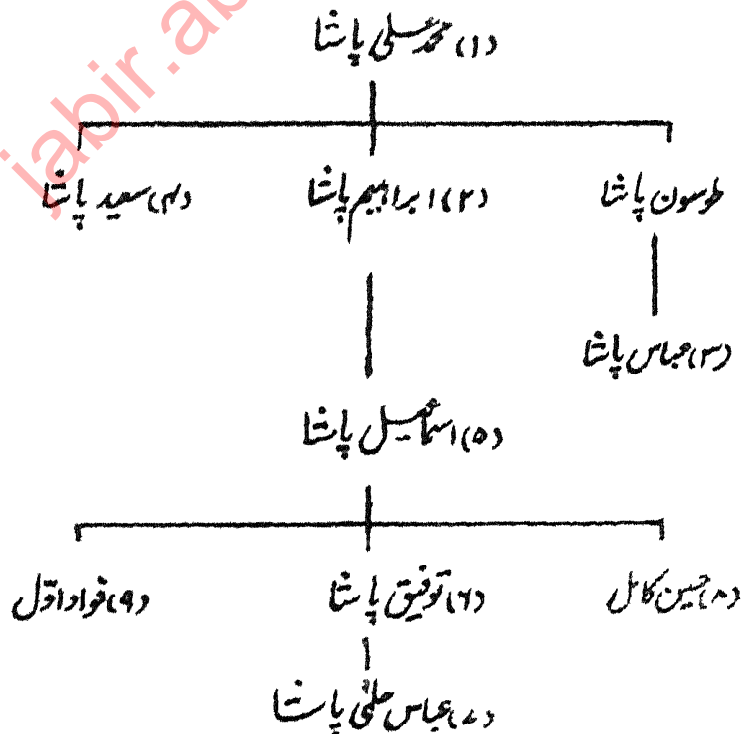
# تیرہویں فصل

## (۱) موجودہ زمانے میں سلاطین مصر کا غلاف کعبہ

جنگ یورپ کے زمانے میں خدیو عباس حلمی پاشا اپنے ضمیر کے خلاف عمل کرنا جہیت سے بعید سمجھ کر قسطنطنیہ چلے گئے۔ ان کی مدد موجودگی میں ان کے چچا حسین کمال پاشا اکتوبر ۱۹۱۴ء میں خدیو تہرہ ہوئے اور سلطان کا لقب اختیار کیا۔ دسمبر ۱۹۱۴ء میں چچا حسین پاشا کا انتقال ہو گیا اور ان کے لڑکے کمال الدین نے سلطنت سے انکار کر دیا تو حسین پاشا کے بھائی شہزادہ احمد خواد کو سلطان بنایا گیا۔

۱۹۱۵ء عباس حلمی پاشا نے ۱۹۱۶ء سے ۱۹۱۷ء تک (۲۴) سال حکومت کی۔

۱۹۱۷ء سلطان خواد کی ولادت ۱۹۱۸ء میں ہوئی۔ یہ اس وقت ہی طحان ہیں۔ مصر کے خدیوون کا شجرہ نسب فیلیس درج ناموں پر بہ اعتبار حکومت سلسلہ وار نمبر ڈال دیئے گئے ہیں:



اور ۱۹۲۲ء میں انہوں نے فواد اول سلطان مصر و سوڈان کا لقب اختیار کیا۔ حسین پاشا اور سلطان فواد کے زمانے میں حسب سابق مصر سے خلافت آتا رہا اور اس کے اجزاء اور کتبے وغیرہ بھی وہی قدرتی رہے جو سلطنت عثمانیہ کے زمانہ میں تھے البتہ سمت شمالی کے حزام پر سلطان حسین پاشا یا سلطان فواد کا نام اور ان کے ابا و اجداد کے نام اس سلسلہ سے کڑھے رہتے تھے۔

فی ایام دولت صاحب جلالت ملک المصر و السودان العظم سلطان احمد فواد پاشا اول بن اسماعیل پاشا بن ابراہیم پاشا بن محمد علی پاشا خلد اللہ تعالیٰ ملک۔

## (۲) مصر و حجاز کا تنازعہ خلافت کعبہ کی واپسی

مصر سے خلافت کعبہ کی آمد کو دو ہی سال گزرے تھے کہ ۱۳۳۱ھ میں ایک نیا جھگڑا پیش آیا وہ یہ کہ شاہ حجاز حسین پاشا نے جس کو علمائے اسلام دین فروش و ملت فروش و نصاریٰ کا ساختہ پر داختمہ کھتے تھے محل مصری کو جو خلافت کعبہ کے ساتھ مصر سے جدہ پہنچ چکا تھا واپس کر دیا۔ اس کی تحقیر کیفیت یہ ہے کہ زمانہ قدیم سے یہ دستور چلا آ رہا تھا کہ محل مصری کے ساتھ حاجیوں کا بڑا قافلہ آیا کرتا تھا اور ان کی دوا و درمن کے لئے سرکاری طور پر دوطیب بھی قافلے کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ یہ دوطیب عموماً وہ لوگ ہوتے تھے جو ادائی فریضہ حج کے لئے روانہ ہوتے تھے۔ رتے بھر دوسرے حاجیوں کا علاج و معالجہ کرتے چلتے تھے اور حجاز میں اس خدمت کو بہ خیال ثواب انجام دیتے تھے۔ اس سال اتفاقاً چار طبیب حج کے ارادے سے قافلہ مصری یعنی محل کے ساتھ مکہ منظرہ روانہ ہوئے۔ دیوانہ راہوئے بس است۔ شاہ حجاز نے اس پر اعتراض کیا اور اس کو اپنی خود مختاری کے منافی خیال کر کے اعلان کر دیا کہ حجاز میں ان لوگوں کے داخلہ کی اجازت نہیں دی جائیگی حکومت مصر نے مناسب نہ سمجھا کہ مصری انبائے وطن کو جو حج کے لئے ارض مقدس کا سفر کر رہے تھے کسی طبی امداد اور احتیاطی تدابیر کے بغیر ایسے غیر منظم ملک میں جسیا کہ اس وقت حجاز ہو رہا تھا بیمار یوں کا شکار بننے کے لئے چھوڑ دے تاکہ شاہ حجاز کے مقرر کئے ہوئے ڈاکٹر ان کے پر پرزے نوچکر اطمینان کے ساتھ ان کا خون چوسیں اور مرچکی صورت میں شاہ حجاز ان کے مال و اسباب پر قبضہ کرے۔ غرض کہ حکومت مصر نے اصرار کیا اور پھر حجاز کے

دیرینہ و مخلصانہ تعلقات والی حجاز کو یاد دلائے مگر وہ اپنی ضد پر اڑا رہا۔ آخر علمائے اسلام نے مناسب الفاظ میں جس کا وہ مستحق تھا فتویٰ صادر کیا اور محل مصری سے غلاف کعبہ کے واپس طلب کر لیا گیا۔ مجلس مصر جو بڑے اشتیاق و تنہا کے ساتھ گھر سے نکلے تھے ”ہم شوق آمدہ بودم ہمہ حرمان رفتیم“ کہتے ہوئے مصر واپس ہو گئے۔ محل کی سالانہ روانگی کو ایسی مصر میں ایک عظیم الشان تقریب کی حیثیت رکھتی تھی اہل مصر اس کو کمال عزت و احترام کے ساتھ رخصت کرتے تھے۔ اور واپسی کے وقت بڑے جوش و خروش کے ساتھ اس کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے (جیسا کہ آئندہ اوراق میں اس جلوس کے تفصیلی حالات سے معلوم ہوگا) اس موقع پر حبیب مصر والے بغیر حج کئے ہوئے واپس ہوئے ہوں گے اور غلاف کعبہ واپس لایا گیا ہوگا اس وقت اہل مصر کو جو کچھ صدمہ ہوا ہوگا اس کا اندازہ مشکل ہے۔

اس سال شاہ حجاز نے تکمیل رسم کے لئے ڈبل زین کی قسم کے ایک دبیز ٹکے کا ہی رنگ کا غلاف کعبے پر ڈالا تھا اس کا ایک ٹکڑا اس فقیر کے پاس بھی موجود ہے خوشامی یا کوئی صنعت اس میں ہے نہیں البتہ اس کے تبرک ہونے میں کلام نہیں۔

شاہ حجاز کی اس حرکت سے جسے مسلمان کسی عیسائی سلطنت کی ترغیب کا نتیجہ قرار دیتے ہیں نہ صرف اہل مصر کو بلکہ تمام دنیا کے مسلمانوں کو رنج پہونچا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت مصر نے شاہ مذکور کی سالانہ تنخواہ تخمیناً ڈیڑھ لاکھ روپیہ جو خرانہ مصر سے اس کو ملتی تھی موقوف کر دی۔ مصر و حجاز کے دوستانہ تعلقات جو سینکڑوں برس سے قائم تھے وہ منقطع ہو گئے اور قاہرہ جو باب الملکہ کہلاتا ہے وہاں کے حاجیوں کے لئے کے میں داخل ہونے کے دروازے بند کر دئے گئے۔ اس زمانہ میں یہ تیاریاں (غلاف کعبہ) حیدرآباد کے ادبی رسالہ ”لسان الملک“ میں شائع ہو رہی تھی۔ زمانے کے حالات دیکھ کر اس وقت اس فقیر نے یہ دعا کی تھی جو دو برس بعد اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔

”یا اللہ مسلمانوں کو حمیت دینی عنایت فرما اور ان کے اچھے ہوئے کاموں کو سلجھا دے“  
 بود آیا کہ رہ صدق و صفا بکشایند اگر از بہر سیاست رہ حج را بستند  
 گرہ از کار فرو بستہ ما بکشایند دل قوی را کہ از بہر خدا بکشایند



# چودھویں فصل

## (۱۱) حجاز پر اہل نجد کا دوبارہ قبضہ

### مصر خلافت کعبہ کی دوبارہ آمد اور موقوفی

حسین پاشا شریف کی حکومت ایک بدترین قسم کی بادشاہت تھی ہر قسم کے جرائم و ممنوعات شریعہ کا ارتکاب علانیہ ہوتا تھا معتبر اہل مکہ کی زبانی مجھے معلوم ہوا ہے کہ خود شریف دائم الخمر تھا جس وقت نجدیوں نے اس کے محل پر قبضہ کیا تو شراب کی بہ نسبت خالی بھری بوتلیں وہاں سے برآمد ہوئیں۔ مولوی حاجی سید حسن صاحب اکبر آبادی نے مجھے فرمایا تھا کہ ۱۳۳۸ھ میں شریف کے درباران کعبہ کو انہوں نے ہمیشہ مخمور پایا۔ اُس زمانہ میں حجاز بد امنیوں کا مرکز تھا اور خاص بلد الامین میں بھی نہ حاجیوں کی جان محفوظ تھی نہ مال۔ باشندگان حجاز بھی سخت مصیبت میں گرفتار تھے۔ جہاں شریف نے حاجیوں پر سزائے ٹیکس لگا کر حج کو تقریباً غیر ممکن کر دیا تھا اس کے ساتھ مکہ و مدینہ کے رہنے والوں کو بھی اُس نے نوچنے لکھوٹنے میں کمی نہیں کی تھی۔ بدوی لیٹرون اور شریف کے ڈاکو ملازموں کے ہاتھ سے مسافروں کا سکہ سے چلکر مدینہ تک پہنچنا غیر ممکن تھا۔ حاجیوں کو خاص راستوں سے چلنے پر مجبور کیا جاتا تھا تاکہ وہ گرا قیمت پانی خریدیں یا پیاسے مرجائیں اور اُن کا مال شریف کے ہاتھ لگے۔ اس طرح ہزاروں آدمی تڑپ تڑپ کر ریگستان میں جان دیتے تھے۔ اُس زمانے کے اخباروں سے ثابت ہے کہ ۱۳۳۲ھ ہجری میں چوبیس ہزار خدا اور رسول کے جہاں شریف کے نظام کا شکار ہوئے تھے اس زمانہ میں بہت کم حاجی مدینہ تک پہنچ سکتے تھے۔ اکثر رستے ہی میں سے بلا زیارت لوٹاؤں جاتے تھے مولوی حاجی سید اعجاز حسین صاحب خلیفہ یاب تعلقدار حیدر آباد اور مولوی حاجی سید حسن صاحب میس اکبر آباد نے

مجھ سے بیان فرمایا کہ۔

”۳۳۸ھ میں ہم حج کو گئے تھے یہ زمانہ شریف کی حکومت کا تھا۔ تقریباً پندرہ سو مہاجرین کا قافلہ جو مینے جارہا تھا۔ بیر علی کے پاس سے جبکہ مدینہ ڈیڑھ گھنٹہ کو مس رہ گیا تھا جبراً وہاں پر کر دیا گیا اور اہل قافلہ مدینہ منورہ کی طرف سڑ کر کے بہ صحرست و یاس قاتحہ پڑ پڑ کر رہ گئے جوئے وہاں پہلے گر خوش قسمتی سے چارے بدویوں نے شریف کے سپاہیوں کی آنکھ پکا کر کوئی دوسرا راستہ اختیار کر لیا تھا اور اس طرح ہم روضہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہو گئے۔“

آخر شریف کے گناہوں کا گھڑا بھر گیا اور ۳۳۸ھ میں اللہ تعالیٰ نے حجاز پر اہل نجد کو مسلط فرمایا۔ جہو بہ سرکردگی جلالت الملک سلطان عبدالعزیز ابن عبدالرحمن آل مصل ابن سعود شریف اور خاندان شریف کے ناپاک وجود سے حجاز مقدس کو پاک کیا اور یہاں کو امن سے اور ظلم کو انصاف سے تبدیل کر دیا۔ خلاف جس کے آنے میں کوئی پابندی باقی نہ رہی تھی اب پھر مصر سے آنے لگا۔ مگر ۳۳۸ھ میں محل مصر کے متعلق دو ناگوار واقعات پیش آئے اول یہ کہ جب مصریوں نے حسب دستور قدیم کے چھوٹے محل کو حریم کعبے میں باب السلام کی طرف والے والاں کے ایک حصہ میں رکھ کر سپاہیوں کا پہرہ مقرر کر دیا تو خوش عقیدت مسلمانوں کے گروہ کے گروہ اس طرف بڑھے۔ کوئی مسٹھانی کچھوریں پیسے چڑھاتا تھا۔ کوئی منت مرادین مانساتا تھا۔ کوئی چلے باندھتا اور عرضیان لٹکاتا تھا۔ نجدی ان چیزوں کو نہ دیکھ سکے سلطان ابن سعود سے شکایت کی کہ ”عین بیت اللہ میں یہ بت پرستی ہو ہی ہے اسے روکو خدا کے گھر میں محل پرستوں کو ہم نہیں دیکھ سکتے“ سلطان نے مصری امیر کو بھیجا کہ محل کے متقدون کی آمد و رفت بند کر دی اور پھر والے سپاہیوں کو مانعت کر دی کہ کسی کو محل کے پاس نہ آنے دیں اس طرح یہ فتنہ بہ آسانی رفع ہو گیا۔

دوسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ ۸ ذی الحجہ ۳۳۸ھ کو پھر اہلیان محل مصری اور عام نجدیوں میں تصادم ہو گیا جس کی کیفیت یہ ہے کہ بعض نجدیوں نے محل چرب کو وہ محض کہلونا بلکہ بت سمجھتے تھے عرفات جاتے وقت منے کے قریب کنکریاں پھینکیں اور ایک نجدی نے محل کے اونٹ کا پاؤں گولی سے زخمی کر دیا اس پر مصری سپاہیوں کو جو محل کے ساتھ تھے تاؤ آگیا اور کنکروں کا جواب انہوں نے شین گن کی گولیوں سے دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پچیس نجدی وہیں ڈھیر ہو گئے۔ مصری فوج کی تعداد چار سو تھی اور

بجذی کوئی ساٹھ ہزار۔ اور اگرچہ نجدیوں میں بڑا جوش مچل گیا تھا مگر سلطان ابن سعود نے بہ خیال مہمان نوازی مصریوں کی اس زیادتی کو معاف کر دیا اور سلطان کے فرزندوں نے بیچ میں بڑا کر بڑی شکل سے معاملہ رفع دفع کیا۔ خیال یہ تھا کہ یہ بات یمن تک رہے گی اور آئندہ خلافت کی روانگی پر اس سے کوئی اثر نہ پڑے گا۔ مگر اہل مصر نے اس رسم قدیم کو بلا کسی گفت و شنید کے لیکا یک مٹا دیا اور اس کے بعد سے مصر سے خلافت نامہ موقوف ہو گیا۔ مصر کا یہ سب سے آخری خلافت کعبہ تھا جو ۱۲۳۳ھ میں آیا تھا۔ کعبے پر ڈالا گیا اور سال بھر تک کعبے پر رہا۔ ۱۲۳۳ھ میں ۲۴ ذیقعدہ سے ۸ ربیعہ تک یہ فقیر بھی اس کی زیارت سے روزانہ مشرف ہوا۔ اس کے کتبوں کی آیات وغیرہ اور ان کا رسم الخط سب ہی تھا جس کی توضیح خلافت عثمانیہ کے خلافت کے اجزاء اور کتبوں کے ذکر میں کی جا چکی ہے۔ صرف یہ فرق تھا کہ اسکی سمت شمالی کی حزام اور پردہ باب کعبہ میں احمد فواد پاشا سلطان مصر کا نام اس طرح تحریر تھا۔

فی ایام دولت صاحب جلالت مصر والسودان العظم السلطان احمد فواد پاشا اول بن امین

باشا بن ابراہیم باشا بن محمد علی باشا خلد اللہ تعالیٰ ملکہ

## (۲) سلطان عبدالعزیز ابن عبدالرحمن ابن سعود کا پہلا خلافت

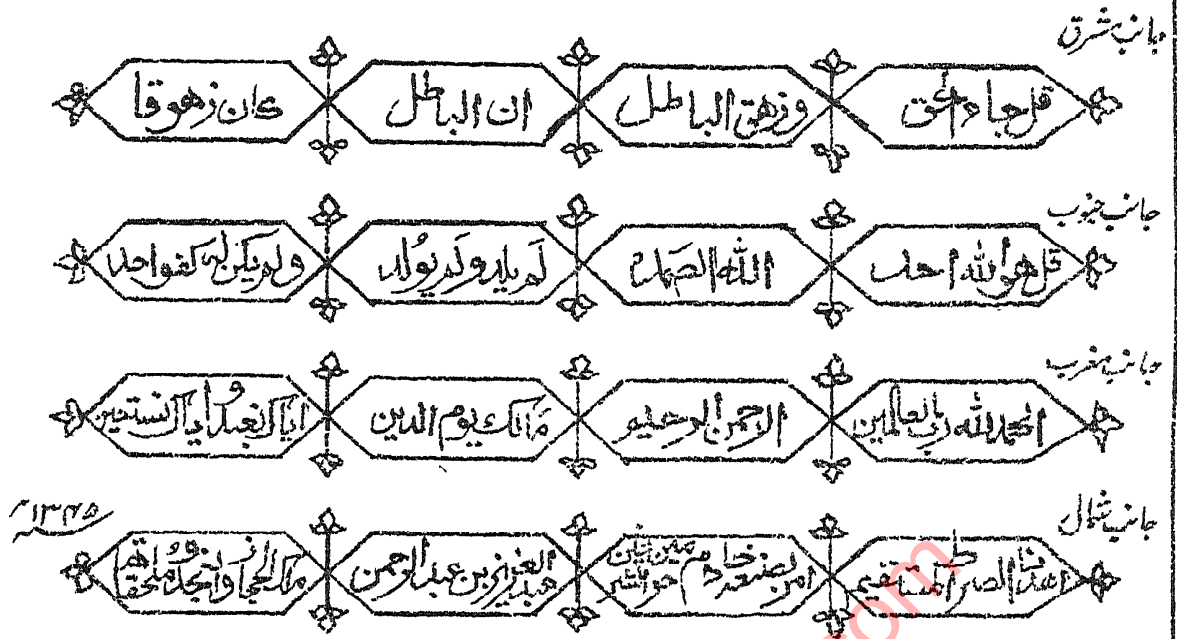
دہائیوں کے خیال میں محل ایک غیر ضروری بدعت تھی اور بعض دوسرے متشرع اصحاب بھی اُسے کیل تماشا سمجھتے تھے محل کے ساتھ بعض خوش عقیدہ مسلمانوں کو جو اعتقاد تھا اس پر وہابی بت پرستی کا گمان کیا کرتے تھے۔ اہل نجد نے اپنے پہلے قبضہ حجاز کے زمانہ میں بھی گاجے باجے کے ساتھ محل کا داخلہ جائز نہیں رکھا تھا۔ ۱۲۳۳ھ میں بھی اسی وجہ سے نجدیوں اور مصریوں کے درمیان تصادم ہو گیا تھا۔ ان وجوہ سے ضرورت تھی کہ ۱۲۳۵ھ کے لئے محل کے بارے میں حکومت حجاز و حکومت مصر کے درمیان سمجھوتہ ہو جائے چنانچہ جلالتہ الملک سلطان عبدالعزیز ابن عبدالرحمن ابن سعود ملک الحجاز و نجد نے سفیر مصر متینہ جدہ کو محل کے لانے کی اجازت ان شرائط پر دیدی کہ اس کے ساتھ حاجیوں کا قافلہ اور فوج آسکتی ہے مگر توپیں اور شین گن وغیرہ نہ لائی جائیں اور باجانہ آئے۔

مصری حکومت اس پر رضامند ہو گئی اور محل کے بھیجنے کا یقین دلایا۔ آخر ذیقعدہ ۱۲۳۵ھ تک



یہ اندیشہ نہ تھا کہ مصر سے محل و خلافت نہ آئیگا کہ اتنے میں ایک ایک کم و بیش کو سفیر مصر نے اطلاع دی کہ حکومت مصر نے آپکی شرائط پر عمل کا بھیجنا پسند نہ کیا۔ اس بے موقع اطلاع سے حکومت مصر کی یہ غرض تھی کہ اگر سلطان ابن سعود نے ایسے سنگ وقت میں مجبور ہو کر ہماری شرائط قبول کر لیں تو بھاگ دوڑ چلا کر محل و مہوم دہام سے بھیج دیا جائیگا و نہ اتنی قلیل مدت میں سلطان ابن سعود خلافت کی تیاری کا انتظام نہ کر سکیں گے اور اس طرح ان کو ایک قسم کی خفت ہوگی۔ مصریوں کی اس حرکت کو سلطان ابن سعود نے صبر و استقلال سے برداشت کیا اور سات روز کے اندر سیاہ بانات کا خلافت معین حزام اور باب کعبہ کے زرین پردے کے تیار کر کے حسب عادت قدیم ۱۰ ذیحجہ ۱۲۲۵ھ کو کعبہ پر ڈالا۔ سلطان نے اس خوشی میں طواف کیا اور دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی۔ چونکہ موجودہ حکومت نجد کا یہ پہلا خلافت تھا اور بڑی بجلت کے ساتھ تیار کیا گیا تھا اس لئے اس میں کسی خاص صفت کی توقع نہیں ہو سکتی تھی تاہم خوشنما تھا اور اس قدر کم فرصت میں اس کا تیار ہو جانا ہی کچھ کم حیرت ناک نہ تھا۔ اس کی بانات عمدہ سیاہ رنگ کی تھی۔ اس کی حزام اور باب کعبہ کے پردے پر سنہری مسالے سے نقش و نگار و آیات قرآنی کاڑھے گئے تھے مجھ کو یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی تھی کہ مکہ معظمہ میں اتنی مقدار میں بانات کیسے دستیاب ہو گئی کیونکہ کعبہ کے خلافت کے لئے تیس چالیس تھان بھی تقریباً (۴۲۷) گز بانات درکار ہوئی ہوگی۔ اس خلافت میں در کعبہ کے پردے پر سنہری مسالہ کا حاشیہ نقش و نگار کے ساتھ بنا ہوا تھا جس کے بیچ میں سنہری حرفوں میں کلمہ طیبہ لکھا تھا۔ حزام دو فٹ چوڑی تھی جس میں حسب ذیل آیات مسالے کے حلقوں میں سنہری گولے پٹھے سے کڑھی ہوئی تھیں اس کی شباہت نقشہ ذیل سے ظاہر ہو سکتی ہے۔

”صفحو (۸۱) پر ملاحظہ ہو“



دسویں ذی الحجہ کو بہت سے حاجی مصر اور دوسرے ممالک کے متے سے طواف الزیارت کے لئے جب آئے تو کعبہ پر چمکدار زرین کام کا نیا غلاف دیکھ کر حیرت میں رہ گئے خصوصاً اہل مصر کو بہت ہی شاق گزرا۔ چونکہ حاجی تین دن تک منے ہی میں رہتے ہیں اس لئے بیت اللہ میں حجاج کی کثرت نہیں ہوتی اور بیت اللہ کافی طور پر محفوظ بھی نہیں ہوتا۔ کیا یہوین ذی الحجہ کو نہ معلوم کون لوگ اس غلاف کے نیچے کا حصہ جہاں تک ہاتھ پہنچتا تھا کوئی دود گز چاقو بوؤں سے کاٹ کر اور قینچیوں سے کٹر کے لے گئے بعض کا گمان مصریوں پر ہوا۔ بعض کا اہل مکہ پر بعض کا طر فداران شریف پر۔ اور بعض کا دشمنان ابن سعود پر حقیقت حال خدا کو معلوم ہے کہ لے جانے والے کون تھے اور کس نیت سے لے گئے سلطان ابن سعود کو جب اسکی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اُسی رات کو دوسرا کپڑا اس میں سلوا کر غلاف کو اس طرح پھیل کر دیا کہ بہت سے لوگوں کو خبر بھی نہ ہوئی کہ ایسا واقعہ پیش آیا تھا۔

## (۳) سلطان ابن سعود کے حکم سے مصر غلاف کے منونے پر مکے میں تباہی

سلطان کو اسی برس یہ خیال ہوا تھا کہ غلاف کعبہ حجازی میں تیار ہوا کرے اور اس کے لئے

لے قیام منے کے زمانے میں دسویں ذی الحجہ تک کسی ایک دن کے اگر جو طواف کیا جاتا ہے اسے طواف الزیارت کہتے ہیں۔

مصر وغیرہ کسی دوسرے ملک کی حاجت نہ رہے۔ اس کا ذکر سلطان نے اپنے انڈین سکریٹری مولوی سید ایل غزنوی سے کیا انہوں نے حاجی کریم بخش بنارسی سے جو ان دنوں حج کے لئے گئے ہوئے تھے چند روزیں ایک نمونہ غلاف کے کپڑے کا مکہ منظمہ میں تیار کر کے سلطان کے ملاحظہ میں پیش کیا سلطان نے اسے پسند فرمایا اور سکریٹری صاحب حمدوح کو حکم دیا کہ وہ ہندوستان جا کر کارگر رشتم قیش اور اوزار بھوایش نامک خصوصاً غلاف کعبہ اور جب ضرورت دوسری قسم کے کپڑے ہی حجاز میں تیار ہوا کریں چنانچہ وہ اوّل سال ۱۲۳۲ھ میں ہندوستان آئے۔ رشتم کے لئے کشمیر کا دورہ کیا مگر وہاں کارشتم پسند نہ آیا اور بالآخر بمبئی سے رشتم کا انتظام کیا اور بنارس کپڑے بننے والے کارگر فراہم کر کے ان کو مکہ منظمہ روانہ کر دیا۔ یہ لوگ حاجی حافظ رحمت اللہ صاحب کے خاندان کے افراد ہیں جو محلہ ہنومان پھانک کے قریب بنارس میں رہتے تھے۔ ان میں خاص خاص کارگروں کے نام صبیحہ اللہ، صنی اللہ اور فتح اللہ ہیں۔ کل سال ۱۲۳۲ھ میں عورتیں اور بچے روانہ کئے گئے۔ عورتیں رشتم کھولنے کے لئے گئیں مردوں کی تنخواہیں چالیس روپے سے سو روپے ماہوار تک اور عورتوں کی تنخواہیں پچیس سے تیس روپے تک علاوہ خوراک کے قرار پائی۔ صبیحہ اللہ صاحب ان سب لوگوں کے منجمر مقرر ہوئے۔ ان لوگوں کو دو دو تنخواہیں پیشگی دی گئیں اور اخراجات سفر سب سلطان کے ذمہ رہے۔ ان سے تین سال کا اقرار نامہ لیا گیا بعض معطل و عیال کے لئے اور بعض تنہا بمبئی سے انیس ہزار روپے کارشتم خرید گیا تھا اور سترہ سو روپے کا لکڑی کا سامان اوزار وغیرہ خریدے گئے۔ غلاف کعبہ کے زرین حصوں کا انتظام چونکہ اس وقت مکہ منظمہ میں ہونا دشوار تھا اس لئے حزام اور برقع کعبہ کی تیاری کا بھی حکم حاجی حافظ بشیر الدین صاحب ساکن محلہ مسجد فتح پوری واقع دہلی کو تخمیناً چھ ہزار روپے میں دیا تھا۔ گیارہ کارگر بمبئی سے جہازیں سوار کر لئے گئے اور باقی کراچی سے۔ ان لوگوں کی فراہمی و روانگی میں میر خلیص دوست حاجی محمد عبدالقادر مرستہ دار عدالت منصفی پٹن واقع علاوہ حضور نظام نے بھی بہت کوشش کی تھی۔

اس موقع پر ایک لطیفہ کا ذکر کر دینا غالباً بے محل نہ ہو گا۔ جب یہ کارگر مکہ منظمہ روانہ ہو چکے تھے اس وقت اخبار مدینہ منورہ کو کہیں سے یہ اطلاع ملی تھی کہ سلطان ابن سعود غلاف کعبہ تیار کرنے کیلئے ہندوستان سے کارگر طلب کرنے والے ہیں۔ اس پر اخبار مذکور نے جو ریکارڈ شائع کیا تھا اس کا خلاصہ یہ تھا کہ:-

”ہم اس بات کو ہرگز گوارا نہیں کر سکتے کہ ہمارے بھائیوں کو اس جیلے سے مکہ منظمہ میں طلب کر کے دہلی بنایا جائے ہم ہرگز کسی کو جانے کا مشورہ نہ دیں گے۔“



یہ مضمون پڑھ کر مجھے بہت ہنسی آئی۔ کہ اخبار نویس صاحب نہ معلوم کس عالم میں ہیں کارگیر پونچ بھی گئے آپ فرما رہے ہیں کہ سچ کسی کو جاننے کی رائے نہ دیں گے اور لطف یہ کہ اڈیٹر صاحب یہ گوارا کرتے ہیں کہ ان کے بچے عیسائیوں کے مشن اسکولوں میں خلافت عقائد اسلام تعلیم پائیں۔ ولایت جا کر انواج قسام کی مکروہات میں مبتلا ہوں۔ حلال و حرام کے امتحان میں پڑیں۔ مگر یہ گوارا نہیں کر سکتے کہ ان کے بھائی مکملہ کی سکونت کا شرف حاصل کر کے نجدیوں کے خیالات سے متاثر ہوں جو حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ کے ہم مذہب یا یعنی ضلی ہیں۔ اب میں پھر اپنا سلسلہ میان شروع کرتا ہوں۔

بنارس کی کارگروں نے مکہ معظمہ میں خلافت کا کپڑا تیار کیا جس پر مصری خلافت کی طرح کلمہ بنا گیا۔ اور خلافت کے زرین حصے دہلی سے تیار کر کے بھیجے گئے اس خوشی میں ۶ ذیحجہ ۱۳۲۳ھ کو بمقام مکہ معظمہ ایک بڑا جلسہ ہوا جس میں مولوی سید اسماعیل غزنوی نے ایک عالمانہ تقریر کی اور اس فقیر کی تاریخ خلافت کعبہ کا عربی ترجمہ و اقتباس پڑھا گیا جسے بعض جرائد نے بھی شائع کیا۔ اس طرح ۱۳۲۳ھ میں سلطان ابن سعود کے مصارف سے خلافت کعبہ تیار ہوا۔ ۱۳۲۵ھ میں تو عجلت کی وجہ سے خلافت کے حرام اور برقع کعبہ کی آیات وغیرہ بدل دی گئی تھیں اور طرز تحریر بھی دوسرا تھا لیکن ۱۳۲۶ھ کے خلافت میں کتبے اور آیات قرآنی سب وہی قائم رکھی گئیں جو مصری خلافت میں ہوا کرتی تھیں اور اس کا خط بھی وہی رہا۔ البتہ سمت شمالی کی حزام میں بجائے سلطان بڑ کی یا سلطان مصر کے نام کے جلالتہ الملک سلطان ابن سعود کا نام کارڈ ہوا گیا۔ ۱۳۲۷ھ سے خلافت کے طلائی وزرین حصوں کی تیاری کا انتظام بھی مکہ معظمہ میں ہونے لگا اس کی کیلئے کلکتہ کے تین کارگیر مامور کر دیے اور اب گزشتہ تین سال سے خاص مکہ معظمہ ہی کا بنا ہوا خلافت کعبہ پر ڈالا جا رہا ہے۔

ہر سال ۶ ذیحجہ کو مکان موقوفہ مکہ معظمہ میں تیاری خلافت کی خوشی میں ایک بڑا جلسہ ہوا کرتا ہے جس میں مختلف ممالک کے امیرالحاج اور معزز حاجی بھی شریک کئے جاتے ہیں اور سلطان ابن سعود اپنی تقریر میں منجملہ اور باتوں کے ہندوستانی کارگروں کی تعریف بھی فرماتے ہیں۔ یہ خلافت سابقہ مصری خلافت سے خوشنماں، مضبوطی اور چمک چمک میں بڑھا ہوا ہے۔ مگر بعض خوش عقیدہ مسلمان مصری خلافت کی اب بھی تعریف کئے جا رہے ہیں جس پر وہ مثل صادق آتی ہے کہ مری ہوئی جینس کے بڑے بڑے سینک۔ ایک نہایت تجربہ کار حاجی صاحب سے جو کئی سال سے برابر حج

کے لئے جارہے ہیں اس بارے میں میری گفتگو ہوئی انہوں نے فرمایا کہ مصری غلاف زیادہ پایدار ہوا کرتا تھا۔ دوسرے سال تک اُس کے کپڑے کی آب و تاب میں فرق نہیں آتا تھا اور اس کا رزین کام بھی ماندہ نہیں پڑتا تھا اس غلاف کی یہ حالت نہیں ہے یہ بہت جلد بگڑ جاتا ہے۔ اس کے ثبوت میں انہوں نے اپنے ملازم سے کہہ کر ایک چھوٹی سی پارسل منگوائی اس میں غلاف کا ماتہ بھر کا ٹکڑا تھا جو اُن کے ذریعے سے ایک بکے والے نے اپنے کسی حیدر آبادی دوست کو بھیجا تھا خیر۔ اس پارسل کے ٹانگے چاقو سے کاٹے گئے غلاف اُس میں سے نکلا اور اُس کی رونق دیکھ کر فرمانے لگے کہ یہ ٹکڑا تو اچھا ہے کچھ زیادہ خراب نہیں ہوا۔ شاید اوپر کے حصہ کا ہو گا، انہیں صاحب نے ٹھنڈی سانس بھر کر یہی بھی کہا تھا کہ سلطان ابن سعود کا نام حزام پر دیکھ کر مجھے بہت رنج ہوا۔

غلاف کعبہ کا یہ انقلاب تباہ میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے جس کے اہتمام کا سہرا سولانا ایلی غزنوی کے سر ہے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ ۱۳۴۵ء میں بعض روسی مسلمانوں اور چرڈ اور معزز اہل بجائے غلاف کعبہ کی تیاری میں روپیہ سے شریک ہونا چاہا تھا مگر سلطان نے اسے قبول نہ کیا اور بجائے اس کے کہ وہ مصر سے خلاف شرع باجون کے ساتھ محل و غلاف کے لائسنسی اجازت دیتے انہوں نے اپنی ذات سے نہ ہر بار روپیہ خرچ کرنا گوارا فرمایا۔ اس موقع پر یہ ذکر کر دینا بھی بے محل نہ ہو گا کہ ۱۳۴۵ء میں جب میں مکہ معظمہ میں تھا تو مجھ سے سردار بنی شیبہ شیخ محمد صالح صاحب کلید بردار کعبہ نے فرمایا تھا کہ۔

اعلیٰ حضرت حضور نظام اگر غلاف کعبہ روانہ فرمائیں تو بہت مناسب ہو۔ آپ حیدر آباد جا کر اس کے متعلق تحریر کیجئے۔

میں نے عرض کیا اس میں شک نہیں کہ ہمارے بادشاہ حرمین کی خدمت اپنا فرض سمجھتے ہیں لیکن جلالت الملک سیاسی نقطہ نظر سے شاید اسے پسند نہ کریں۔

# پندرہویں فصل

پُرانا غلاف

## (۱) پُرانے غلاف کی حالت

غلاف کعبہ کے اجزاء کی سابق میں صراحت کی جا چکی ہے یہ وہ حصوں پر مشتمل ہوتا ہے ایک تو عام غلاف جو سیاہ ریشمی دبیز جھکڑا کپڑا ہوتا ہے اور جس پر کلمہ اور جل جلالہ بنا رہتا ہے۔ دوسرا حصہ رزین کہتے ہیں جن میں کعبے کے گرد کی پٹی یعنی خزام باب کعبہ کا پردہ اور چار دائرے جن کو رنوکہ کہتے ہیں شامل ہیں۔ غلاف چونکہ سال بھر تک کعبے پر رہتا ہے اور جاڑے گرمی برسات کی موسموں میں بھی نہیں اتارا جاتا اس لئے اُس کے نہری حصے اگرچہ کسی قدر مدھم پڑ جاتے ہیں مگر سرسری نظر میں کچھ زیادہ پرانے نظر نہیں آتے البتہ سیاہ غلاف ایک برس تک لٹکے لٹکے عموماً فرسودہ ہو جاتا ہے بعض بعض رُخ پر اس میں جابجاسورخ بھی پڑ جاتے ہیں اور دھوپ مینہ اور گرد و غبار سے اس کا رنگ بھی ہلکا پڑ جاتا ہے۔ علاوہ ازیں کچھ تو اُس رسی کی کچھاوٹ سے جو اس میں بندھی رہتی ہے اور جو ہوا چلتے وقت بہت تن جاتی ہے اور کچھ زمانہ حج میں حاجیوں کے چھونے سے غلاف نیچے سے پرٹ جاتا ہے۔ تاہم اس کے بعض بعض حصے خصوصاً خزام کے نیچے کے یا جہاں حاجیوں کے ہاتھ نہیں پہنچتے یا جہر دھوپ اور مینہ کا اثر کم ہوتا ہے ثابت اور اچھی حالت میں بھی رہتے ہیں۔ بہر حال یہ غلاف سال کے سال دیون ذیچہ تک بدل دیا جاتا ہے۔ غلاف اتارنے وقت بعض اوقات بڑا طوفان بے تیزی برپا ہوتا ہے۔ غلاف کی اینچا گھسیٹی میں حاجی بھی شریک ہو جاتے ہیں۔ وہ یہہ چاہتے ہیں کہ غلاف وقف ہے۔ اس کے ٹکڑے ہم کو مفت مل جائیں۔ اہل مکہ ایک ایک دیہی بلکہ ایک ایک دُورے کے دام کھڑے کرتے ہیں۔



اسی بات پر اہل مکہ اور عاجیون میں کبھی کبھی بڑی لپہ ڈکی ہو جاتی ہے۔

## (۲) غلاف کعبہ و حرم کے کبوتر

حرم بیت اللہ میں سنیکڑوں کبوتر بچھرتے رہتے ہیں جن کے گھونسلے حرم کے دالانوں میں یا مکہ معظمہ کے خانگی و سرکاری مکانات و اطراف و جوانب میں ہیں۔ ان کو ان کبوتروں کی نسل کہا جاتا ہے جنہوں نے حضور سرور عالم صلی اللہ والہ وسلم کی ہجرت کے وقت غارتور کے وہانے پر گھوسلا بنا کر انڈے رکھے تھے۔ حرم کعبہ ان کبوتروں کا اڈا بنا ہوا ہے۔ ان کے غول کے غول حرم میں بابا بجائیے رہتے ہیں جن میں مختلف مقامات پر بچھری ہوئی ہیں جن میں نیک دل حاجی پانی بھر وادیتے ہیں۔ بعض لوگ دانہ بھی ڈال دیتے ہیں۔ بیشتر بیت اللہ کے دروازوں پر غریب عورتیں تشریف لے جاتیں جو اس لئے بیٹھی رہ کر تکیہ تھیں۔ حاجی ان سے خرید کر کبوتروں کی دعوت کر دیا کرتے تھے۔ یہ عورتیں مجھے ایسی عورتیں نظر نہ آئیں نہ کسی اور شخص کو کبوتروں کے لئے دروازوں پر دانہ بچھتے ہوئے میں نے دیکھا۔ ۱۳۴۵ء میں جب یورپ کا مشہور سیاح عرب برکھارٹ مکہ منظمہ گیا تھا تو اس نے ان عورتوں کی نسبت برا خیال ظاہر کیا تھا لیکن یہ کہ بخدی حکومت نے احتیاطاً ایسی تجارت عورتوں کے لئے بند کر دی ہو۔ حرم کے کبوتروں کو مارنا یا اٹال کر کے کھانا مانا سب خیال کیا جاتا ہے۔ یہ کبوتر کے والوں کے گھروں میں گھونسلے بنا لیتے ہیں تنگے گرا کر اور بیٹھیں کر کے ان کو پریشان کرتے ہیں مگر میں نے جہان تک سنا اہل مکہ چاقو سے ان کی خبر نہیں لیتے۔

ان کبوتروں کے سلیمے کی نسبت دو باتیں مشہور ہیں جو کبھے کا سحرہ خیال کی جاتی ہیں۔  
(۱) اول یہ کہ ان کبوتروں کی ٹکڑیاں اڑتے وقت کبھے کے اوپر سے کبھی نہیں گزرتیں بلکہ پہٹ کر اوپر اوہر ہو جاتی ہیں۔

(۲) دوسرے یہ کہ فنانہ کعبہ پر یہ کبوتر نہ بیٹھتے ہیں اور نہ بیٹھتے ہیں۔ میں نے ۱۳۴۵ء میں ان کبوتروں کو اس قدر دہن نہ پایا کہ اڑنے میں وہ کبھے کا لحاظ کرتے ہوں۔ بہت سے اہل مکہ بھی میرے اس

لے یہ روایت ضعیف ہے۔

مشاہدے سے متفق ہیں۔ میں نے اکا دکا کبوتر کو باکم کعبہ پر اور غلاف پر بیٹھا ہوا بھی دیکھا لیکن حرم میں جس کثرت سے کبوتر رہتے ہیں اس کے مقابلہ میں ایک آدھ کبوتر کا کبھی کبھی پر بیٹھ جاتا نہ بیٹھنے ہی کی برابر ہے۔ انگلستان کے مشہور سیاح حجاز کپتان برٹن صاحب اپنے سفرنامہ حجاز کی جلد دوم میں لکھتے ہیں کہ۔

”کعبے کی چہرے میں ایسی کوئی حکمت ہے جس کی وجہ سے کبوتر اس پر نہیں بیٹھتے۔“  
اہل مکہ جن کو غلاف لڑکالے وقت کعبے کی چہرے کے دیکھنے کا اچھی طرح موقع ملا ہے وہ اس میں ایسی کوئی حکمت نہیں بتاتے جو کبوتروں کو بیٹھنے سے روکتا ہو جیل القویس سے میں نے بھی کعبے کی چہرے صاف طور پر دیکھی ہے اور مجھے بھی ایسی کوئی چیز نظر نہ آئی جو کھیت بچو کا کام دیتی ہو۔

دوران قیام مکہ میں ایک کبوتر کو میں نے دیکھا کہ وہ ہمیشہ باب کعبہ کے پردے پر بیٹھا رہتا تھا۔ کبھی کبھی انے پانی کے لئے اڑ جاتا اور ہر پھر کر پھر دہین ان بیٹھتا۔ میں نے پرانے غلاف کے ایسے ٹکڑے بھی کیے ہوئے دیکھے تھے جن پر کہیں کہیں ایک آدھ بیٹ پڑی تھی۔ تاہم اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عام طور پر کبوتر کعبے پر نہیں بیٹھتے اور نہ اس پر بیٹھ کرتے ورنہ کعبے کا سیاہ غلاف سال بھر میں جھینٹ بن جاتا۔

### (۳) کعبے سے پرانے غلاف کی علیحدگی

زمانہ قدیم میں نیا غلاف ڈالنے سے کئی روز قبل پرانا غلاف اتار لیا جاتا تھا اور کعبہ کی کئی دن تک بالکل برہنہ رہتا تھا۔ ۱۸۱۴ء میں جب یورپ کے مشہور سیاح عرب برکھارٹ نے سفر حجاز کیا ہے تو اس وقت پندرہ دن تک کعبہ بغیر غلاف کے رہا تھا۔ یہ رسم ۱۸۵۳ء میں جب کپتان برٹن صاحب نے سفر مکہ کیا ہے نہیں رہی تھی۔ ہمارے زمانے میں پرانا غلاف اتارنے اور نیا جامہ پہنانے میں دس بارہ گھنٹے لگتے ہیں۔ عموماً اٹھوین دیکھ کو خدام کعبہ با قیام مذہ پرانا غلاف اتارنے کی تیاری کرتے ہیں۔ اور اس اندرونی زینے میں سے جو خانہ کعبہ کے اندر ہے چہرے پر چڑھ جاتے ہیں اور غلاف کی کھیت بچو کا ”اس مصنوعی انسانی شکل کو کہتے ہیں جو چند و پرند کو ڈرانے کے لئے کھیتوں میں کھڑی کر دیا جاتا ہے۔“

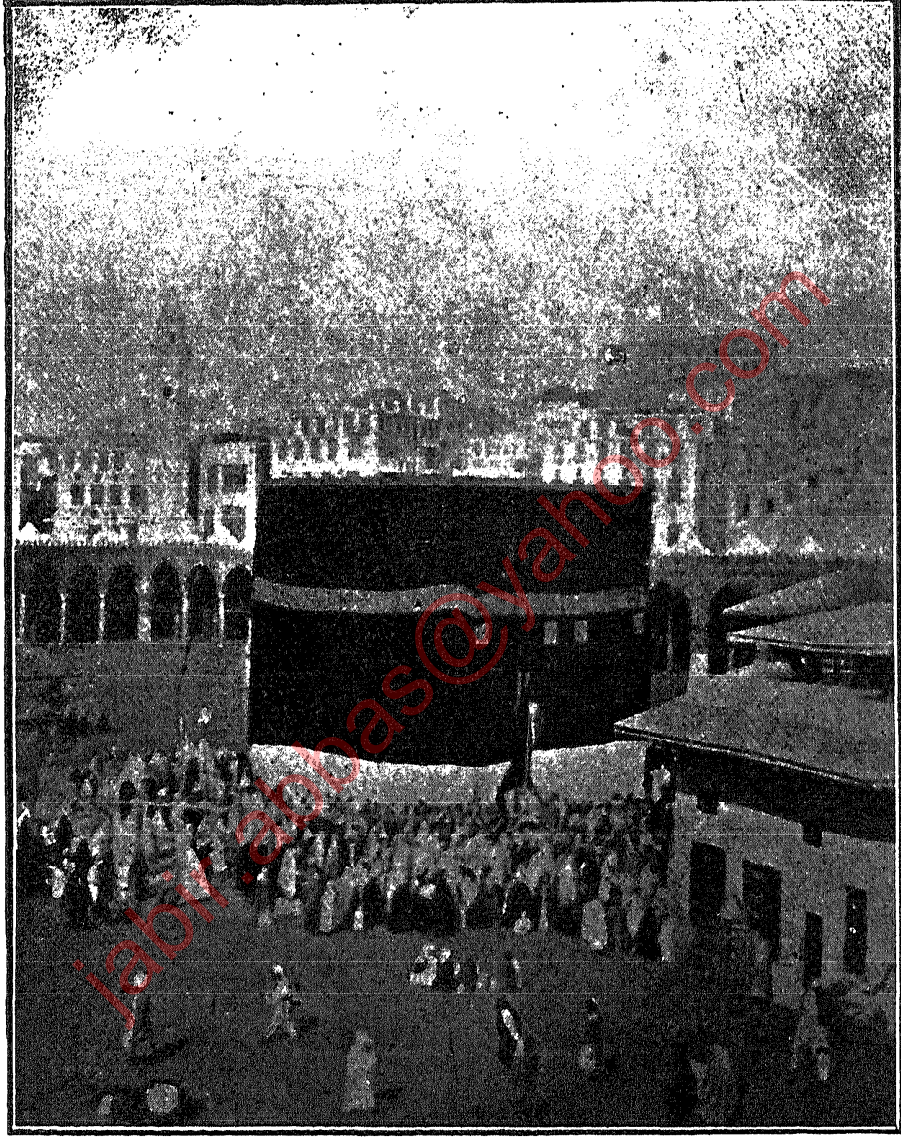
رسیوں کو جو چہیت کے کندھوں میں بندھی رہتی ہیں کتر دیتے ہیں اس کے بعد جو لوگ نیچے کھڑے رہتے ہیں غلاف کو کھینچ کر علیحدہ کر لیتے ہیں۔ پرانا غلاف جب کبھی روانگی عرفات سے قبل اتارا جاتا ہے تو اس موقع پر بعض حاجی بھی اس میں ہاتھ بٹانے لگتے ہیں

## (الف) غسل کعبہ

پرانا غلاف اتار کر کعبے کو باہر سے غسل بھی کرا دیتے ہیں اور جھاڑنے پونچھنے کے بعد عطر و کلاب و مشک وغیرہ اس کی دیواروں پر لگا دیتے ہیں۔ پرانے غلاف کے نیچے کی مٹی جو دیواروں پر چم جاتی ہے حاجی اس کو بھی جھاڑ پونچھ کر بہ طور تبرک لے جاتے ہیں۔

۱۔ کعبے کے اندرونی غسل کا طریقہ زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب بھری میں فتح مکہ کے دن اپنے مزم سے کعبے کو اندر باہر سے غسل دلویا تھا۔ اس کے بعد سال بہ سال غسل دیا جانے لگا۔ عبداللہ ابن زبیر نے بھی کعبہ تعمیر کرائے کے بعد غسل دیکر عطر و صندل کی دیواروں سے ملا تھا۔ موسم حج کے سوا اور دنوں میں بھی کعبے کو غسل دیتے ہیں خصوصاً عورتوں کی داخلی کے بعد اور حج ختم ہونے کے بعد ضرور غسل دیا جاتا ہے۔ ابن حبیر نے ۵۹۰ھ میں غسل کعبہ کی تاریخ ۳۰ رجب لکھی ہے اور اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ ۱۹ رجب کو عورتوں کی داخلی تھی جن کے ساتھ شیر خوار بچے بھی تھے۔ عموماً رسم غسل شریف مکہ۔ والی مکہ۔ اعیان حکومت اور معزز حاجیوں کے ہاتھ سے ادا ہوتی رہی ہے بعض اوقات سلاطین و امراء نے بھی اس میں شرکت کی ہے۔ کعبے کے غسل کا پانی درمیز کے ایک مورخ میں سے بہ جاتا ہے جسے خدام کعبہ احد دوسرے لوگ شیشوں میں بھر لیتے ہیں۔ جن جھاڑوؤں سے کعبہ دھویا جاتا ہے غسل کے بعد ان کو باہر پھینک دیتے ہیں۔ اور ان کی ٹس جیتی ہے۔ کعبے کے خدام ایک ایک جھاڑو دو دو تین تین روپیے میں بیچتے ہیں جن توانوں سے کعبے کا فرش پونچھا جاتا ہے وہ بھی بڑی قیمت پر جاتے ہیں غسل کی کوئی خاص تاریخ معین نہیں ہے مگر عموماً ذیقعدہ کی آخری تاریخوں میں دیا جاتا ہے۔ ۲۵۰ھ میں ۲۸ ذیقعدہ کو غسل ہوا تھا۔





كعبه كے سياه غلاف كے نيچے سفيد احرام

## (ب) احرام کعبہ

پرانا غلاف کعبہ ایک ہی وقت میں پورا نہیں علمودہ کرتے بلکہ نیا غلاف ڈالنے سے بارہ تیرہ دن قبل اولاً کعبے کی دیواروں کی جڑ سے چار پانچ گز اوپر تک چاروں طرف سے غلاف کعبہ کتر کے اس کی جگہ سفید خاصہ لپیٹ دیتے ہیں۔ اہل مکہ کی اصطلاح میں اس کپڑے کو احرام کعبہ کہتے ہیں اور جب یہ کعبے کے گرد لپیٹ دیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ کعبے نے احرام باندھ لیا۔

خلافت بنی امیہ کے زمانے میں یہ دستور تھا کہ ذیقعدہ کے آخر دن میں غلاف کعبہ بالکل اتار لیا جاتا تھا اور اس کی بجائے سفید کپڑا اڑھا دیا جاتا تھا۔ یہ نہیں معلوم کہ پورے غلاف کے اتار لینے کا طریقہ کب متوقف ہوا اور جزوی غلاف کے علمودہ کر نیکا کب سے رواج ہوا۔ ابن جبر کے سفر نامے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ چھٹی صدی ہجری میں بھی کعبے کو احرام باندھا گیا تھا اور ذیقعدہ کو غلاف کعبہ کے دامن زمین سے قدر آدم بلند کر دے گئے تھے۔ مگر یہ بات بہ صراحت نہیں معلوم ہوئی کہ اس وقت سفید کپڑا بھی کعبے کے گرد لپیٹا گیا تھا یا صرف غلاف کے دامنوں کو اوچھا کر دینے کا نام ہی احرام تھا۔

کعبے کے احرام باندھنے کے وجوہ مختلف بیان کئے جاتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ان لوگوں جو سحیحہ حاجیوں کا بڑا ہجوم ہوتا ہے اور طواف کے وقت بدویوں کا جہاں تک ہاتھ پہنچتا ہے غلاف پھاڑ کر لے جاتے ہیں۔ اس لئے احرام باندھنے کا طریقہ اختیار کیا گیا لیکن زیادہ قرین قیاس یہ وجہ ہے کہ حج سے قبل ہی غلاف کی خرید و فروخت شروع ہو جاتی ہے اور بہت سے حاجی اس کے متلاشی نظر آتے ہیں اس لئے بنی شیبہ بغرض فروخت چار پانچ گز غلاف لٹکا کر اس کی جگہ سفید کپڑا کعبے کو اڑھا دیتے ہیں۔ بہت سے حاجی اور خصوصاً بدوی تہرگا اس احرام کو بھی پھاڑ کر لے جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ کوئی چوری نہیں ہے۔ میں نے ۱۳۴۵ء میں دیکھا تھا کہ کسی نے چار گز احرام کعبہ غائب کر دیا تھا اور نیا غلاف ڈالنے تک اس کی جگہ اور کپڑا بھی نہیں لپیٹا گیا تھا۔



## (۴) الف خلافتِ حبیب کی تقسیم و فروخت

حضرت عمرؓ ہر سال پرانے خلافت کو اتار کر مایون میں تقسیم کر دیا کرتے تھے حضرت عثمانؓ کے زمانے میں بھی ایسا ہی ہوتا رہا یہاں تک کہ انہوں نے خلافتِ کعبہ کا ایک ٹکڑا کسی ناپاک عورت کے پاس دیکھا اس کے بعد سے خلافت کو زمین میں دفن کر دینے کا حکم دیا اور قدیم خلافت دفن کیا جائے لگا۔ مگر حضرت عائشہؓ کے فتوے پر کہ۔۔

”جب تک کہ خلافت ملحقہ ہو کر لیا گیا تو اس کو کسی ناپاک عورت کے چہرے میں بھی مسالہ نہیں کیا۔ پس اس کو دفن نہ کرنا چاہئے بلکہ فروخت کر کے اس کی قیمت غریبوں اور مافوقوں میں تقسیم کر دینی چاہئے۔“

خلافت کا دفن کرنا موقوف کر دیا گیا۔ لیکن اس زمانے میں ام المومنینؓ کے فتوے کے صرف پہلے جز پر عمل کیا جاتا ہے اور دوسرا جز بھول گئے ہیں یعنی خلافت کینے لگا مگر اس کی قیمت غریبوں کو نہ بانٹ کر فقراء کعبہ اپنے ہی صرف میں لانے لگے۔  
تقی اندین فاسی کہتا ہے:-

امراء کے ہر سال باب کعبہ کا پردہ اور اسی طرف کی دیوار کا پورا خلافت یا اس کے بدلے میں پچھ ہزار روپے بم بنی شہب سے لے لیا کرتے تھے۔ شہبہ جو بنی شریف کے سید عدنان بن غسانؓ یہ طریقہ موقوف کر دیا۔ پھر سید بن عثمانؓ نے (اس کی حکومت ۹۵ء سے ۱۰۱ء تک) اپنی ولایت کے دو سال بعد یہ طریقہ اختیار کیا کہ پردہ باب کعبہ اور مقام ابراہیمؑ کا خلافت خود لیکر سلاطین کے پاس بھیجے لگا اور اس وقت سے یہ طریقہ سوائے یہ تک جاری رہا۔

(جامع اللطیف)

ہمارے زمانہ میں جب تک حجاز پر سلاطین آل عثمان کی حکومت رہی یہ طریقہ جاری رہا کہ خلافت کے زرین ٹکڑے عموماً شریف مکہ کا حق ہوتے تھے لیکن جس سال جمہ کو حج ہوتا تو وہ ٹکڑے سلطان المعظم کے پاس بھیج دیے جاتے تھے۔ باقی خلافت کے مالک بنی شہبہ ہوتے تھے۔ شریف کی حکومت کے زمانے



میں غلاف کے زرین قطعات بلا شکرست غیر شریف کا حق تھے۔ اب کہ حجاز پر سلطان ابن سعود کی حکومت ہے سب ستور قدیم زرین حصے سلطان کے پاس بھیج دیئے جاتے ہیں اور باقی غلاف شیخ شیبی لے لیتا ہے۔ جلالتہ الملک سلطان ابن سعود سے ہم کو امید ہے کہ آئندہ وہ ام المؤمنین کے نقوے پر عمل پیرا ہو جائیں گے۔ اگرچہ عام طور سے غلاف کعبہ کے زرین قطعے سلاطین و اشراف مکہ کے حصے ہی میں آتے تھے لیکن کبھی کبھی خوش نصیب حاجی کو بھی مل جاتے تھے۔ معمولی غلاف کے چھوٹے بڑے ٹکڑے بنی شیبہ سے اہل مکہ خرید کر حج کے دنوں میں حاجیوں کے ہاتھ نفع سے فروخت کرتے ہیں۔ زرین ٹکڑوں کی قیمت کا اندازہ مشکل ہے۔ اول تو ان میں چاندی بھی بہت ہوتی ہے۔ دوسرے خوشامالی و خوشحالی کے اعتبار سے وہ بیش بہا چیز سمجھی جاتی ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ تبرک ہے اور تبرک کی قیمت کی کوئی حد نہیں۔ اس لئے عموماً ان کا سودا خریداروں کی عقیدت اور بیچنے والوں کی ضرورت کے لحاظ سے ہوا کرتا ہے اور سینکڑوں ہزار روپے میں ایک ایک ٹکڑا جاتا ہے۔

معمولی غلاف جس پر کلمہ بنا رہتا ہے اس کی قیمت بھی مختلف حالتوں میں مختلف ہوتی ہے اور اسی وجہ سے سیاحوں نے اپنے سفر ناموں میں اس کا نرخ مختلف لکھا ہے۔ کلم سے کم پانچ روپے گز اور زیادہ سے زیادہ آدھ گز مرہج کی جس میں پورا کلمہ آ جاتا ہے پندرہ روپے قیمت لکھی ہے۔ فرسودہ پھٹا پڑا غلاف سستال جاتا ہے۔ اور چکدار حصے زیادہ قیمت میں جکتے ہیں۔ میں نے ۳۵ لکھ میں ایک گز چوڑے اور ڈیڑھ گز لمبے ٹکڑے کی قیمت مع ایک اور چھوٹے ٹکڑے کے جس پر پورا کلمہ تھا (۵۲) روپے آئندہ دی تھی۔ اس طرح ایک ایک کلمہ ساڑھے دس دس روپے میں پڑا تھا۔ یہ غلاف نہایت صاف چکدار اور مضبوط ہے اس کا رنگ بھی بہت کم اڑا ہے۔

بیت اللہ کے باب الصفا کے متصل کئی دکانیں ہیں جن میں غلاف کے معمولی اور زرین و زینتی حصے فروخت ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ باب الصفا کے سامنے اور بیت اللہ کے دوسرے دروازوں کے آگے بھی بعض لوگ معمولی غلاف کے ٹکڑے بیٹھے بیچتے ہیں۔ بعض حاجی کلید بردار کعبہ اور دوسرے معزز اشخاص کے ذریعہ سے بھی غلاف خریدتے ہیں۔

## (ب) مصنوعی غلاف کعبہ

بعض مسلمان سیاحوں نے اپنے سفر ناموں میں مصنوعی غلاف کعبہ کا ذکر بھی کیا ہے۔ اس کی

نسبت اُن کا بیان ہے کہ اصلی غلاف کے نمونے پر بنایا جاتا ہے اور کٹھنہ میں سے دامن ملتا ہے ان صاحبوں نے یہ نہیں لکھا کہ نقلی غلاف کہاں سے آتا ہے۔ کون تو لگ بھگ بناتے ہیں۔ اور اُس میں بل لیشیا کا دخل ہے یا یہ بھی اُن یورپ کی کارستانی ہے۔ بیج کو بانٹنے سے قبل مجھے افسوس ہوا تھا کہ اس تبرک کے ساتھ بھی دخل فصل ہونے لگا۔ مگر وہاں جا کر معلوم ہوا کہ غلاف میں کوئی دھوکا دہری نہیں ہے البتہ بیجنے والے اپنے فائدہ کے لئے یا خریدار کو آتو پھانے کے واسطے ایسے فقرے کھدیتے ہیں جن سے خریدار شبہ میں پڑ جاتا ہے جب کوئی شخص اچھا بڑا کٹھنہ قیمت میں خرید کر اُس کے حوالے سے کسی دوسری دکان پر خریدنا چاہے تو وہ کانا ذرا فوراً کھدیتا ہے کہ تمہارا کٹھنہ اصلی کب ہے۔ اسی طرح اپنے کٹھنہ کٹھنہ کی قیمت بڑا کرنے کے لئے اس کے مقابلہ میں ثابت کٹھنہ کو مصنوعی کھدیتے ہیں۔

## (۵) غلاف کعبہ کی قیمت فروخت کی نسبت لما کی رائے

ہم یہ پیش کر رہے ہیں کہ حضرت عمرؓ پرانا غلاف حاجیوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے حضرت عثمانؓ کے زمانے میں بھی اویلا یہی عمل رہا۔ پھر قدیم غلاف دفن کر دیا جانے لگا۔ اس کے بعد ام المومنین حضرت عائشہؓ کے فتوے پر غلاف فروخت کر کے اس کی قیمت غریبوں میں تقسیم ہونے لگی۔ رفتہ رفتہ بنی شیبہ بلا شرکت غیر غلاف کعبہ کے مالک ہو گئے۔ اب عرصہ دراز سے حضرت عائشہؓ کے حکم کے صرف پہلے جز کی تقبیل ہو رہی ہے مگر دوسرا جز مسلمان بھول گئے یعنی غلاف کو بیچتے ہیں مگر غریبوں کو نہیں بانٹتے۔

علمائے متقدمین و متاخرین نے غلاف کعبہ کی فروخت کے بارے میں بڑی بڑی بحثیں کی ہیں اور ان میں بڑا اختلاف ہے۔ مولوی محمد الدین قاضی نے اپنے فتاویٰ کی کتاب الوقت میں لکھتے ہیں کہ غلاف کعبہ کو بادشاہ وقت فروخت کر سکتا ہے۔ اس کے روپے سے ضروریات کعبہ کی تکمیل کر سکتا ہے۔ اور صرف بادشاہ ہی کعبہ کا متولی ہو سکتا ہے کسی دوسرے کو یہ حق نہیں ہے۔ مراجع الہامی میں ابو بکر حدادی نے غلاف کعبہ کا فروخت کرنا ایک مقام سے دوسرے مقام پر لے جانا۔ اس کو کاشنا اور اس کے ٹکڑوں کو قرآن شریف میں رکھنا سب ناجائز قرار دیا ہے۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ:-

کعبے کی چیزوں میں سے اگر کوئی شخص کوئی چیز لے آئے تو اس چیز کو واپس کر دینا چاہئے۔ یہ کنہاؤرٹ  
نہیں ہے کہ ہم نے اس کو نبی شیبہ سے خریدا ہے۔ نبی شیبہ اس کے مالک نہیں ہیں۔

غلاف کعبہ کی فروخت کے متعلق علامہ نجم الدین طوسی نے قول فصیل ان اشعار میں بیان کیا ہے:-

وما علی الکعبۃ من لباس : ان رث جابیز بدیعتہ الناس

ولا يجوز اخذه بلائشلاء : الا اغنياء ليس للفقرا

جس کا مطلب یہ ہے کہ کعبے کا تو کوئی لباس ہے نہیں مگر خیر جس کو لباس کعبہ کہا جاتا ہے جیب وہ پرانا  
ہو جائے تو لوگوں کے ہاتھ اس کا فروخت کرنا جائز ہے لیکن امیروں کو بلا قیمت لینا جائز نہیں ہے  
البتہ غریب مفت بھی لے سکتے ہیں۔

علمائے متاخرین کا یہ فیصلہ ہے کہ سلطان وقت کو اختیار ہے چاہے وہ غلاف کعبہ کسی کو  
مفت دیدے چاہے فروخت کر دے۔

## (۶) غلاف کعبہ بطور تبرک

خدا سے محبت رکھنے والے مسلمان غلاف بیت اللہ کے ٹکڑے شوق و محبت سے اپنے پاس  
رکھتے ہیں۔ مسلمان کے گھر میں غلاف کا ٹکڑا موجب خیر و برکت سمجھا جاتا ہے۔ غلاف کی چھوٹی چھوٹی  
دہجیاں قرآن شریف میں نشانی و یادداشت کے طور پر رکھی جاتی ہیں جس سے یہ غرض ہوتی ہے کہ  
تلاوت کلام اللہ کے ساتھ ساتھ غلاف بیت اللہ کی بھی زیارت ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اسے محبت  
کرنے والوں کے نزدیک اُس کے گھر کے کپڑے کا دیکھنا۔ چھوٹا۔ چھوٹا۔ اور آنکھوں سے لگا ناسب  
عبادت ہے۔ غلاف کعبہ کی صد ریاں بھی بنائی جاتی ہیں جو بادشاہوں۔ امیروں۔ اور فوجی عہداروں  
کے لائق تحفہ سمجھی جاتی ہیں۔ ان کے پھننے والے کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس پر ہتھیار  
کا گر نہیں ہوتا۔ اب سے چند سال قبل باب کعبہ کا پردہ حضرت امیر حمزہؓ اور جنابہ سید فاطمہؓ زہراؓ  
کے مزار پر ڈالا جاتا تھا۔ غلاف کے زرین حصے سلاطین آل عثمان کے مقبروں پر ڈالے جاتے رہے ہیں  
غلاف کے بڑے بڑے ٹکڑے چادر کے طور پر جنازوں پر بھی ڈالتے ہیں معمولی غلاف کا ٹکڑا امر دکن



سینے پر کین کے اندر رکھ دیا جاتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو تعویذ و ن میں منڈا کر یا خود ان کے تعویذ بنا کر نظر وغیرہ کے لئے بچوں کے گلے میں ڈالتے ہیں۔ گاؤں گھوس میں جس فقیر یا ملا کے پاس غلاف کعبہ کا ٹکڑا ہوتا ہے وہ بڑا بزرگ سمجھا جاتا ہے اور ہر قسم کی بیماری و آسیب کے لئے وہ کثیرا تیر بہدف علاج تصور ہوتا ہے۔

ہندوستان کی بعض عورتیں جو اپنے تین حاجی بتاتی ہیں دوسرے تبرکوں کے ساتھ غلاف کا ٹکڑا بھی لئے پھرتی ہیں اور مسلمانوں کی آنکھوں سے لگا لگا کر پیسے وصول کرتی ہیں۔ میں نے اس قسم کی بہت سی عورتوں سے غلاف کی زیارت کے لئے بات چیت کی ہے اور مختلف سوالات کر کے ان کے دلوں کو ٹٹولا ہے مگر اکثر کہہ دھوکے باز یا بعض کے پاس اصلی غلاف کعبہ بھی نہ تھا۔ یہ معاملہ کس سیاہ کپڑے میں بٹور لگا کر غلاف بنا لیا تھا۔ خوش ہتھیہ اور نا سمجھ عورتوں کو ٹھکنے کے لئے یہ اپنے تین جین ٹاٹر کرتی ہیں اور بعض اوقات اس آڑ میں بڑے بڑے غیسے دیدیتی ہیں۔

## (۷) غلاف کعبہ کے تین ہالکے حیدر آباد ہیں

ریاست حیدر آباد میں یہاں تک مجھے معلوم ہوا کہ چار جگہ غلاف کعبہ کے چھوٹے چھوٹے زرین حصے موجود ہیں۔ ایک صاحب کے پاس حزام کعبہ کا آٹنا بڑا ٹکڑا بھی ہے کہ وہ تابوت پر چادر کی طرح ڈالا جا سکتا ہے۔ اس کی لمبائی ڈھائی گز اور چوڑائی ڈیڑھ گز ہوگی کسی بڑے آدمی کے سر پر ہی اس کی زیارت ہو سکتی ہے۔ اب سے آٹھ برس قبل جب میں نے تاریخ غلاف کعبہ لکھی تھی اس وقت اس کی زیارت سے مشرف ہونا چاہتا مگر جن لوگوں کے اختیار میں اس کا دکھانا تھا ان کی گفتگو سے میری سمجھ میں یہ آیا کہ۔

درین سو حکم کہ باغ از فرط نزہت  
بود خوالے پیر از الوان نعمت  
کلید در بہ دست باغبانے است  
عجائب حاتم سالار خوالے است

حیدر آباد میں غلاف کعبہ کا سب سے بڑا تبرک میرے محمد و مکرّم مولانا الحاج سید احمد محی الدین صاحب مددگار ناظم جمعکلات و طیفہ باب کے پاس ہے۔ حاجی صاحب مددگار ۱۳۴۵ھ میں

جب کہ یہ فقیر بھی حج کو گیا تھا حیدر آبادی قافلے کے امیر الحجاج مقرر کئے گئے تھے۔ آپ نے ٹرسٹ من عقیقت اور جوش دلی کے ساتھ فریضہ حج ادا کیا تھا۔ میں نے اُن کو بزرگانہ اوصاف سے تصنیف پایا۔ خدا اور خدا کے گھر سے جو محبت اُن کو ہے۔ اُس کی کھلی ہوئی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے حزام یعنی علاء کعبہ کی ایک زرین پٹی بمقام ابراہیم کے زرین علاء کا ایک حصہ اور نہری کام کا ایک دائرہ یہ تین تبرک ایک سو گنی یعنی کوئی ڈیڑھ ہزار روپے میں خریدے ہیں۔ یہ بھی مولوی صاحب کی خوش نصیبی و نیک نیتی کا ثمرہ ہے کہ ایسا زبردست تبرک اس قیمت میں مل گیا۔ اس کی لاگت خوشامانی او تبرک ہونے کی حیثیت سے یہ رقم کچھ بھی نہیں ہے۔ اگرچہ ہم سابق میں حزام وغیرہ کی توثیح یہ قدر ضرورت کر چکے ہیں مگر یہاں بھی مولوی صاحب کے اُن تینوں تبرکات کی تھوڑی سی صراحت ضروری سمجھتے ہیں تاکہ حیدر آباد کے مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ اُن کے شہر میں کیسی زبردست نعمت موجود ہے۔

(الف)

کعبے کی دو تصانی بلندی یعنی زمین سے (۳۲) فٹ کی اونچائی پر سیاہ علاء میں نہری کتبوں کی کوئی دو فٹ چوڑی پٹی گردا گرد لٹکی رہتی ہے اس کو حزام کہتے ہیں۔ اس پٹی کے آٹھ ٹکڑے ہوتے ہیں کعبے کی ہر دیوار میں دو دو ٹکڑے آجاتے ہیں۔ ان پر آیات قرآنی کھڑی رہتی ہیں مولوی صاحب مددوح کے پاس جو ٹکڑا ہے وہ سمت مغرب کی دوسری سالم پٹی ہے۔ اس کی لمبائی بیس فٹ آٹھ انچ اور چوڑائی ساڑھے سات انچ ہے۔ اس کا کپڑا نہایت دبیز سیاہ ریشمی مخمل یا قالین مناس ہے۔ اس پر ڈیڑھ انچ موٹے اور لمبے ہاتھ بہر لیے ابھرے ہوئے حروف میں نہری تاروں سے سورہ حج کی یہ آیت کڑھی ہوئی ہے۔

”لشہدوا نسلخ لہم ویدکروا اسم اللہ فی ایام معلومات علی مارز قہم من ہیئۃ  
الانعام فکلوا منها واطعموا الباس الفقیر ثم لیقفنوا انفسہم والیوفوا ندورہم والیوفوا  
بالبیت العتیق“

جس کا مطلب یہ ہے کہ۔

تاکہ لوگ اپنے فائدے کے لئے یہاں حاضر ہوں۔ اور مقررہ دنوں میں اللہ کے نام پر قربانی کریں تم کو یہ بھی اجازت ہے کہ اس قربانی میں سے تم بھی کھاؤ اور محتاج مصیبت زدہ کو بھی۔ اس کے بعد

لازم ہے کہ لوگ نہائیں اپنی نیتیں پوری کریں اور بیت اللہ کا طواف کریں۔  
 اس حزام کا خط خوشنویسی کا بہترین نمونہ ہے۔ جو مہر کے شہرہ آفاق کاتب عبد اللہ زابدیک کے ہاتھ کا لکھا  
 ہوا ہے۔ اور جو خدیو اسماعیل پاشا کے زمانے میں محفوظ چلا آ رہا ہے اسکا متواں اسارا زائد اس کسی تصویر سے ہو سکتا ہے جو ہم  
 نے اس کتاب میں دی ہے۔ اس کے دیکھنے سے آنکھوں میں نور آتا ہے۔ اس کا زرد و زری کا کام معمولی  
 سلمے ستارے یا کلابتون کا نہیں ہے بلکہ اس کو خالص چاندی کے تاروں سے جن پر اعلیٰ درجے کا طلائی  
 ملمع چڑھا ہوا ہے کا ڈھایا گیا ہے۔ بہتورے فاصلہ سے تو یہ بالکل سونے کا دوفٹ چوڑا پترہ ہی نظر آتا  
 ہے لیکن قریب سے بھی دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سونے کے حروف کا ٹکر رکھ دیئے ہیں۔ حروف  
 کی لمبائی ہاتھ ہاتھ بھر کی ہے اور بٹیب و غریب طغرون میں لکھا گیا ہے۔ زیر زیر آہٹ آہٹ انگل لمبے  
 میں اور کہیں کہیں رو پیئے رو پیئے برابر گول نقطے جو لگا دئے ہیں وہ ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ محل پر اشرفیان  
 جڑ دی ہیں

میرے حساب سے جو مملکت مہر کے موازنہ جات غلاف کعبہ سے لگا یا گیا ہے صرف اس حزام  
 کے ایک ٹکڑے میں ساڑھے چار سیر خالص چاندی ہوگی۔  
 (ب)

مقام ابراہیم کے غلاف کے علاوہ علیحدہ علیحدہ چار ٹکڑے ہوتے ہیں جو اس قبے پر ڈالے جاتے ہیں  
 جس میں حضرت ابراہیم کے قدموں کے نشان کا پتھر محفوظ ہے۔ اور جس کی نسبت قرآن شریف میں اِشْرَافُ  
 ہوا ہے۔ اِتَّخَذُوا مَقَامَ اِبْرٰهٖمَ مَصْلٰی یعنی مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھا کر  
 اس غلاف پر آیات قرآنی اس ترکیب سے کراہی رہتی ہیں کہ ایک ٹکڑے سے شروع ہو کر چوتھے  
 ٹکڑے پر ختم ہوتی ہیں اور بہ ظاہر ہر ٹکڑا پورا اور مکمل نظر آتا ہے۔ حاجی صاحب مدوح کے پاس اس  
 غلاف کے سامنے کے رخ کا قطعہ ہے اور ترتیب کے اعتبار سے یہ پہلا ٹکڑا ہے۔ قبے پر ڈالنے کی وجہ سے  
 ان ٹکڑوں کو گاؤد م رکھتے ہیں جو اوپر سے کم اور نیچے سے زیادہ چوڑے ہوتے ہیں۔  
 اس ٹکڑے کی لمبائی چھ فٹ نو انچ ہے اور اس کی چوڑائی اوپر کی جانب دوفٹ چھ انچ  
 اور نیچے چار فٹ چار انچ ہے۔ اس کا کپڑا بھی سیاہ مخمل کے مانند ہے۔ اس کے حلشے کے نقش و نگار  
 سیاہ کپڑے پر سنہری روپیلی تار کے ہیں۔ بیچ میں سنہری تار سے آیات وغیرہ کراہی ہیں اور جن کو





مقام ابراہیم کا غلاف

ہر آیت چوتھے رخ پر پوری ہوتی ہے اس وجہ سے جو آیتیں اس ایک ٹکڑے پر آئی ہیں وہ مکمل نہیں ہیں اسی لئے ہم نے ان کا ترجمہ بھی نہیں کیا۔ ان آیات وغیرہ کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) اوپر کی پہلی سطر میں سبزا طلس پر (بسم اللہ اور واذجعلنا البیت کربلا ہوا۔  
(۲) اس کے بعد رخ اطلس پتین سطر میں پہلی سطر میں (بسم اللہ الرحمن الرحیم) دوسری  
میں واذا قال ابراہیم رب ارني كيف يبني المحلى موتی۔ تیسری میں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم  
ان اول بیت وضع للناس الذی۔

(۳) اس کے بعد سبزا طلس پر پانچ سطر میں ہیں جن میں سے پہلی سطر میں اللہ جل جلالہ اور  
محمد صلی اللہ علیہ وسلم دوسری سطر میں بسم اللہ الرحمن الرحیم تیسری  
سطر میں قل کل یعجل علی چوتھی سطر میں اھل علی لبیلہ باقی زمین سیاہ ہے۔ توضیحاً اس کی  
عکسی تصویر ملاحظہ ہو۔

میرے خیال میں تخمیناً سیر محمد چاندی اس قطعے میں بھی ہوگی۔

## (ج)

غلاف کعبہ کے اجزا اس کوئی ڈھائی فٹ مربع زمین کام کے چار ٹکڑے بھی ہوتے ہیں۔  
ان کو رنو کہتے ہیں۔ یہ چاروں ٹکڑے کعبے کی مشرقی دیوار کے غلاف میں خرام سے نیچے ٹانگے جاتے ہیں دو تو  
کعبے کے دروازے کے اوپر ایک ادھر ایک ادھر اور دو ٹکڑے دیوار کے دونوں سروں پر۔ انہیں ٹکڑوں میں  
سے ایک ٹکڑا مولوی صاحب کے پاس ہے اس کا کپڑا بھی وہی سیاہ مٹل مٹا ہے۔ اس کی لمبائی دو فٹ  
ساڑھے سات انچ اور چوڑائی دو فٹ دو انچ ہے۔ اس پر ایک دائرے کے اندر بھٹا مغربی بسم اللہ و  
قل ہو اللہ نہری تارون سے کاٹھی گئی ہے۔ اس کے بعد چھ جگہ اللہ لکھ کر ایک دائرہ بنایا ہے  
یہ بھی نہری کام کا ہے۔ پچیس پچیس میں چار جگہ اللہ ایک طغری کی شکل میں روپلی تارون سے  
کڑھا ہوا ہے خط کے اعتبار سے یہ بھی بے مثل چیز ہے۔ اس میں خالص چاندی کا وزن تخمیناً ڈیڑھ ٹاؤ  
افسوس ہے کہ اہل حبیب آباد کو ان عظیم الشان تبرکات کا حال پوری طرح نہیں معلوم اور جن  
لوگوں نے باوجود علم کے ان کو نہ دیکھا ان پر افسوس ہے۔ مولوی صاحب نے گزشتہ دو تین سال میں



اخبارات کے ذریعے سے ماہ ربیع المنور میں معمولی طور پر یہ اطلاع دی تھی کہ کاجی گورہ اسٹیشن کی مسجد میں یا مولوی صاحب کے مکان پر اس تبرک کی زیارت کرائی جائیگی۔ اور مردوں عورتوں کے لئے علیحدہ علیحدہ دن بھی مقرر کئے تھے مگر غالباً لوگوں نے اسے معمولی غلاف کعبہ سمجھا جو بعض مسجدوں میں جمعے کے دن زیارت کے لئے رکھ دیا جاتا ہے۔ اس وجہ سے کافی تعداد میں لوگ جمع نہیں ہوئے۔ اگر صراحت کے ساتھ ان تبرکات کی کیفیت سے آگاہ کر دیا جاتا کہ یہ کیا چیز ہیں اور ان میں کیا خصوصیت ہے تو تقریباً اس کثرت سے لوگ جمع ہوتے کہ جگہ بھی کافی نہ ہوتی۔ چونکہ اس تبرک کو پہچان کر رکھنے کے لئے متعدد میزوں کی ضرورت ہوتی ہے جن کے واسطے کم سے کم آٹھ گز لمبا کمرہ درکار ہے اس لئے خاطر خواہ اس کی زیارت کا انتظام بھی اب تک نہ ہو سکا۔ ہم کو اب معلوم ہوا ہے کہ مولوی صاحب مدوح اپنے مکان واقع انٹرنیٹ ایئر لک میں ایک خاص کمرہ ان تبرکات کے لئے بھی تعمیر کرائے والے ہیں جس میں کافی ادب و تعظیم کے ساتھ ان کو رکھا جائیگا اور خاص تقاریب میں عام و خاص کو زیارت سے مشرف ہونے کا موقع دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مولوی صاحب کی عمر میں برکت دے اور ان کے اس مبارک ارادے کو پورا فرمائے۔ اس فقیر نے مولوی صاحب کے دولت خانہ پر ان تبرکات کی زیارت کی اور اگرچہ کچھ غلطی میں بھی ان کی زیارت سے مشرف ہو چکا تھا مگر حیدرآباد میں یہ چیزیں دیکھ کر بیت اللہ کا سماں آنکھوں میں پھر گیا اور قلب پر ایک خاص کیفیت طاری ہوئی جس بزرگ نے مجھے اس نعمت سے بہرہ ور فرمایا اللہ تعالیٰ اس کو جزائے خیر دے۔

شیفگان جال حضرت بیت اللہ سے مجھے قوی امید ہے کہ اس کی دید سے کسب سعادت و برکت کریں گے اور جس کعبے کے دیدار کے لئے وہ بروجر کی دشوار گزار راہیں قطع کرتے ہیں اس کے جلوے کا ایک کرشمہ گھر بیٹھے دیکھ لیں گے۔ اس کے بعد کیا عجب ہے کہ کعبے کی کشش ان کو کعبے تک پہنچا دے۔

پر وہ نشین مستورات کے لئے یہ تبرک ایک نعمت غیر مترقبہ ہے حج کو جانے کے بعد بھی وہ بیت اللہ میں غلاف کعبہ کی ایسی سہولت کے ساتھ زیارت نہیں کر سکتیں۔ مردوں کے ہجوم کی وجہ سے عموماً ان کو کعبے سے دور ہی رہنا پڑتا ہے اور حرام و خلاف مقام ابراہیم کی زیارت تو ان کے لئے تقریباً ناممکن ہے جن خواہین نے جناب مولوی صاحب کے مکان پر اطمینان کے ساتھ اس تبرک کی زیارت کی ہے ان کی آنکھیں روشن ہو گئیں اور مولوی صاحب کی محترم بیگم صاحبہ کے اخلاق و محبت کی شکر گزار واپس ہوئیں۔



# سولہویں فصل

## نیا غلاف کعبہ

### (۱) کعبے پر نیا غلاف چڑھانا

خلفائے بنی امیہ و بنی عباس و بنی فاطمہ کے زمانے میں سال میں دو بار یا بعض اوقات تین مرتبہ بھی نیا غلاف ڈالا گیا ہے اور اس کے ڈالنے کی تاریخیں بھی مختلف رہی ہیں جیسا کہ علیحدہ ذکر کیا جا چکا ہے۔ ۱۹۵۷ء میں جبکہ ابن جبیر نے حج کیا تھا نیا غلاف تیرہویں ذیحجہ کو ڈالا گیا تھا۔ اور اس کو کعبے تک پہنچانے میں دھوم دھام بھی ہوئی تھی جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:-

قربانی کے دن امیر عراقی کے قیام گاہ سے کعبے کا غلاف چار اونٹوں پر لاد کر قاضی کے ہمراہ بھیجا گیا۔ قاضی کا لباس سیاہ تھا اور اس کے ساتھ سپاہی سیاہ علم لئے ہوئے چل رہے تھے پیچھے پیچھے نقارے بجاتے آرہے تھے۔ اس روز یہ غلاف کعبہ شریف کی چہیت پر رکھ دیا گیا اور تیرہویں تاریخ منگل کے دن سب شیبی غلاف چڑھانے میں مصروف ہوئے۔

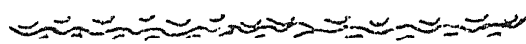
ہمارے زمانہ میں سالہائے دراز سے آٹھویں ذیحجہ کو نیا غلاف ڈالنے کا دستور ہے۔ اس روز تمام حاجی اور بہت سے مکے والے منے چلے جاتے ہیں۔ بیت اللہ تقریباً خالی ہو جاتا ہے۔ خدام کعبہ اطمینان کے ساتھ پرانا غلاف اتار کر اور کعبے کی دیواروں کو پونچھ پانچھ کر نیا غلاف پہنا دیتے ہیں۔ غلاف بدلنے کا کام زیادہ تر رات کو کیا جاتا ہے اور اس کی تکمیل دسویں ذیحجہ کی صبح تک ہو جاتی ہے چنانچہ منے سے طواف کے لئے جب حاجی کے آتے ہیں تو اس وقت کعبے پر ان کو نیا غلاف دکھائی دیتا ہے

شاذ و نادر آٹھویں تہا پہلے بھی ماحیوں کی موجودگی میں غلاف بدل دیا جاتا ہے۔ نیا غلاف ڈالنے کے لئے کئی آدمی و رکار چڑھتے ہیں۔ کچھ لوگ کبھے کے اندرونی زینے میں سے چہرے پر چڑھ جاتے ہیں ان میں کئی درزی بھی ہوتے ہیں۔ غلاف بھی کبھے کی چہرے پر پہنچا دیا جاتا ہے۔ کچھ لوگ نیچے کھڑے رہتے ہیں۔ کبھے کی چہرے میں ہونٹوں کے غلاف باندھنے کے لئے چڑھتے ہوئے ہیں ان میں رسیاں باندھ کر گہوارے کی شکل کا ایک جھولا بھی باہر کی جانب لٹکا دیا جاتا ہے جو چرخوں کے ذریعہ سے اوپر نیچے اترتا چڑھتا ہے۔ اس میں ایک آدمی بیٹھ کر حزام وغیرہ زریں جھون کو غلاف میں ٹانگ دیتا ہے اور جدھر کوئی جھول آ جاتا ہے اُسے بھی درست کر دیتا ہے۔ یہ جھولا کبھے کی بیرونی جانب ہر طرف پہنچایا جاسکتا ہے کبھے کی دیواروں کی جڑ میں باہر کی طرف بھی اینٹیل کے چیلے لگے ہوئے ہیں ان میں غلاف کو باندھ دیتے ہیں اس طرح اوپر سے نیچے تک کبھے غلاف سے ڈھک جاتا ہے اور ہر طرف اگرچہ کئی کئی پیٹیاں غلاف کی جوتی ہیں مگر وہ سب سل سلا کر ایک ہی کپڑا نظر آنے لگتا ہے۔ البتہ کبھے کا پرانا لاجسے میزبان رحمت کہتے ہیں غلاف میں سے باہر نکلا رہتا ہے۔ اور حجر اسود کے اطراف بھی غلاف کتر دیتے ہیں جس سے حجر اسود صاف نظر آتا ہے۔

## (الف) نئے غلاف کی حفاظت۔

بعض اوقات نئے غلاف کو زمین کی رگڑ سے بچانے کے لئے شروع میں کچھ دن تک اس کے نیچے کے دامن کے گوشے چہرے میں ٹانگے تیتے ہیں جس سے سامنے چاروں طرف دو دو زبانیں سیٹھکتی رہتی ہیں۔ کبھے کا پرانا شالی دیوار میں نصب ہے مختلف اوقات میں اس کے رد و بدل کی ضرورت ہوتی ہے اور سلاطین و امراء سونے چاندی وغیرہ کے پرانے بھیجے رہتے ہیں موجودہ پرانا سلطان عبدالحمید فاں نے سنہ ۱۲۷۱ھ میں بھیجا تھا یہ طلائی ہے اس کی لمبائی کوئی سو گز اور چوڑائی ایک فٹ ہے۔ اس پر سلطان مرحوم کا نام وغیرہ نہایت خوشخط میں کندہ ہے۔

سلا حجر اسود کبھے کے مشرقی و جنوبی گوشے کی طرف زمین سے ڈیڑھ گز بلندی پر جنوبی دیوار میں نصب ہے اس کے لئے دائرے کی شکل میں ہاتھ ہاتھ بھر غلاف کتر دیتے ہیں۔



رہتی ہیں اور کعبے کا نیچے کا حصہ کھلا ہوا دکھائی دیتا ہے کچھ دن بعد غلاف چھوڑ دیتے ہیں اور تمام عمارت ڈھک جاتی ہے۔ ابن جبیر کے زمانے میں بھی یہ دستور موجود تھا۔ وہ لکھتے ہیں:-  
جب کعبے کا لباس درست کر کے تو عجیبوں کے ہاتھ سے پردوں کو محفوظ رکھنے کے لئے اس کے دامن (دھنچے)

کر دئے۔ بات یہ ہے کہ یہ لوگ پردوں کو بیدار بننے کیلئے ہیں اور برشوق تمام ان پر کرتے ہیں۔  
۳۴۷ھ میں نئے غلاف کے دامن میں لٹے نہیں دیکھے۔ البتہ باب کعبہ کا پردہ کبھی کبھی چھوٹا ہوا اور زیادہ تر ہر وقت سمٹا ہوا ایک طرف بند ہوتا تھا جس سے کعبے کے کوارصاف نظر آتے تھے۔ اُس موقع پر مجھے ذوق کے اس شعر کی تصدیق ہوتی تھی:-

پردہ در کعبہ سے اٹھانا تو ہے آساں  
پر برقع رخسار صنم اٹھ نہیں سکتا

(ب) نئے غلاف کے بعد کعبے کی خوشامانی

جب کہ کعبہ بالکل عریان رہتا ہے یا جبکہ نئے غلاف سے ڈھک ہوتا ہے تو عموماً حاجی اور خصوصاً عورتوں کے غول کے غول اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور خوشی سے کلکاریاں لگاتے ہیں۔ نیا غلاف ڈالنے کے بعد کعبے کا منظر نہایت ہی دلکش و دلنریب ہو جاتا ہے۔ مشتاق حاجیوں کے جم غفیر بڑے جوش و خروش کے ساتھ اس کو دیکھنے، چھونے، چومنے اور انھوں سے لگانے کے لئے چاروں طرف سے جھپٹتے ہیں اور اس سے لپٹ لپٹ کر دعائیں مانگتے ہیں۔ اس سلسلے کا ذکر بیکراٹ نے ان الفاظ میں کیا ہے:-

حقیقت یہ ہے کہ ایک مربع چار دیواری میں ایک بڑی کعبہ عمارت کا سیاہ غلاف سے ڈھکا ہوا دکھائی دینا ایک عجیب منظر معلوم ہوتا ہے اور دل پر ایک خاص اثر کرتا ہے۔ چونکہ غلاف ڈھلا ڈھلا ہوا ہوتا ہے اس وجہ سے ہوا کا ایک ذرا سا جھوکا بھی اس میں لہریں پیدا کر دیتا ہے اور اس وقت حاجیوں کا مجمع جو کعبے کے گرد ہوتا ہے دعائیں مانگنے لگتا ہے اور نعرے خوشی بلند کرتا ہے۔ یہ ان فرشتوں کی موجودگی کی علامت پائی جاتی ہے جو کعبے کے محافظ ہیں اور حاجی پر خیال کرتے ہیں کہ ان کے پردوں کی ہوا سے غلاف ہل رہا ہے۔



میں کہتا ہوں نئے غلاف پر ماحیوں کا جھوم ایک ایسا دلکش و موثر نظارہ ہوتا ہے جس کی تصویر لفظوں میں کھینچنا غیر ممکن ہے۔ اس موقع پر بلبلوں کے پھولوں پر منڈلانے اور شمع پر پروانوں کے صدمے ہونے کی تشبیہ ایک ناقص تشبیہ ہے۔ عرب ایرانی اور ہندوستانی جن کی زبانوں کی عمارت شاعر کی بنیاد پر قائم ہے اور جن کے محاورات میں ہزاروں شاعرانہ استعارے اور تشبیہیں بھری پڑی ہیں کبھے کو ایسے موقع پر ”دلہن“ سے مثال دینے لگتے ہیں۔ مثلاً ابن جبیر نے جن کے زمانے میں غلاف کعبہ کا رنگ سبز تھا نیا غلاف ڈالنے کے بعد کبھے کی ان الفاظ میں تعریف کی ہے:-

”ان پردوں میں کعبہ شریف کا جمال ایسا نظر آتا ہے گویا دلہن کو دیباے سبز کا غلاف پہنا دیا۔“

## (ج) کبھے کی خوشنمائی کی نسبت ایک فرگی کا خیال

اہل یورپ چونکہ ان جذبات و اشارات سے بے خبر اور ان استعارات سے نا بلد ہوتے ہیں وہ ایسے الفاظ سسکرا اپنی عقل کے تیر تکے لگانے لگتے ہیں۔ جیسا کہ کتیان برٹن صاحب اپنے سفر نامہ حجاز کی جلد دوم میں ضمن ذکر غلاف کعبہ فرماتے ہیں:-

”کبھے کو دلہن یا کنواری سے تشبیہ دینے کی رسم کی اصلیت قدیم زمانے کے رواج سے پائی جاتی ہے۔ گرجے کو بھی کنواری یا دلہن سے نسبت دیتے ہیں۔ اسی طرح کبھے کو عورت کے خطاب کرتے ہیں۔ مثلاً جب اس کا غلاف اتر جاتا ہے تو اس کو عریانہ (نگلی) کہتے ہیں اور جب اس پر سفید کپڑا لپیٹ دیتے ہیں تو تحریمہ یعنی احرام باندھی ہوئی کہتے ہیں۔ عربی کے مشہور شاعر عبد الرحیم برعی نے بھی کبھے کے دلہن ہونے کا خیال اس مصرعے میں ظاہر کیا ہے:-

و عروس مکتبہ بالکرامات تجلی

یعنی مکے کی دلہن و کعبہ اکرامات کے ساتھ جلوہ دکھا رہی ہے۔ شاعر کا یہ خیال غالباً کبھے کے برقعے اڑا اور خواجہ سراؤں کی نگہبانی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔

یہ ممکن ہے کہ گرجے کو دلہن یا کنواری سے تشبیہ دینا رسوم قدیم سے ہو اور حضرت مریم کی نسبت سے اس کو کنواری بھی کہتے ہوں مگر لفظ کعبہ میں (لا) یا (حت) علامت تانیث تفعیل موجود ہے اور عربی میں لفظ مؤنث استعمال ہوتا ہے۔ پس اذروئے قواعداً اس کے لئے تمام صفات محرمہ و عریانہ و غیر تانیث

برتے جاتے ہیں برٹن صاحب کا یہ کہنا کہ کعبے کے برقعے ازار اور خواجہ سراؤں کو دیکھ کر حضرت  
عبدالرحیم کو کعبے کے دلہن کہنے کا خیال پیدا ہوا ہے۔ محض ایک قیاس ہے۔ ورنہ لفظ کعبہ جب عربی میں نہ  
ہے تو اس کے لئے لوازمات تانیث استعمال کرنا یا اس کو دلہن کہنا کوئی حیرت کی بات نہیں ہے۔ بالفرض  
اگر کعبہ کو مذکر تسلیم کر لیں جیسا کہ اردو میں بولتے ہیں یا تذکیر و تانیث کا کوئی امتیاز ہی نہ کہیں جیسا کہ  
دبان فارسی میں اسمائے غیر ذی روح کی تذکیر و تانیث نہیں ہوتی تو بھی کعبے کو اس کی زیبائش و  
خوبصورتی کے لحاظ سے دلہن کہنا مقام تعجب نہیں ہے۔ چنانچہ فارسی واردوں میں بلا لحاظ اسکے کہ کوئی خوشنما  
چیز مذکر یا مؤنث اس کو بطور استعارہ و مجاز دلہن یا عروس کہہ دیتے ہیں اور کعبے کی خوشنما و دلپذیری تو  
اس درجے مسلمہ ہے کہ فارسی میں ”عروس عرب“ ایک محاورہ ہے جس کے ”مفنی کعبے“ کے ہیں۔ اکثر کتب  
میں یہ محاورہ موجود ہے۔ اسی طرح بعض اور محاورے بھی لفظ عروس سے مرکب پائے جاتے ہیں۔ مثلاً  
”عروس بیابان“ سے مراد شتران راہ کعبہ ہے۔ ”عروس چرخ“ آفتاب کو کہتے ہیں۔ حضرت حافظ نے  
”عروسان گلستان“ کو اس طرح نظم کیا ہے:-

نوع و سنان گلستان بہر زیور بستہ

دلبر است کہ با حسن خدا داد آمد

خاقانی نے تحفہ العرائین میں خاص کعبے کو عروس و حور و غیرہ الفاظ سے خطاب کیا ہے۔ وہ فرماتا ہے:-

مانی بہ عروس حجلہ بستہ در حجلہ چار سوت بستہ

حوری بہ شمال عبقری پوشش و شاہی بہ شل دواج بردوش

بعض اوقات بلا لحاظ خوبصورتی بھی فارسی میں بطور استعارہ کسی چیز کو عروس کہہ بیٹھتے ہیں مثلاً:-

عجوزہ ایست عروس زمین و لے ہندار

کہ این مخدرہ در عقد کس نمی آید

اسی طرح خواجہ حافظ نے مہر کو عروس مہر فرما دیا ہے:-

اے عروس مہر از دہر شکایت نما

حجلہ حسن بیارائے کہ داماد آمد

اردو لغات کی کتابوں میں بھی عروس کے مجازی معنی خوبصورت۔ عزیز اور پیاری چیز کے ہیں۔ اس

درویش نے اپنے ایک ترجیح بنے میں جو مکمل منظر کی تعریف میں ہے حاجیوں کے جذبات اور کعبے کی زینت کی تصویر ان نظموں میں کھینچی ہے۔

کس ہٹا ہٹ کا کعبے نے جوڑا ہے نیا پہنا : مشتاقوں کو دوہر ہے اب اس سے جدا رہنا  
کیا نور کی دلہن ہے کیا نور کا ہے گہنا : جو نور برستا ہے اس نور کا کیا کعبہ

با فرض اگر تم نے کل روئے زمین دیکھا

مکہ ہی نہ جب دیکھا تو کچھ بھی نہیں دیکھا

اسی طرح ایک اور نظم میں جس کا عنوان "مشتاق کعبہ" ہے اس فقیر نے غسل کعبہ کی کیفیت ان الفاظ میں ظاہر کی ہے۔

کیوں آرہی ہیں لپٹیں مشک و گلاب کی اب

کعبے کو کیا مطوٹ دلہن بنا رہے ہیں

غرض کہ یہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات ہیں اور یہ کوئی عشق و صیغہ محبت ہے اس میں غیروں کی رسائی مشکل ہے۔

## فصل سترہویں

### کعبے کا اندرونی غلاف

اگرچہ ہمارا اصل موضوع کعبے کا بیرونی غلاف ہے جو زمانہ حضرت اسماعیل سے یا کم از کم زمانہ جاہلیت سے لگا کر اس وقت تک کعبے پر ڈالا جاتا رہا ہے اور جو کچھ ہم نے اب تک لکھا وہ سب اسی غلاف کی نسبت لکھا ہے لیکن ہم اگر اس غلاف کا یا ان پر دونوں کا ذکر نہ کریں جو زمانہ مابعد میں کعبے کے اندر دیواروں پر لٹکائے جانے لگے تو ہماری تالیف نامکمل رہ جائیگی۔



چوتھی صدی ہجری کے وسط میں ناصر خسرو کے بیان سے اس غلاف کا صرف اس قدر وجود پایا جاتا ہے کہ کعبے کے باہر شرقی و جنوبی گوشے میں جو سنگ اسود نصب ہے اس کے عقب والے گوشے میں کعبے کے اندر زر و اطلس کا ایک پردہ لٹکا رہا تھا۔

۸۲۶ھ میں ابن جبیر نے حج کیا تھا انہوں نے اندرونی غلاف کعبہ کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ ۸۲۶ھ میں ابن بطوطہ حج سے مشرف ہوا تھا۔ اس وقت بھی کعبے کے اندر دیواروں پر کوئی پردے وغیرہ نہیں تھے تھی الدین غازی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے ملک ناصر بن چکسی سلطان مصر نے ۸۲۶ھ میں کعبے کا اندرونی غلاف روانہ کیا تھا اور وہ تخمیناً ۸۲۷ھ تک جو فاسی کا زمانہ ہے کعبے کے اندر دیواروں پر لٹکا ہوا تھا۔ اس کے بعد فاسی کے زمانہ ہی میں ملک الاشرف ابو نصر سیف الدین برسبانی سلطان مصر نے ۸۲۵ھ میں سرخ رنگ کا اندرونی غلاف کعبے کے لئے روانہ کیا تھا۔ عموماً دلی یا سلطان اندرون کعبے کے لئے سرخ رنگ کا غلاف ہی بھیجا کرتے تھے۔

۹۱۳ھ میں جب آل عثمان کا تسلط مصر و حجاز پر ہوا تو کعبے کے اندرونی غلاف کا تعلق علاقہ ترکی سے ہو گیا اور بیرونی غلاف کا تعلق حسب سابق علاقہ مصر سے باقی رہا۔ اس کے لئے خاص طور پر دیہات وقف کر دیئے گئے اور اس کے مصارف کا کفیل خزانہ مملکت مصر قرار دیا گیا۔ چنانچہ بیرونی غلاف ہمارے زمانہ تک مصر ہی سے آتا رہا جس کی صراحت اس سے پیشتر بالتفصیل کی جا چکی ہے لیکن اندرونی غلاف سال کے سال نہیں بھیجا جاتا تھا بلکہ جب کبھی کوئی نیا سلطان تخت نشین ہوتا تو اس وقت قسطنطنیہ یا اس کے کسی علاقہ میں نیا غلاف تیار کر کے روانہ کیا جاتا تھا چونکہ اس غلاف کا کوئی خاص وقت بھی معین نہ تھا اس لئے برسوں تک اس کی نوبت نہیں آتی تھی لیکن ہمیشہ یہ محل شامی کے ساتھ آیا کرتا تھا اور اس وقت پرانے غلاف کو علیحدہ کر کے نیا ڈال دیا جاتا تھا۔ اس غلاف کا رنگ سدا سے سرخ ہی چلا آتا ہے۔ موجودہ اندرونی غلاف سلطان محمد خاں فاس کے زمانہ کا ہے جس پر سفید حروف میں آیات وغیرہ بنی ہیں۔ اس کا عوض ایک گز اور لمبائی بارہا تیرہ گز ہے چہت سے نیچے تک دیواروں پر مختلف ترانہ لکھا کر باہم سی دئے گئے ہیں اس طرح سالم دیواریں پوری طرح

لے ملک ناصر بن ۸۲۶ھ سے ۸۲۷ھ تک سلطان مصر و حجاز رہا۔

۱۰۵ھ اس کا عہد حکومت ۸۲۵ھ سے ۸۲۶ھ تک ہے۔

اس غلاف سے ڈھکی ہوئی ہیں۔ اس کے کتبوں کی سرحدت یہ ہے کہ  
سب سے اوپر خوشنما بیضوی دائروں میں ”یا مہمان“ اور چھوٹے چھوٹے دائروں میں  
”یا سلطان“ اور ”یا سبحان“ کڑھا ہوا ہے۔

اس کے بعد ایک سطر میں جو گزیر کے عرض میں ختم ہوتی ہے اور نیچے کی سطر میں آیہ قدوسی  
تقلب و جھک فی السماء فلنولينك ترجها فوال و جھک فی السطر المسجدا الحرام  
مسلل تین مرتبہ کڑھی ہوئی ہے۔

پھر دوسری سطر میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پورے عرض میں تین مرتبہ  
کڑھا ہوا ہے۔

تیسری سطر میں سبحان و بحمد کا اور سبحان اللہ العظیم تین بکیر کڑھا ہے۔  
نیچے کی جانب ایک گوشے میں کلمہ طیبہ علی خط تے بنا ہوا ہے۔

۱۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تبدیلی قبلہ کے بارے میں ہم تمہاری تنہا کونہیں کر رہندے۔ اب ہم تمہارے لئے ایسا قبلہ  
مقرر کریں گے جس سے تم خوش ہو جاؤ گے۔ ۲۔ اب اپنا منہ مسجد الحرام کی طرف پھیر دو۔

jabir.abbas@yahoo.com

# باب دوم

## محل کی ایجاد

### پہلی فصل

اگر محل کے نام سے کسی نہ کسی طور پر تمام دنیا کے مسلمان واقف ہیں تاہم اس کی تھوڑی سی تشریح اس جگہ محل نہ ہوگی محل کے معنی بوجہ اٹھانے والی چیز کے ہیں۔ مراد اس سے وہ کجاوہ یا کہلوٹا جو اونٹ کی پیٹھ پر باندھ دیا جاتا ہے اور اس کے اوپر غلاف یا پردہ ڈالنے سے پردے کی سواری بن جاتی ہے اور اس میں خصوصاً عورتیں بیٹھتی ہیں۔

خدیو عباس علی پاشا کے سفر نامہ رحلتہ الحجازیہ کے مولف محمد بنوئی لکھتے ہیں کہ آنحضرت نے خانہ کعبہ کے لئے کچھ تختے اور ہدیے ایک محل میں روانہ کئے تھے اور اس لحاظ سے وہ قافلہ حجاج کے ساتھ روانگی محل کی رسم حضور سرور عالم کے زمانے سے بتاتے ہیں۔

ہندوستان کے مشہور شیعہ مولوی مقبول احمد صاحب نے جو سنی شیعوں کے درمیان نفرت بڑھانے میں بڑا نام پیدا کر چکے ہیں اپنے ترجمہ قرآن میں محل کو نہایت ہی مکروہ پیرایہ میں ام المومنین حضرت



عائشہ رضی اللہ عنہا کے محل کی یادگار بتایا ہے۔ (قرآن مجید ترجمہ مولوی مقبول احمد صاحب مطبوعہ مقبول پریس دہلی حاشیہ سورہ احزاب صفحہ ۶۷۵)

مولوی صاحب موصوف کے خیال کی تائید کسی تاریخ سے نہیں ہوتی اور نہ خود انہوں نے کسی کتاب کا حالہ دیا ہے بلکہ قول مترجم، لکھکر درختانی کی ہے۔

جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب کنز الدفون میں لکھا ہے کہ مکہ روانہ کرنے کے لئے سب سے پہلے میں شخص نے محل ایجاد کیا وہ حجاج بن یوسف ہے۔

برکھاٹ اپنی کتاب بدوی و دہلی میں لکھتا ہے کہ محل کی رسم بدویوں کے علم جنگ سے نکلی ہے جسے وہ لوگ مرکب یا عطف کہتے ہیں۔ بدویوں کا علم جنگ نکلاری کا ایک بہت بڑا ڈھلیخ ہوتا ہے

۱۰ مولوی مقبول احمد صاحب نے محل کی جگہ لفظ "ڈولا" استعمال کیا ہے۔ معلوم نہیں مولوی صاحب موصوف کی مراد اس سے وہ محل ہے جس میں حضرت عائشہ جنگ جمل میں سوار تھیں یا اور کچھ جگہ جمل سے تھیں مولوی تقی حضرت عثمان کے قتل پر بعض صحابہ کو یہ معاملہ ہو گیا تھا کہ حضرت علیؑ کے ایسات وہ قتل کئے گئے ہیں۔ آخر نہایت جنگ کی پوچھی۔ کچھ لوگ حضرت علیؑ کے ساتھ ہو گئے اور کچھ حضرت عائشہ کی سرکردگی میں دوسری طرف بہت سے قریبی رشتہ دار ایک دوسرے کے مقابلے پر تلے اور اٹھا کر آئے۔ مثلاً حضرت عائشہ کے بھائی محمد بن ابوبکر حضرت علیؑ کی طرف گئے اور حضرت علیؑ کے چھوٹی زاد بھائی زبیر حضرت عائشہ کی جانب بصرہ پر لڑائی ہوئی۔ حضرت عائشہ ایک اونٹ پر چل کر سوار تھیں حضرت علیؑ کے ساتھی یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح اس اونٹ کا ماتہ کر دیا جائے تاکہ اونٹانی ختم ہو۔ اس محل پر اتنے تیر بارے گئے تھے کہ فارشتہ کی شکل بن گیا تھا اور محل کے اونٹ کی حفاظت میں ستر آدمیوں کے ہاتھ کٹے تھے۔ بالآخر حضرت محمد بن ابوبکر نے اس اونٹ کے پاؤں کاٹ ڈالے اور محل زمین پر آ رہا۔ اس وقت لڑائی ختم ہو گئی۔ حضرت علیؑ نے حسین کو حضرت عائشہ کی خدمت میں روانہ کیا اور حفاظت کے ساتھ ان کو مدینہ بھیج دیا۔ اس عجیب و غریب اونٹ کی وجہ سے جس پر ہزاروں کا دانت تھا اس جنگ کا نام جنگ جمل یعنی اونٹ کی لڑائی شہور ہے۔

۱۱ مہاجر بن یوسف جلیفہ عبد الملک بن مروان کا کمانڈر تھا۔ عالم اسلام میں اس کا ظلم ضرب اشل ہے یہ ۳۲ھ میں پیدا ہوا ۹۵ھ میں مرا۔

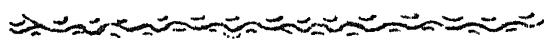
جسے اونٹ پر رکھ دیتے ہیں۔ اس کی تائید ایک اور انگریز کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔ چینی رائل ریمینٹ کے کپتان لیج مین جنہوں نے سن ۱۹۱۸ء میں عراق عرب کا سفر کیا تھا قبیلہ روہیہ و قبیلہ شمر کا ذکر کرتے ہوئے اپنے ایک لکچر میں جو انہوں نے رائل جیوگرافیکل سوسائٹی لندن میں دیا تھا کہتے ہیں:-

سب سے آگے سوار تھے۔ ان کے عقب میں سانڈنی سوار۔ ان کے پیچھے منتخب سوار ورن کا ایک رسالہ تھا۔ بس کے پیچ میں قبیلہ روہیہ کا ایک محل نظر آ رہا تھا۔ اس میں اُن کے شیخ کی ناکھڑاڑکی بیٹھی ہوئی میدان جنگ میں زرمیہ اشعار پڑجوش لہجے میں گا گا کر لڑنے والوں کے حوصلے بڑھا رہی تھی۔ بدویوں کی لڑائی میں اکثر اس قسم کا محل ساتھ رہا کرتا تھا مگر آجکل سوائے قبیلہ روہیہ کے اور کسی قبیلہ میں اس کا رواج نہیں ہے۔

مقریزی اپنی تاریخ مصر المخطوط والا تار میں لکھتا ہے:-

اُن سلاطین و خلفائے جنہوں نے حج کیا ملک الظاہر رکن الدین میرس سلطان مصر پہلا شخص ہے جس نے سب سے اول سن ۶۹۷ھ میں حاجیوں کے قافلہ کے ساتھ محل روانہ کیا تھا۔ اس کے بعد تمام بادشاہوں نے جنہوں نے اپنا کاروان کے صحبایہ بھی ضروری سمجھا کہ اپنی شاہانہ عظمت و جلال ظاہر کرنے کے لئے اس کے ساتھ محل بھی روانہ کیا کریں۔

بعض مورخ یہ کہتے ہیں کہ ملک الصالح نجم الدین سلطان مصر کی ملکہ فاطمہ شجرۃ الدر نے جب حج کیا تھا تو وہ ایک نہایت خوشنما و آراستہ محل میں بیٹھ کر گئی تھی اس کے بعد کئی سال تک اُس کے نام کا خالی محل مصر سے قافلہ کے ساتھ بھیجا جاتا رہا۔ سلطان صالح نجم الدین کا زمانہ سلطنت سن ۶۷۳ھ سے سن ۶۹۷ھ تک ہے۔ سلطان صالح اور اس کے فرزند کی وفات کے بعد سن ۶۹۸ھ میں چند مہینے ملکہ شجرۃ الدر نے بھی فرمانروائے مصر و حجاز رہی تھی۔ اس طرح محل کی ایجاد ساتویں صدی ہجری کے وسط میں ہوئی۔ بھرحال خواہ رکن الدین محل مصری کا موجد ہو یا ملکہ شجرۃ الدر لیکن یہ ثابت ہے کہ سلاطین مصر نے ہی اسے ایجاد کیا۔



# دوسری فصل

## الف) محل مصری کا تعلق غلاف کعبہ سے

ہماری تالیف "غلاف کعبہ" کا ایک جزو محل مصری ہے۔ مصر سے غلاف کعبہ کی روانگی کے بعد نقطہ محل "غلاف کعبہ کا ہم معنی نظر آتا ہے۔ دونوں چیزیں ایک ہی سمجھی جاتی ہیں اور غلاف کعبہ سے بڑھ کر محل کو اہمیت دی جاتی ہے۔ چونکہ محل مصری کے ساتھ غلاف کعبہ بھی آیا کرتا تھا اس لئے مجازاً محل مصری سے غلاف کعبہ بھی مراد لی جاتی تھی اور اسی وجہ سے اس کو محل شریف بھی کہا کرتے تھے۔ اسلام کے عہد اول سے لگا کر خلافت عباسیہ کی بربادی تک محل سے غلاف کعبہ کو کوئی واسطہ نہ تھا اور غلاف کعبہ کی روانگی مصر یا بغداد سے حاجیوں کے ساتھ محل میں آیا کرتی تھی جن کے ہمراہ محل نہیں ہوتا تھا۔ سب تو بن صدی ہجری کے وسط میں غلاف کعبہ کے ساتھ محل مصری کا وجود بھی پایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ تیرہویں صدی ہجری سے چودھویں صدی ہجری کے وسط تک محل غلاف کعبہ کا جزو لا ینفک بن جاتا رہا اور بالآخر غلاف کعبہ کی روانگی بغیر محل کے ناجائز سمجھی جانے لگتی ہے۔ عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ غلاف کعبہ مصر سے محل کے اندر رکھ کر روانہ کیا جاتا تھا اور محل و غلاف کو یا دونوں ایک ہی چیز سمجھتے۔ مگر حقیقت ایسی نہ تھی۔ محل بالکل ایک علیحدہ چیز تھی۔ نہ اس میں غلاف کعبہ رکھا جاتا تھا اور نہ اس میں اتنی گنجائش ہوتی تھی کہ غلاف کعبہ کے متعدد تہانوں کے بڑے بڑے گٹھے اس میں سماتے۔ غرض کہ غلاف علیحدہ کسی صندوق میں بھر کر دوسرے اونٹوں پر بٹھایا جاتا تھا اور محل ایک علیحدہ اونٹ پر کسا جاتا تھا جس میں بجز ایک چھوٹے سے قرآن شریف یعنی حائل کے جو اس کی چہت میں لٹکا دیتے تھے اور کوئی چیز نہیں رکھی جاتی تھی۔



## (ب) محل مصری کی وضع قطع

محل بھی عام محلوں کی طرح لکڑی کا چھوٹا مخروطی شکل کا ڈالہ بنچ ہوتا تھا جس کی چوٹی تینار نما ہوتی تھی یہ نہ معلوم ہو سکا کہ یہ کس لکڑی کا بنایا جاتا تھا مگر اس کو روز بروز بہاری بنانے میں اہل مصر کو پڑی دلچسپی رہی ہے یہاں تک کہ بقول صاحب رحلۃ النجاشیہ جو دہویں صدی ہجری کے اوائل میں اس کا وزن چودہ قنطار ہو گیا۔ لغت کی کتابوں میں ایک قنطار ڈیڑھ من کا لکھا ہے جس کے حساب سے اکیس من ہوئے مگر بعض بعض جگہ کا سن ہارے ایک سیر کی برابر ہی ہے۔ اگر ایسا ہے تو صرف اکیس سیر ہی اس محل کا وزن ہو گا مگر یہ صحیح نہیں ہے اس قدر کم وزن ایک اونٹ کے لئے کچھ بھی نہیں ہے موصوف نے لکھ کر کہتے ہیں کہ یہ چوبی ہیکل اس قدر کم وزن کی ہوتی تھی کہ اس کے بعد اونٹ پر اور کچھ بوجہ نہیں رکھا جاسکتا تھا۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہارے ہان کے اکیس من اور اکیس سیر دونوں کے درمیان کوئی بہاری وزن ہوتا ہو گا۔

محل مصری پر ڈالنے کے دو غلاف رکھتے تھے ایک معمولی سبز بانات کا جو دوران سفر میں اور مکہ و مدینہ وغیرہ کے قیام میں اڑا دیا جاتا تھا۔ دوسرا عمدہ سیاہ اطلس کا جس پر اعلیٰ درجے کے سنہری تاروں سے خوشنما نقش و نگار اور کتبہ لکھے رہتے تھے بعض بعض کتبوں کی زمین سبز و سرخ اطلس کی بھی ہوا کرتی تھی۔ محل کے نقش و نگار وقتاً فوقتاً بدلتے رہتے تھے جب کبھی سال دو سال بعد نیا غلاف بنایا جاتا تھا اس وقت نئی تراش و خراش کر دی جاتی تھی۔ بعض اوقات کئی کئی سال تک کتبوں کی عبارت وہی رہی ہے مگر خط بدل گیا ہے۔

مولوی عبدالسلام صاحب ندوی تیارخ حرمین میں لکھتے ہیں کہ یہ غلاف بیس برس کے بعد بدلا جاتا تھا۔ مگر یہ درست نہیں ہے۔ میرے پاس ۱۳۱۵ھ سے ۱۳۱۸ھ تک کے محلوں کی کئی تصویریں ہیں۔ ان کے نقش و نگار جدا جدا ہیں۔ بعض پر بہت اعلیٰ درجے کے پھول بیل بنائے گئے ہیں۔ بعض پر چلتا و کام کر دیا ہے۔ اور اگرچہ کتبے وہی ہیں مگر طرز تحریر بدل گیا ہے۔ بعض غلافوں کے کتبوں کا خط خوشنویسی کا عمدہ نمونہ ہے بعض میں خط کے لحاظ سے کوئی خوبی نہیں ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ پانچ چھ

برس کے عرصہ ہی میں غلاف محل کئی مرتبہ بدلا گیا تھا۔

میرے پاس کے مختلف سین کے غلاف کی تصویروں میں بالائی حصے پر بسم اللہ کے بعد آیت الکرسی ایک طرف سے شروع ہو کر چوتھی جانب ختم ہوئی ہے۔ بعض غلاف میں اس پٹی کے دو حصے ہو کر بیچ میں ہیں ”اللہ ربی“ اور کہیں ”محمد رسول اللہ“ تحریر ہے۔ ایک طرف پٹی کے اوپر کلمہ کڑا ہوا ہے۔ ایک جانب سلطنت عثمانیہ کا مونوگرام جو دہاں کے روپیے پیسے پر ہوا کرتا تھا کڑا ہوا ہے۔

محل کے ساتھ دو علم بھی رہا کرتے تھے۔ ان پر بھی کچھ آئیں وغیرہ تحریریں بعض سیاحوں کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ محل کے غلاف پر بیت اللہ کا نقشہ بھی کڑا جاتا تھا مولوی محمد امجد الدین صاحب مدرس مدرسہ لطیفیہ ویلور جنہوں نے سلاسلہ میں حج کیا تھا اپنے سفر نامے میں لکھتے ہیں:-  
”مصری فوج کا علم سرخ اور عثمانی ہلال اس پر مرسوم ہے۔ برٹش حمایت کی علامت ایک طرف

صلیبی شکل بھی ہے۔ مسلمان اس صلیبی شکل کو کمال انوس سے دیکھتے ہیں۔“

محل کے کناروں پر ریشمی جہاز لٹائی جاتی تھی اور چاندی کے ٹوپین دار پھندے لٹکاتے تھے محل کے چاروں کونوں پر چار اور بیچ میں ایک کلس رہتا تھا۔ محل کی بعض تصویروں میں کلس پر ہلال اور تار بھی نظر آتا ہے۔ بعض میں صرف کلس ہے ہلال نہیں ہے۔ ان کلسوں کو بعض سیاحوں نے چاندی کا لکھا ہے بعض نے سونے کا بعض نے بتیل پر چاندی کا طبع سمجھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کلس بھی وقتاً فوقتاً بدلتے رہے ہیں۔ مولوی عبدالسلام صاحب ندوی نے اس غلاف کی لاگت پندرہ سو گنتی تحریر کی ہے۔ جس کے کوئی اکیس ہزار روپیے سکھ انگریزی ہوئے۔ مگر یہ غلط ہے۔ مملکت مصر کے مختلف سین کے موازنہ جات میں نے دیکھے ان سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ ایک محل کا غلاف خواد کتنا ہی زرین کیونکہ نہ ہو ایسا بہاری نہیں ہو سکتا کہ اس کی لاگت اکیس ہزار روپیے ہو۔ خیال ہو سکتا ہے کہ مولوی صاحب موصوف نے غلاف کعبہ کی لاگت کو شاید غلاف محل کی لاگت تصور کر لیا ہو مگر ایسا بھی نہیں ہے غلاف کعبہ کی لاگت تو ساڑھے باسٹھ ہزار روپیے ہوتی تھی۔ مان یہ ممکن ہے کہ ملازمین و مہراہیان محل کی تنخواہوں اور انوس کی رقم جو اس کے قریب قریب ہوتی تھی اس کو مولوی صاحب نے صرف غلاف محل کی قیمت تصور فرمایا۔

سفر حجاز سے واپسی کے بعد محل کا زرین غلاف مصر کے صیغہ مال میں رکھ دیا جاتا تھا اور

اس کا سبز غلاف ہر سال سید محمد یونس السعدی کی قبر پر چڑھا دیتے تھے۔ صاحبِ رحلتہ الحجازیہ کا خیال ہے کہ شاید اگلے زمانہ میں محل کی کوئی خدمت ان بزرگ کے سپرد ہوگی۔ اس وجہ سے یہ غلاف اُن کی قبر پر چڑھا دیا جاتا ہے۔ برٹن صاحب لکھتے ہیں کہ غلاف کعبہ مصر میں ایک خاص خاندان کے افراد بنتے ہیں جن کو بنی سعدی اور ان کے گھرانے کو بیت السعدی کہتے ہیں۔ پس کیا عجب ہے کہ حضرت یونس اسی خاندان کے مورث اعلیٰ ہوں۔

## تیسری فصل

### محلِ مصری کے ملازمین و مصارف

#### (۱) ملازمین

جن زمانے میں خشکی کے رستے سے محلِ مصری حجاز جایا کرتا تھا اس وقت مصر کے تمام حاجی محل کے ساتھ ہی روانہ ہوا کرتے تھے اور محل کے ہر ہی ملازمین و فوجِ ملکہ ایک بڑا لشکر ہو جاتا تھا۔ محل کے ملازمین میں بعض لوگ اُس زمانہ کی ضرورت کے لحاظ سے بھی نوکر رکھے جاتے تھے۔ چارے لانے میں قاہرہ سے سوئٹز برگ ریل جاری ہو گئی ہے۔ سوئٹز سے بحری رستے میں بھی بہت سی سہولتیں ہو گئی ہیں۔ اس لئے تمام مصری حاجیوں کا ایک ہی قافلہ نہیں رہا تھا۔ محل الگ روانہ ہونے لگا تھا جس کے ساتھ صرف اس کے ملازمین اور اس کی محافظ فوج رہتی تھی۔ باقی عام حاجی اپنی اپنی آسانی کے لحاظ سے آگے پیچھے پہنچ جاتے تھے۔

#### (الف) امیر الحاج

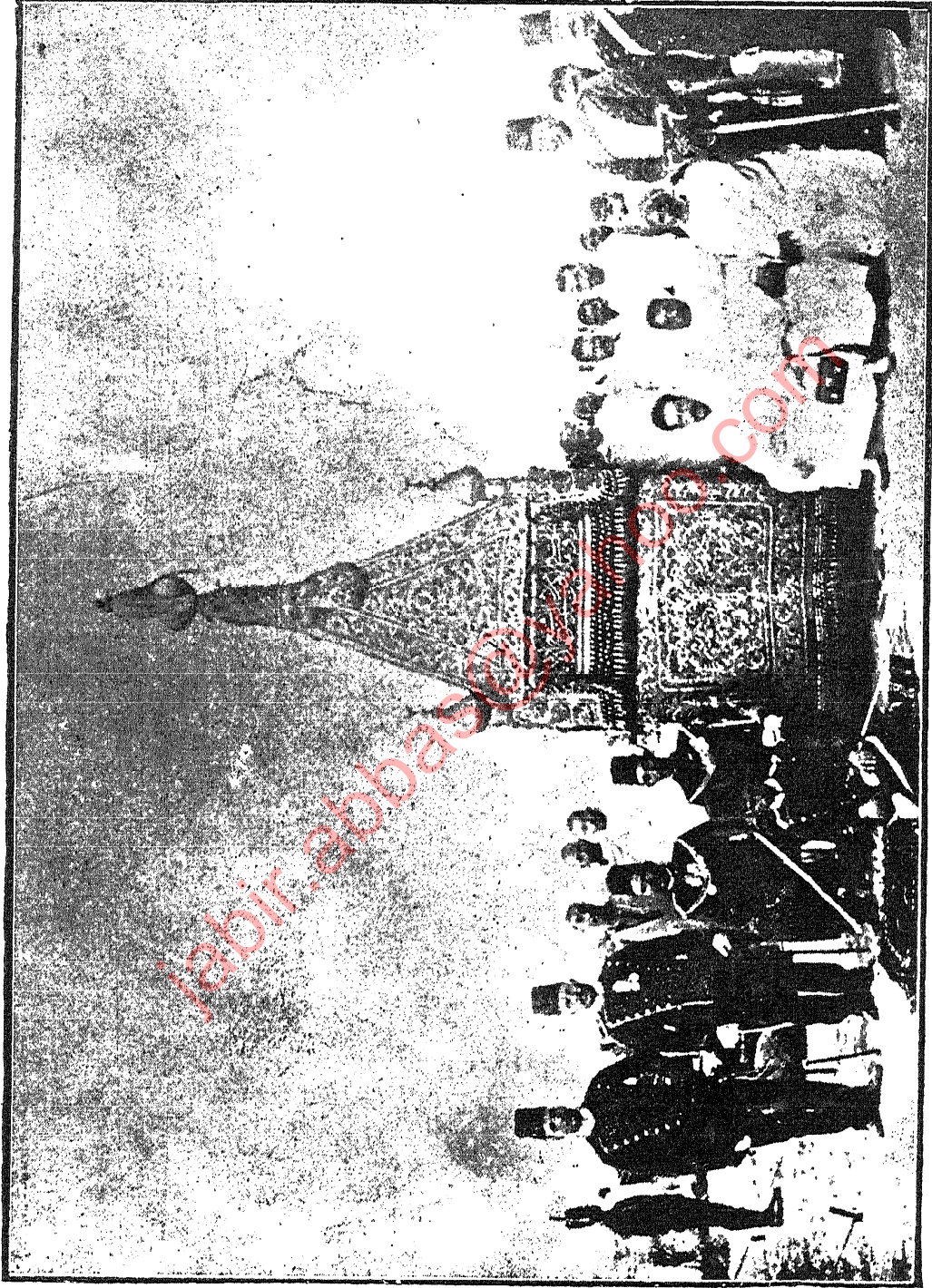
محل کا سب سے بڑا عہدہ دار امیر الحاج ہوتا تھا جس کا درجہ سلطنت کے بڑے عہداروں



میں شمار ہوتا تھا۔ اس خدمت کے لئے فوجی لوگوں میں سے جنرل کامرہبر رکھنے والا اور رسول کے لوگوں میں میر میراں کا درجہ رکھنے والا انتخاب کیا جاتا تھا اور عموماً وہی لوگ منتخب ہوتے تھے جن کو پاشا کا خطاب مل چکا ہوتا تھا۔ معاملات جہاز میں امیر الحاج کی رائے کو بڑا دخل ہو کر تا تھا۔ اور اگلے زمانے میں تو دالیان جہاز کا عزل و نصب اسی کی رائے سے عمل میں آتا تھا۔ اس خدمت کی انجام دہی کے بعد اکثر امیر الحاج کو گورنری پر ترقی دی جاتی تھی۔

### (ب) امین الصرہ

محل کا دوسرا بڑا افسر امین الصرہ یعنی خزانہ دار ہوا کرتا تھا جس کی تحویل میں سفر محل کے اخراجات کی تمام امداد و خرچہ و ساکنین حرمین کی تنخواہیں غریبوں کے معمول اور خیرات مبرات کی رقم رہا کرتی تھی۔ یہ کبھی کوئی دوسرے درجے کا عہدہ دار ہوا کرتا تھا مثلاً ۱۲۲۰ھ میں جہدی بے احمد امین الصرہ تھے۔ سرے پاس ان کی تصویر ہے جس میں تین تہے ان کی عہدہ داری کی دلیل ہے۔ گزشتہ چند سال سے یہ خدمت محکمہ خزانہ کا کوئی اہلکار انجام دیتا تھا جنرل ابراہیم رفعت پاشا نے ۱۳۱۸ھ میں یہ عہدہ کمانڈر فوج محل اور ۱۳۲۵ھ میں یہ عہدہ امیر الحاج قافلہ مصری حج کیا تھا۔ انہوں نے اپنی کتاب مرآۃ الحرمین میں اپنے ہر سفر کے امین الصرہ کا ذکر کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس خدمت پر بھی کوئی بڑا عہدہ دار ہی مامور ہوا کرتا تھا اور اس کا انتخاب طبقہ دوم کے عہدہ داروں میں سے ہوتا تھا جن کا درجہ پاشا سے کم ہوتا تھا۔ صرہ کے معنی عقلی کے ہیں۔ مراد اس خزانہ ہے چونکہ اس خزانے میں حجاز کے مبارک سفر کی رقمیں رہا کرتی تھیں اس وجہ سے ”صرہ“ کو ”صرہ شریفہ“ بھی کہا کرتے تھے۔ اس خزانے کی تحویل قاضی شرعی۔ امیر الحاج اور سپہ سالار فوج محل کے سامنے عمل میں آتی تھی اور امیر الحاج و امین الصرہ و صرف کے دستخطوں سے رسید مرتب ہو کر وزیر مال کو دی جاتی تھی۔ ۱۳۱۸ھ میں اس خزانے کی مقدار (۱۸۸۹۳) گنی یعنی تھمیناً (۲۶۴۵۰۲) روپیہ تھی۔ اور ۱۳۲۱ھ میں کوئی دو لاکھ بیس ہزار روپیے۔ یہ خزانہ بھی محل کے جلوس کے ساتھ ایک خوبصورت صندوق میں لٹکا کرتا تھا۔



مہمل مصری اور اسکے عہدہ دار



## (ج) سپہ سالار فوج محل

محل کی محافظ فوج کے کمانڈر کو قمندان کہا کرتے تھے۔ اس کا تعلق اگرچہ سرحدی فوج باقاعدہ سے ہوا کرتا تھا اور وہ فوج کا مستقل کرنل یا جنرل ہوتا تھا تاہم سفر حجاز میں وہ بھی محل کا عہدہ دار سمجھا جاتا تھا۔ دوران سفر محل میں وہ قمندان کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ اس کی ماتحتی میں تخمیناً چار سو فوج چلتی تھی جس میں پانچ چھ ٹنٹ و سیکنڈ ٹنٹ کچھ نیچے درجے کے افسر باقی سوار پیدل۔ توپخانہ باجے والے وغیرہ رہتے تھے۔ امیر الحجاز اور یہ کمانڈر تقریباً مساوی مرتبہ کے عہدہ دار ہوا کرتے تھے مگر اس سفر میں امیر الحجاز کو فوقیت ہوتی تھی اور کمانڈر بھی اسی کا ماتحت سمجھا جاتا تھا۔

## (د) محل کے عام ملازمین

افسران مذکورہ بالا کے علاوہ محل کے ہمراہ ڈاکٹر۔ لیڈی ڈاکٹر۔ کمپو نڈر۔ کاتب۔ امام۔ خطیب۔ واعظ۔ مبلغ۔ محلی۔ شتر باں۔ فراش۔ سقے۔ اور مشعلی وغیرہ رہتے تھے۔ زمانہ قدیم میں اہل سنت کے چاروں مذہب کے چار امام بھی رہا کرتے تھے۔ ہمارے زمانے میں صرف حنفی مذہب کا امام ساتھ ہوتا تھا۔

## (ه) محل کی تخفیف شدہ خدمات

پیشتر نقارچی بھی محل کے ملازموں میں تھے۔ اب نہیں رہے۔ ان کے علاوہ بعض اور خدمتیں بھی تھیں جو اس زمانہ میں تخفیف ہو گئی ہیں مثلاً عربوں کو مٹھائی اور لباس تقسیم کرنے کے لئے ایک اہلکار رہا کرتا تھا جسے امین الکساوی والخلویات کہتے تھے۔ غذائے میسرانے کی صورت میں حاجیوں کو پاٹنے کے لئے محل کے ساتھ بسکٹون کا بڑا ذخیرہ بھی رہا کرتا تھا۔ اس خدمت کا انجام دینے والا مامور الذخیرہ کہلاتا تھا۔ ایک شخص محل کے پیچھے پیچھے محل کے اونٹ کی چال دیکھتا ہوا چلتا تھا۔ اسے

لے کساوی۔ لباس۔ خلویات۔ مٹھائی



شیخ اہل کہتے تھے۔ منبروں پر غلاف کعبہ اور دوسرے سامان محل کو چوموں سے بچانے کے لئے بلیاں بھی ساتھ لی جاتی تھیں۔ ان کے کہلانے پلانے کے لئے ایک نوکر رہتا تھا۔ اسے ابو القیط (بلیوں کا باپ) کہا کرتے تھے۔ قبط بلی کو کہتے ہیں قبط اس کی جمع ہے۔ ولیم لین صاحب کے زمانے میں اب اس کوئی سو برس قبل اس خدمت پر ایک عورت مامور تھی۔ وہ ام القیط یعنی بلیوں کی ماں کہلاتی تھی۔

اسی طرح مشایخوں اور قلیوں کا ایک افسر ہوا کرتا تھا جسے سائیس الہرچلہ کہتے تھے یہ خدمتیں موروثی یعنی باپ سے بیٹے پر منتقل ہونے والی تھیں اس وجہ سے بعض لوگوں کو تین کے آدو اجداد یہ خدمات انجام دیا کرتے تھے باوجود تخفیف کے یہ وظیفے برابر ملا کرتے تھے۔

## (۲) محل مصری کے مصارف

مقریزی کی کتاب انذخرو التحائف میں مصر کے فاطمی سلاطین کے مصارف حج کی مقدار ایک لاکھ بیس ہزار دینار لکھی ہے جو بعض اوقات دو لاکھ دینار تک پہنچ جاتی تھی۔ اس میں خوشبوئیات، شیرینی اور روشنی کا خرچ دس ہزار دینار تھا۔ دینار اشرفی کو کہتے ہیں مختلف ملکوں میں دینار کی قیمت مختلف رہی ہے بعض لوگ ہمارے زمانے کے گنی کا نصف ایک دینار کی قیمت قرار دیتے ہیں یعنی کوئی ساڑھے سات روپے اس حساب سے اس وقت کے اخراجات نو لاکھ روپے سے پندرہ لاکھ روپے تک ہمارے حساب سے ہوتے ہیں جن کی مقدار ہمارے زمانے کے اخراجات محل سے ڈیڑھ ہی ہوتی ہے۔

حکیم ناصر خسرو نے اپنے سفر نامے میں مستغرباً مرشد فاطمی خلیفہ مصر کے زمانے کے جو اخراجات تحریر کئے ہیں اور جن کی تفصیل ہم اسماعیلی خلفائے مصر کے حالات میں تحریر کر چکے ہیں اس کی مقدار ساٹھ ہزار دینار تھی جس کے حساب مذکورہ کے اعتبار سے ساڑھے چار لاکھ روپے ہوئے مگر ان کے علاوہ ناصر خسرو نے حاجیوں کا الونس، مزدوریاں، انعام، اکرام، اونٹنی قیمت

لے اونٹ والا شیخ۔

امیر مکہ کی تنخواہ وغیرہ دوسری مدات بھی لکھی ہیں۔ اس طرح کل اخراجات ملکر اس رقم تک پہنچ جاتے ہو گئے جو مقرریٰ نے تحریر کی ہے اور جس کی مقدار زمانہ حال کے اخراجات کی رقم سے ڈیوڑھی دگنی تک ہو جاتی ہے۔

چودھویں صدی ہجری کے موازنہ جات مملکت مصر کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ محل کے اخراجات کے ضمن میں غلاف کعبہ کی تیاری کے مصارف، ملازمین محل کی تنخواہیں، فوج محافظ محل کا الونس، حجاز کے قلعہ نشین عربوں کے معمول، اشراف و امرا و اہالیان حرمین کی بلہوارا سفر حجاز کا خرچ اور مکہ و مدینہ کے لنگر خانوں کی رقمیں شامل ہوتی تھیں۔ مسئلہ ۳۰۱۳ء کے موازنہ کے اعتبار سے ان اخراجات کا گوشوارہ جب ذیل ہے:-

| نشان سلسلہ                                | صراحت مدات                | تعداد اور رقم گنی |
|-------------------------------------------|---------------------------|-------------------|
| (۱)                                       | غلاف کعبہ                 | " (۴۶۰۰)          |
| (۲)                                       | تنخواہ ہمایاں محل         | " (۱۲۵۸)          |
| (۳)                                       | الونس فوج محافظ محل       | " (۱۲۷۹)          |
| (۴)                                       | لباس برائے عرب قلعہ نشین  | " (۹۹۴)           |
| (۵)                                       | تنخواہ اعراب حجاز         | " (۲۳۹۶)          |
| (۶)                                       | تنخواہ اشراف و امرا حرمین | " (۱۴۹۳)          |
| (۷)                                       | تنخواہ اہالی حرمین        | " (۳۲۶۶)          |
| (۸)                                       | تنخواہ قاضی مکہ           | " (۴۵۵)           |
| (۹)                                       | مصارف غلہ خیرات حرمین     | " (۲۲۵۰۰)         |
| (۱۰)                                      | مصارف کرایہ ریل           | " (۷۰۰)           |
| (۱۱)                                      | کرایہ جہاز                | " (۳۰۰)           |
| (۱۲)                                      | کرایہ شتر                 | " (۲۲۸۰)          |
| (۱۳)                                      | تاری برقی مرمت خیمام      | " (۲۲۰)           |
| (۱۴)                                      | متفرق                     | " (۲۶۵)           |
| مہینہ ان محل (۲۲۰۰۳) (۵۵۶۲) گنی یعنی چھٹا |                           |                   |

سارے چھ لاکھ روپیہ کلدار رحلتہ الحجاز یہ ہیں ان مصارف کی مقدار سات لاکھ روپیہ لکھی ہے۔  
 ان اعداد سے ظاہر ہے کہ سلطنت مصر غلاف کعبہ و محل کی روائجی ہیں چھ سات لاکھ روپیہ سالانہ  
 خرچ کیا کرتی تھی۔ یہ لحاظ رہے کہ مصری گنی کانر خ بھی لکھنا بڑھتا رہتا ہے۔ اس زمانہ میں مصری  
 گنی کانر خ (مدعیہ) کلدار رہے ہم نے (۱۵۵۵) کے حساب سے تخمینہ لگایا ہے۔ گنی کے ساتھ  
 ایک مسی سکے ملیم اور بھی مصر میں رائج ہے جو ہمارے آدھ آنہ کی برابر ہے۔ محل کی فوج کا بہتہ کمانڈ  
 کے ذریعہ سے تقسیم ہوا کرتا تھا اور فوج کی تنخواہ کا خرچ موازنہ فوج میں پڑتا تھا وہ اس میں شامل  
 ہے۔ باقی تمام اخراجات امیر الحاج کے حکم سے ہوتے تھے اور ان کا حساب کتاب امین الصرہ  
 متعلق تھا جس کی ماتحتی میں کاتب و صراف رہا کرتے تھے۔ مذکورہ بالامدات میں سے صرف  
 غلاف کعبہ اور محل کے اخراجات ہمارے مضموع میں داخل ہیں۔ مصارف غلاف کی تفصیل ہم باب  
 اول میں درج کر چکے ہیں۔ یہاں محل کے ملازمین کی تنخواہ وغیرہ کی تفصیل لکھی جاتی ہے۔

| نشان سلسلہ | تفصیل مدات                     | گنی   | ملیم  |
|------------|--------------------------------|-------|-------|
| (۱)        | الونس امیر الحاج بابتہ تین ماہ | (۴۰۰) | .     |
| (۲)        | " امین الصرہ                   | (۲۰۰) | .     |
| (۳)        | لباس خطیب مسجد نبوی            | (۵)   | (۶۵۰) |
| (۴)        | الونس کاتب سامان               | (۸)   | (۱۲۰) |
| (۵)        | لباس "                         | (۹)   | (۱۸۰) |
| (۶)        | الونس ڈاکٹر                    | (۲۲)  | (۵۰۰) |
| (۷)        | لباس کاتب صرہ                  | (۲۲)  | (۵۰۰) |
| (۸)        | الونس طبیب                     | (۹)   | .     |
| (۹)        | " کپیوڈر                       | (۸)   | .     |
| (۱۰)       | " علم بردار محل                | (۶)   | .     |
| (۱۱)       | " حامل علم صغیر                | (۲)   | (۲۵۰) |
| (۱۲)       | مبلغ عرفات کی سالانہ تنخواہ    | (۱۸)  | .     |



|       |                                            |      |
|-------|--------------------------------------------|------|
| (۹)   | ملازمین مبلغ کی سالانہ تنخواہ              | (۱۳) |
| (۱۵)  | ابی القسط کی سالانہ تنخواہ                 | (۱۴) |
| (۱۵)  | شیخ الحبل کی سالانہ تنخواہ                 | (۱۵) |
| (۲۵۰) | مشعلیمون کی تنخواہ                         | (۱۶) |
| (۵۰۰) | سقون کی تنخواہ                             | (۱۷) |
| (۱۸)  | فرشونجی تنخواہ (۸ نفر)                     | (۱۸) |
| (۸)   | بھتہ                                       | (۱۹) |
| (۱۸)  | تنخواہ محاطی سالانہ                        | (۲۰) |
| (۱۵)  | اونٹ کی نکیل پکڑنے والے کا حق              | (۲۱) |
| (۲۱)  | انعام توپچی                                | (۲۲) |
| (۲)   | دو سالہ برائے توپچی                        | (۲۳) |
| (۳)   | الونس سائیس                                | (۲۴) |
| (۴)   | بلوس کسوتہ کے دن شیخ سنباطی کا حق دعا گوئی | (۲۵) |
| (۴)   | محفل کے اونٹ کی نکیل پکڑنے والے کی تنخواہ  | (۲۶) |
| (۱)   | بھتہ اور شال                               | (۲۷) |
| (۲)   | الونس                                      | (۲۸) |
| (۲)   | قافلے کے پیچھے چلنے والے کا الونس          | (۲۹) |
| (۳)   | واغظ و امام کا الونس                       | (۳۰) |
| (۹)   | امیر الحاج کے مشعلیمون کی تنخواہ           | (۳۱) |
| (۱۳)  | سقونجی تنخواہ                              | (۳۲) |
| (۳)   | خدمت گاران                                 | (۳۳) |
| (۲)   | فرشان                                      | (۳۴) |

(۱۲۵۸) گنی (۱۶۰) ملیم تھینا (۱۸۶۱۲) روپیے۔

مذیران کل

## (۳) محل کے اونٹ کا فدیہ

جس اونٹ پر محل رکھا جاتا تھا اسے شتر مرغ کے بیرون سے اچھی طرح سجاتے تھے اسکی جھول بہت بیش قیمت ہوتی تھی جو اس کی گردن اور مہری پر بھی آجاتی تھی اس میں پھندلے اور جہالین بہت طرف لٹکتی رہتی تھیں۔ اس کی نکیل بھی ریشمی ہوا کرتی تھی اس کے گھٹنوں پر بھی اس کے فولبورت مٹھے باندھے جاتے تھے۔ اس اونٹ کی مدد کے لئے تین اونٹ اور بھی رکھا کرتے تھے جو اس کے تھکنے یا بیمار ہو جانے کی صورت میں کام دیتے تھے جس اونٹ پر محل رکھا جاتا تھا اس سے پھر عمر بھر کوئی اور کام نہیں لیتے تھے۔

محل کے ٹھکانے میں کل بیس اونٹ تھے اور قصیدہ بولاق باب شیخ سعید کے متصل ان کا شتر خانہ تھا۔ حج کو روانہ ہونے سے قبل سلطنت مصر کی جانب سے ان اونٹوں پر سے ایک اونٹ قربان کیا جاتا تھا جس کی کیفیت یہ تھی کہ جلوس محل نکلنے سے پہلے اس اونٹ پر شیخ الجبل کو بٹھا کر شہر چھوڑ گشت کراتے تھے اور باب شیخ سعید کے پاس پہنچ کر اس اونٹ کو ذبح کر دیتے تھے۔ اس کا گوشت چار حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ ایک حصہ محلی کا۔ ایک شتر بان کا۔ ایک شیخ محل کا اور ایک حصہ شیخ بولس کی درگاہ کے مجاوروں کا ہوتا تھا۔ یہ گوشت در و سر کے لئے اور اس کی چربی ہوا سیر کے لئے مفید خیال کی جاتی تھی جس وقت ذبح کرنے کے لئے اونٹ کو زمین پر لٹاتے تھے تو ذبح کرنے سے پہلے ہی چھری چاقوؤں سے لوگ اس کی تباہی کر ڈالتے تھے اور جو جس کے ہاتھ آتا تھا جھپٹ لے جاتا تھا۔ اکثر اوقات اس چھینا جھپٹی میں خون خرابے ہو جایا کرتے تھے۔ اس لئے خدیو عباس علی پاشا نے اس رسم کو موقوف کر دیا مگر اونٹ کی قیمت مذکورہ بالا استحقاق کو

دیدیں جابا کرتی تھی۔

# چوتھی فصل

## روانگی محل کا جلوس قیام نہیں

سلطان ایوبیہ مصر کے زمانے سے محل کے جلوس کا دستور ہمارے زمانے تک چلا آ رہا تھا اور سفر حجاز سے قبل دو مرتبہ محل کا جلوس نکالا جاتا تھا۔ اگلے زمانے میں جب خشکی کے رستے سے مصری حاجی روانہ ہوتے تھے تو پہلا جلوس شوال کے پہلے ہفتے میں اور دوسرا جلوس شوال کے آخر ہفتے میں نکلا کرتا تھا۔ پہلا جلوس اصل میں خلافت کعبہ کا جلوس ہوتا تھا اور محل اس کے ساتھ جلوس کی رونق بڑھانے کے لئے گر دیا جاتا تھا۔ دوسرا جلوس خاص محل کا جلوس کہلاتا تھا۔

## (الف) جلوس محل کی ایجاد

جلوس کی ابتدا سنہ ۶۹۳ء سے سنہ ۹۰۹ء تک تین مرتبہ بادشاہ مصر رہا۔ سنہ ۸۳۸ء میں ملک الظاہر ابو سعید سیف الدین علی حقیقی نے محل کا گشت موقوف کر دیا۔ اہل مصر کو برا معلوم ہوا۔ دس برس تک جلوس بند رہا پھر جب سنہ ۸۵۸ء میں ملک الاشرف ابو نصر آئینا نے دوبارہ جاری کیا۔ اس کے بعد سلطان قاید بے نے جس کی حکومت سنہ ۸۸۳ء سے سنہ ۹۰۱ء تک رہی پھر موقوف کر دیا۔ مگر اس کے لڑکے ملک الناصر محمد نے سنہ ۹۰۱ء میں اسے پھر جاری کر دیا چونکہ جلوس محل کے ساتھ بہت سی مضحکہ خیز حرکتیں بھی ہو کرتی تھیں مثلاً لمبے چوڑے آدمی سحر اپن کرتے ہوئے اور درویش اپنی کراوات کا اظہار کر کے لئے سانپوں کو کچا چباتے ہوئے نکلا کرتے تھے اس وجہ سے مذکورہ بالا سلاطین



جن میں سلطان قابچہ بہت ہی تشریف تھا۔ محل کے جلوس کو ایک خلافت شرع کا نمونہ جسکو موقوف کر دیا تھا۔ اس کے بعد سے خلوک سلاطین اور سلاطین عثمانیہ کے زمانے سے چند سال قبل تک ہمیشہ یہ جلوس نکلتا رہا۔

## (ب) محل کے ایک قدیم جلوس کا منظر

اس جگہ ہم ولیم لسن صاحب کی کتاب موثرن ایجپٹینز (موجودہ مصری) سے سوائس کے جلوس محل کا سامان دکھاتے ہیں۔ یہ زمانہ سلطان محمود خاں ثانی کا تھا جو ۱۲۵۵ھ سے ۱۲۵۹ھ تک سلطان مصر رہا۔

سوال ہے آخری ہفتے میں اگرچہ کوئی خاص تاریخ مقرر نہیں ہے لیکن موما ۱۲۵۵ء کو بڑے بڑے عہدہ دار اور مہاجروں کے قافلے کے ساتھ جانے والی توج قلعہ قاہرہ سے شہر میں جو محل کے ساتھ بڑی دھوم دھام سے اترتی ہے۔ اس جلوس کا نام محل کا جلوس ہے مختلف لوگ جو اس جلوس کے ساتھ رہتے ہیں ان میں سے اکثر مصری قافلے کے ہمراہ گئے جانے کے لئے قلعہ کے نیچے میدان میں جمع ہو جاتے ہیں اور وہاں مقدورہ نسل بندی اور ترتیب کے ساتھ قافلے میں اپنی جگہ اختیار کر لیتے ہیں۔ اب اس جلوس کی کیفیت ملاحظہ ہو جن جن مرکزوں پر جو کہ یہ جلوس نکلا وہ تاشائیون سے بھرپور تھیں۔ دکانیں سب بند تھیں۔ بہت سے آدمی دکانوں کے چوگردن پر بیٹھے تھے اور بہت سے نیچے کھڑے تھے۔ ان کے خاص مرکز پر جہاں سے محل باب النصر کو جانے والا تھا ایک دکان پر ابھی جگہ مائل کر لی۔ نو بجے صبح کے جلوس نکلتا شروع ہوا۔ سب سے پہلے ایک توپ نکلی راستے میں اسے داغ کر قافلے کے کوچ و مقام کی اطلاع دیتے ہیں اس کے بعد ترکی بینقا علیہ فوج کے پانسو جوان نکلے ان کی وردی بہت خراب تھی اور قید کیلے سے معلوم ہو رہے تھے۔ آدھ گھنٹے بعد چند سائڈنی سوار آئے۔ ہراؤنٹ پر نقارے کی جوڑی بندی ہوئی تھی اور سوار اسے بجا رہے تھے۔ بعض اونٹوں پر اونچی اونچی گدیاں بھی بندھی ہوئی تھیں مگر ان پر کوئی بیٹھنا نہ تھا۔ یہ اونٹ صہدی سے رنگے ہوئے تھے اور بعض کے زینوں پر کچھو رکی ہری ہری شامیں جنہڈیوں کی طرح

لگادی گئی تھیں۔ اسی طرح بعض پرچہ پڑھی چھوٹی جھنڈیاں بھی لگی ہوئی تھیں۔ بعض اونٹوں کے دائیں بائیں بڑی بڑی گھنڈیاں لٹک رہی تھیں بعض پر مشکیڑے بندھے ہوئے تھے۔ ایک اونٹ پر چوکھوٹا صندوقچہ تھا جس پر سرخ غلاف چڑھا تھا اس میں حج کے اخراجات کے لئے سرکاری خزانہ رکھا تھا۔ اس کے بعد امیرالحاج کا سامان و اسباب اونٹوں پر آیا۔ تھوڑی دیر بعد کچھ درویش آئے جو ادھر ادھر اپنا سر ہلا کر اللہ، اللہ، پکار رہے تھے۔ ان کے ساتھ بہت سے ساربان۔ بہشتی خاکروب اور دوسرے خدتی نکلے جو عرفات یا اللہ اللہ باللہ باللہ کے نعرے لگا رہے تھے یعنی اللہ ہم کو خیریت سے عرفات پہنچا دے۔ پھر چند اونٹ آئے جن پر کھجورون کی شاخیں تھیں اور بعض پر بڑی بڑی گھنڈیاں۔ ان کے پیچھے امیرالحاج کا تخت سدا ان نکلا۔ اس کے اونٹ خوب سمجھ ہوئے تھے۔ پھر کچھ عرب اور دلیل الحاج یعنی رہنمائے قافلہ آئے اور کچھ اونٹ اور درویش نکلے ان کے بعد شاہی خاندان کے کوئی پچاس آدمی نہایت رزق برقی لباس پہنے آئے۔ ان کے پیچھے چند بدارچاندی کی موہڑے کی لکڑیاں اور بندوقین لئے ہوئے نکلے۔ پھر شاہی خاندان کے کچھ اور لوگ۔ ان کے پیچھے مختلف دختر و ن کے عہدہ دار کچھ اب کے کوٹ پہنے آئے۔ ان کے بعد دو تلوار سے نکلے۔ یہہ کرتک برہنہ تھے ان کے پاس ڈھل تلوار تھی۔ یہہ جا بجا ٹھرتے جاتے تھے اور صفائی کے ساتھ نکال کر تماشا یوں سے الخام مانگتے تھے۔ ان کے پیچھے ایک ٹکڑی درویشوں ساربان اور دوسرے لوگوں کی اللہ۔ عرفات اللہ باللہ باللہ کہتی ہوئی نکلی۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ ڈھول اور بانسریوں کی آواز سنائی دی اور فوج باقاعدہ کا ایک بڑا دستہ نکلا۔ انکے پیچھے والی شہر یعنی ناظم کوٹوالی آیا جس کی اردلی میں کئی افسر تھے پھر امیرالحاج کے ملازم اور ان کے بعد خود امیرالحاج آیا۔ پھر کاتب۔ مغربی سواروں کا رسالہ اور تین مبلغ آئے۔ یہہ لوگ خطیب عرفات کے خطبے کے بعض نقطوں کو دہراتے ہیں۔ یہہ سفید عبائیں پہنے ہوئے تھے جن پر طلائی کام تھا ان کے پیچھے طریقہ اہل سنت و الجماعت کے چاروں فرقوں کے امام گھوڑوں پر

ساتھ تخت روان ایک پانکی نما سواری ہوتی ہے جو دو اونٹوں پر باندھ دی جاتی ہے۔ ایک اونٹ آگے رہتا ہے۔ ایک پیچھے۔ ریگستان کے سفر میں سب سے زیادہ آرام اسی سواری میں ملتا ہے۔

سوائے اس کے دیگر مختلف طریقے کے درمیشوں کے کسی گروہ ہاتھوں کی تہذیب کے لئے نکلے۔ قادریہ طریق کے درویش اپنے ہاتھوں میں بال بھی لئے ہوئے تھے اور ان کے پاس لمبی لمبی کجور کی شاخیں گویا پگلی پکڑنے کی جھڑیاں تھیں۔ ہر گروہ کے آگے آگے نقارے اور دوسری قسم کے باجے بجاتے تھے۔ ان کے بعد مختلف پیشہ ور لوگ آئے۔ ہر طبقے کا شیخ ان کے ساتھ تھا۔ پھر کچھ اونٹ اور نکلے پھر محل آیا۔ اب چاروں طرف سے تماشا کی محل کی طرف چھپٹے۔ آدھی پر آدمی ٹوٹا پڑتا تھا۔ ہر شخص دھڑکا پیلی کر کے یہ پتا ہوتا تھا کہ محل کو اپنے ہاتھوں سے پہنچا کر ہاتھوں کو چومے بہت سی عورتوں نے جو جہاں لی دار کھڑکیوں میں بیٹھی تھیں محل سے چھو ہانکے کے لئے اپنی شاہیں برقعے اور دھڑپٹے کھڑکیوں میں سے لٹکا دیئے تھے۔ محل کے پیچھے وہ نصف برہنہ شیخ جس کا ذکر ملبوس غلاف نے سنسن میں کیا جا چکا ہے ایک انٹ پر بیٹھا سر ہلار ہا تھا۔

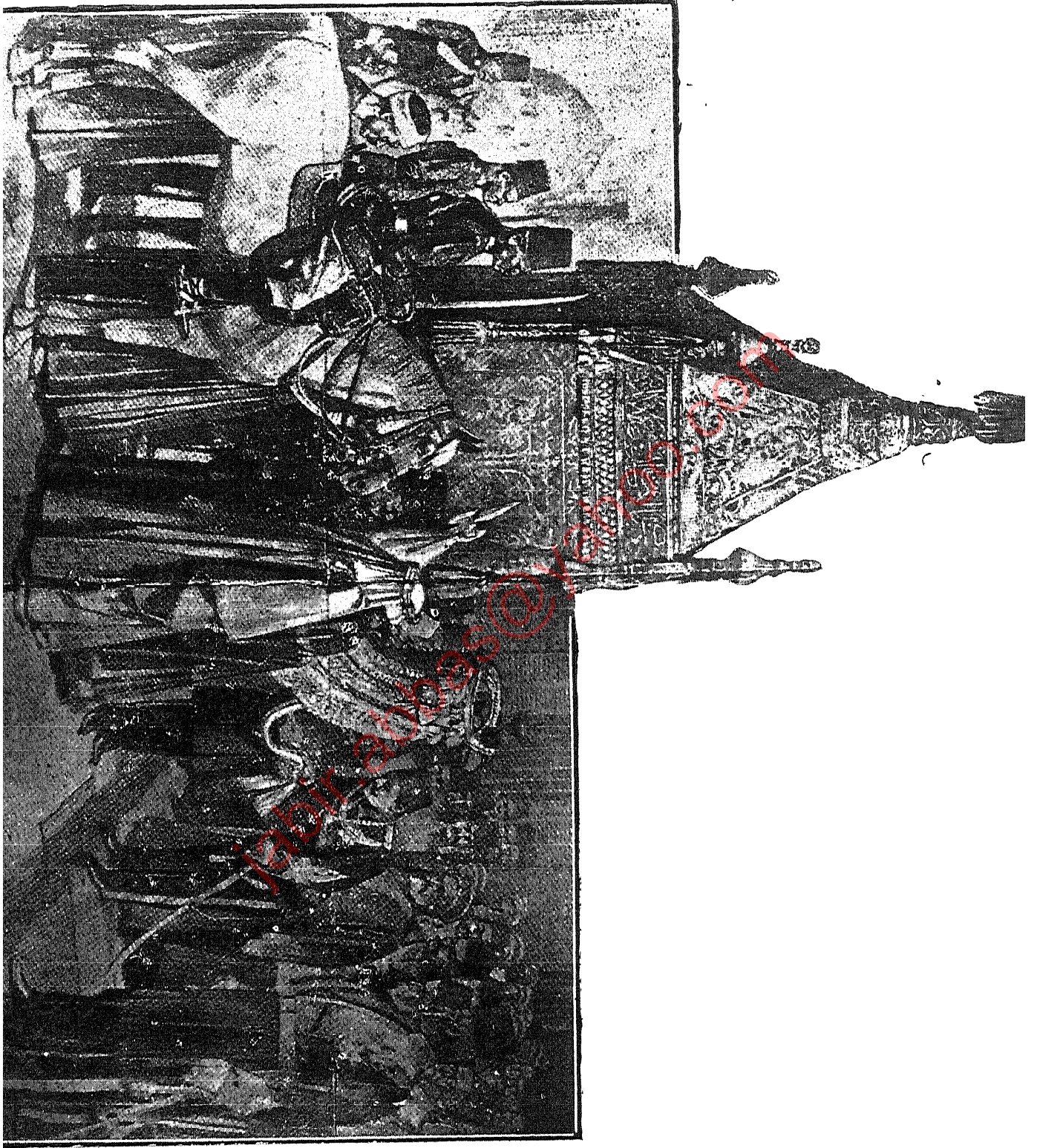
## (ج) زمانہ حال کا جلوس محل

زمانہ قدیم میں جلوس محل کی تاریخ سوال کے آخر میں مقرر کی جاتی تھی لیکن ہمارے زمانے میں چونکہ قاہرہ سے سوئز تک ریل بن گئی ہے اس وجہ سے عموماً وسط ذیقعدہ میں یہ جلوس نکلتا تھا۔ اس جلوس میں بھی وہی مراسم ادا کئے جاتے تھے جو غلاف کعبہ کے جلوس میں ادا ہوتے تھے جن کی تفصیل پیشتر لکھی جا چکی ہے۔ اس جلسہ کی سبب محل کو کارخانہ تیاری غلاف کعبہ (مصنع الكسوة) واقع محلہ خرنفش سے میدان صلاح الدین میں لے جاتے تھے مگر سابقہ رتے سے نہیں بلکہ سوق السلاح ہو کر جاتے تھے۔ یہاں میں جلسہ ہوتا تھا جہم کارخانہ محل کے اونٹ کی نکیل امیر الحاج کے سپرد کرتے تھے اور یہاں سے یہ مجمع مع ابالیان پولیس و فوج و مشائخین عباسیہ ایشین تک جاتا تھا۔ یہاں قافلہ محل کے لئے خیمہ نصب کئے جاتے تھے اس میں قافلہ اتر کر قیام کرتا تھا محل وسط صحن میں کھڑا کر دیا جاتا تھا۔ لوگ یہاں اس کی زیارت کرتے تھے۔

## (د) ۱۳۱۵ء میں جلوس محل کا نظارہ

اس خیال سے کہ جلوس کے بعض مصری عہدہ داروں کے مراتب و نام ناظرین کو معلوم





محمل کی روانگی کا جلوس قاہرہ میں

ہو سکیں۔ ۱۳۱۵ء کے جلوس محل کی کیفیت ہم اُس زمانے کے بعض اخبارات و رسائل سے ترجمہ کر کے بیان لکھتے ہیں۔

۲۲ شوال ۱۳۱۵ء روز و شب کو محل کی روانگی ہوئی چند روز پہلے سرکاری طور پر اس کا اعلان کر دیا گیا تھا اور ضروری انتظامات کے لئے احکام جاری کر دیے گئے تھے۔ تمام سرکاری دفاتر و مدارس میں تعطیل تھی۔ مغرین عہدہ دار اور علماء و روسا وغیرہ کی ماضی کے لئے ٹکٹ بھج دیے گئے تھے۔ صبح سے شہر کے تمام لوگ میدان محمد علی کے اطراف جہاں سے محل روانہ ہوتا ہے جمع ہونے لگے۔ دعوتی اشخاص یونیفارم پہنے اور تنے گاڑے آنے لگے۔ دس بجے سے پہلے تقدس مآب قاضی اکبر اور نیر ہائی س احمد مختار پاشا ترکی سفیر آئے۔ دس بجے کے بعد نیر ہائی س خدیو عباس علی پاشا غلہ دہس میں پورے جلوس کے ساتھ چوکلا سٹیشن رونق افروز ہوئے۔ ان کے ساتھ گلی میں وزیر تعمیرات عامہ وزیر مال اور وزیر خارجہ بھی تھے۔ آپ کی رونق افروزی پر توپیں سر ہوئیں اور مینیڈر نے خدیوی گریٹ بجا نا شروع کیا۔ گارڈ آف آنر نے سلامی اتاری۔

پھر مال میں تشریف لائے۔ آپ کی سیدھی طرف قاضی اکبر اور دوسرے علماء و مشائخ کی نشست تھی۔ اور بائیں جانب احمد مختار پاشا اور دوسرے وزراء تھے کچھ دیر بعد محل کا جلوس نکلا۔ توپیں سر ہونے لگیں اور بینڈ بجنے لگا۔ ادلت جس پر محل تھا محمد علی پاشا کے محل کے گرد تین مرتبہ گشت کرنے کے بعد ٹھہر گیا گشت کرنے کی غرض یہ تھی کہ حاضرین اسے اچھی طرح دیکھ لیں۔ خدیو محل کے اونٹ کے پاس گئے اور اس کی مہار کو بوسہ دیا۔ پھر علمائے کبار و وزراء نے اس کو بوسہ دیا۔ پھر خدیو نے اس کو باقر پاشا کے حوالے کیا۔ جو اس سال امیر الحاج مقرر ہوئے تھے جب اونٹ آگے بڑھا تو مددگار ناظم کو توالی نے روپیے بچھا کر کئے جو فقرائے لوٹ لئے۔ اس کے بعد مقام ابراہیم کا غلاف اور دوسری چیزیں آگے بڑھیں۔ پھر عبداللہ فائق بک جن کے ذمہ غلاف کعبہ کی تیاری کا کام ہے۔ حریر کی زرین تھیلی جس میں خانہ کعبہ کی کنجی رکھی جاتی ہے لیکر آئے۔ خدیو نے اس کو بوسہ دیا۔ ایک بزرگ عالم نے فضائل حج کا خطبہ پڑھا اور سلامتی دولت کی دعا مانگی۔ ان تبرکات کی روانگی کے بعد ایک رسالہ کا مینیڈر۔ ایک رسالہ۔ ایک توپ خانہ اور چند پلٹون کا جلوس آگے بڑھا۔ خانہ پر خدیو بہ مراسم مذکورہ واپس ہوئے۔ اور اس کے بعد دوسرے لوگ بھی رخصت ہو گئے۔



# پانچویں فصل

## محفل کا سفر

### (الف) قاہرہ سے سوئٹز ٹاک

چونکہ قاہرہ سے خلافت کعبہ اور محفل مصری کی روانگی ایک ساتھ ہوا کرتی تھی اس لئے باب اول کی نویں فصل میں جو ہم نے خلافت کعبہ کے سفر کی کیفیت و تحریر کی ہے وہ سفر محفل سے بھی متعلق ہو سکتی ہے البتہ بعض باتیں جو وہاں قلم انداز کر دی گئی ہیں جملہ ایہاں لکھی جاتی ہیں۔

زمانہ قدیم میں محفل قاہرہ سے پلکمر براہ خشکی سوئٹز پہنچا کرتا تھا۔ چودھویں صدی ہجری کے اوائل تک اونٹوں پر ہی یہ رستہ طے ہوتا رہا۔ اس کے بعد جب سے قاہرہ و سوئٹز کے درمیان ریل تیار ہو گئی تو محفل ریل میں آئے لگا۔ چونکہ محفل و ہمسایان محفل و خلافت کعبہ کے متعدد صندوق اور اہل قافلہ کا سامان و اسباب کافی مقدار میں ہوا کرتا تھا اس وجہ سے ایک اسپیشل ٹرین ان کے لئے مقرر کی جاتی تھی۔ ۱۳۱۸ھ میں جس اسپیشل ٹرین کے ذریعہ سے محفل نے یہ سفر طے کیا تھا اس میں (۵۳) ڈبے لگائے گئے تھے جن میں سے (۸) بند گاڑیاں (۳) کھلی ہوئی اور (۵) سایہ دار سامان کے لئے تھیں۔ (۹) گاڑیوں میں اونٹ، گھوڑے وغیرہ تھے۔ باقی درجہ اول کے (۲) درجہ دوم کے (۲) اور درجہ سوم کے (۸) ڈبے تھے۔ عہدہ داران محفل اور فوج محافظ محفل سب کی تعداد چار سو پانسو تھی۔

روانگی سے قبل رات کو سامان ریل پر چڑھا دیا گیا تھا اور ہر شخص کی جگہ مقرر کی گئی تھی۔ عہدہ داران و ایشین واقع قاہرہ سے گاڑی روانہ ہو کر چھ سات گھنٹے میں سوئٹز پہنچتی تھی۔ راستے میں سات، آٹھ، ایشین پڑتے تھے جن کے نام خلافت کعبہ کے سفر کے ضمن میں بیان کئے جا چکے



ہیں۔ سر اسٹیشن پر وہاں کے رہنے والے۔ مشائخ طریقت طلبہ۔ لڑکے۔ لڑکیاں۔ عورت۔ مرد۔ محل کی زیارت کے انتظار میں پہلے سے کھڑے رہ کر تے تھے۔ محل کے سونے پہونچنے پر قلعہ سونے (۲۱) توپوں کی سلامتی کی جھوڑی جاتی تھیں۔ باجا خدیو کی سلامتی کا راگ گاتا تھا۔ حاضرین خوشی کا لغزہ لگاتے تھے۔ فوج مقیم سونے کے عہدہ دار امیر حاج اور امین صرہ کو مبارک باد دیتے تھے۔ محفل منعقد ہوتی تھی۔ محل بڑے جلوس کے ساتھ شہر میں گشت کرتا تھا۔ جلسہ برخواست ہونے پر (۲۱) ضرب توپ کی سلامی دی جاتی تھی اس کے بعد محل جہاز پر جدے کی جانب روانہ ہو جاتا تھا۔

### (ب) جدے میں محل کا ورود۔

سونے سے چار پانچ دن میں جہاز جدے پہونچ جاتا تھا۔ یہاں بھی محل کی تعلیم میں (۲۱) توپوں کی سلامی اتاری جاتی تھی۔ بینڈ باجا تین مرتبہ سلطان بڑ کی کی سلامتی کا گیت گاتا تھا اور دعا کی جاتی۔ پھر خدیو کی سلامتی کا گیت بجایا جاتا تھا اور دعا کی جاتی تھی۔ چار دن جدے میں قیام رہتا تھا شہر میں محل کا جلوس نکالا جاتا تھا جس کے ساتھ تمام سلطانی فوج مقیم جدہ نکلا کرتی تھی سہ محل کی آمد پر جدے میں بڑی دھوم سے جشن منایا جاتا تھا۔ دعائے دولت پر جلسہ ختم ہوتا تھا۔ اور رخصت کے وقت جدے کے قلعہ سے سلامی کی (۲۱) توپیں بھجرتی تھیں۔

### (ج) محل مصری کے میں۔

مکہ میں محل روغلات کعبہ عموماً آخر ذیقعدہ یا یکم ذیحجہ تک داخل ہو جاتا تھا۔ سلطان عبدالعزیز خا کے تعمیر کردہ مسافر خانے کے پاس مملوٹ محل کے ہمراہیوں کا استقبال کیا کرتے تھے۔ مقام مقربہ کے پاس شریف و والی مکہ کے نائب اُن سے ملاقات کرتے تھے۔ محل کے ورود کے وقت مکہ میں بڑی خوشی منائی جاتی تھی اور اس کے پہونچنے پر روق اور گھما گھمی بہت بڑھ جاتی تھی۔ تمام باشندگان مکہ اور حاجی اس کے دیکھنے کے لئے جایا کرتے تھے۔ سلطانی فوج مقیم مکہ بہایت ادب کے ساتھ اس کی سلامی اتار کر اپنے ہمراہ اس کو شہر کے اندر لے جاتی تھی۔ امیر الحاج کی تعلیم میں (۲۱) توپوں کی سلامی کی جاتی تھی۔

سہ سالہ میں اس فوج کی تعداد چار سو باقاعدہ اور دوسو بیقاعدہ تھی۔

مصری وترکی سوار اور پیدل فوج اس کے جلو میں چلتی تھی اور میتھو اے وگلش آواز میں سلطانی ترانہ بجاتے ہوئے محل کو بیت اللہ تک پہنچاتے تھے۔ یہاں سے فوج بارکوں کو چلی باقی تھی اور محل کا زرین غلاف اتار کر اس کا معمولی غلاف اڑھا دیا جاتا تھا۔ اس کے بعد محل کو حرم میں رکھ دیتے تھے۔ ڈاکٹر نور حسین صاحب صاحب نے اپنے سفر نامہ رفیق الحجاج میں اس سلسلے کا بیان ان الفاظ میں دکھایا ہے۔

محل مصری کی سب سے بڑی ہوتی تھی۔ سب سے اول خانی وردی میں۔ میں خود بھی افسر تھے جن کے ساتھ ہر منہ تلوار دان کے جوان تھے۔ بعد چھ کا تو بقاء۔ اس لئے یہ ایک انتہائی نصیب چل رہا تھا۔ اس کے دونوں جانب ایک۔ بیٹالین کے جوان سپاہی مارٹن ہنری سے سلاح ناک کی وردی میں برابر قدم اٹھا رہے تھے۔ مصری فوج کی وردی مضبوط چست اور صاف تھی۔ ان کے ہتھیار پر تلا کرچ بوٹ سب درست تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گریڈ پر مین افواج سے ہیں۔ صرف ترکی ٹوپی کا فرق تھا۔ بعد ازاں ایک اونٹ پر مٹلا اور زرین کپڑے سے متورمل نکلا۔ جس کے پیچھے ایک اونٹ پر ایک مصری بزرگ سلطانی حلیوی جھنڈا سنبھالے تھا۔ محل کے آگے باجایا رہا تھا۔ اس وقت کا منظر و کیفیت دل خوش کن اور رفت و غیر تھی۔ شہر میں محل کے داخل ہونے کی خبر پڑی سے اللہ اکبر سبحان اللہ اور دعائیہ کلمات کی زور سے پکار ہوئی شریف کے مکان کے سامنے فوج نے محل کی سلامی اتاری۔ بازار میں ہزار ہا مخلوق عورت۔ مرد۔ بچے۔ بڑے دونوں طرف موجود تھے۔ سیکڑوں پر دلنشین عورتیں برقع پوش کھڑی تھیں۔ عجب رونق سے محل گذر رہا تھا۔ باب الہبی کے سامنے محل بڑی کدو سے اتارا گیا اور اس کا زرین لباس اتار کر خالی محل حرم شریف میں رکھ دیا گیا۔

محل کی ہر اہی فوج محلہ بردل کے پاس میدان شیخ محمود میں ڈیرے ڈالتی تھی اس کے بعد ایک جگہ میں علماء و اعیان مکہ کی شہادت لیکر غلاف کعبہ کلید بردار کعبہ کے حوالے کر دیا جاتا تھا۔ آٹھویں نوین فریج کی شام تک ان کے مکان میں رکھا رہتا تھا۔ پھر کعبے پر ڈال دیا جاتا تھا جس کی تفصیل پیشتر کی جا چکی ہے۔

مصر سے روانگی کے بعد سے محل و غلاف مکے پہنچنے تک دونوں لازم و ملزوم رہا کرتے تھے۔ اس کے بعد محل کے مصر واپس ہونے تک غلاف کعبہ کا محل سے کوئی تعلق باقی نہیں رہتا تھا۔ جب تک

اہل مصر کے میں مقیم رہتے تھے محل کو باب النبی اور باب السلام کے درمیان حرم کے دالان میں رکھ دیا کرتے تھے۔ عوام یہاں اس کی زیارت کیا کرتے تھے جس وقت سرکاری طور پر اس کا جلوس نکلتا تھا یا جب اس کو منے و عرفات لے جاتے تھے اُس وقت یہاں سے اٹھا کر لے جاتے تھے۔

## (۵) منیٰ اور عرفات میں محل۔

آٹھویں ذیحجہ کو جب حاجی کے سے عرفات کی طرف روانہ ہوتے تھے تو محل بھی ترک و اعتشام کے ساتھ روانہ ہوتا تھا اور ذیحجہ کو عرفات میں اور ۱۰ اور ۱۱ اور ۱۲ ذیحجہ کو منیٰ میں اپنی مقررہ جگہ پر بعد اپنی ہمارا ہی فوج کے خیمے ڈالتا تھا۔ میدان عرفات میں محل مصری کی جگہ وادی کے وسط میں تھی۔ نوین ذیحجہ کو قبل مغرب خطبہ عرفات ختم ہونے کے بعد ایک بہاگر مچتی ہے اور ہر شخص قدم اٹھائے مزدلفہ کا رخ کرتا ہے۔ اس وقت محل مصری و محل شامی بھی اپنی فوجی ترتیب کے ساتھ روانہ ہو کر تے تھے۔ اور مزدلفہ میں رات گزار کر دسویں کی صبح کو منیٰ پہنچ جاتے تھے۔ اگلے زبانی میں ان محلوں کی جائے قیام اور ان کے آگے پیچھے رہنے پر بعض اوقات بڑے خون خرابے ہو جاتے تھے جن کا اثر قوی ہوتا تھا وہ اپنے محل کو آگے رکھ کر روانہ ہوتے تھے۔ آگے والا محل مصری سمجھا جاتا تھا اور پیچھے والا چھوٹی۔ برکھارٹ جو سال ۱۸۱۲ء میں شریک حج ہوا تھا کہتا ہے۔

”محل محمد علی پاشا یہاں موجود ہے۔ اس لئے محل شامی والے دہلی لپی بنے ہوئے ہیں اور محل مصری کے مقابلے پر نہیں آ رہے ہیں“

منیٰ مزدلفہ و عرفات میں دونوں محل ایک دوسرے کو ہر نماز کے وقت اکیس اکیس توپوں کی سلامی دیا کرتے تھے۔ اس طرح پانچون وقت کی نماز میں (۲۱۰) توپیں ملتی تھیں۔ اس کے علاوہ حسب شریف مکہ کی سواری نکلتی تھی یا کوئی افسر فوجی آتا تھا تو اس کے مرتبے کے لحاظ سے محل کی ہمارا ہی فوج علیحدہ توپیں چلاتی تھی۔ ایک صاحب کا جو اس زمانہ میں شریک حج ہوئے تھے بیاں ہے کہ۔

صبح سے شام تک توپیں ملتی ہی رہتی ہیں

سہ مزدلفہ مکہ مکملہ سے رات کو اس ہے عرفات سے واپسی میں نوین ذیحجہ کو رات یہاں گزارتے ہیں۔ صبح یہاں سے روانہ ہو کر منیٰ پہنچ جاتے ہیں۔



## (۵) مکے میں روانگی محل کا جلسہ

مکہ منظرہ سے مدینہ منورہ روانہ ہونے سے قبل سرکاری طور پر مکے میں ایک جلسہ ہوا کرتا تھا۔ محل کی فوج اور اس کے ہر اہی عہدہ دار ایک جلوس کی شکل میں اپنے قیام گاہ میدان شیخ محمود سے مسجد الحرام کی طرف جاتے تھے۔ بیت اللہ کے قریب پہنچ کر باب علی کے سامنے محل کا معمولی غلاف اتار کر اس پر زین غلاف ڈال دیا جاتا تھا۔ یہاں امیر محل شامی بھی موجود رہتا تھا۔ اولاً وہ اپنے محل کے اونٹ کی نکیل والی مکہ کو دیتا۔ والی مکہ محل کے ساتھ پانچ مرتبہ گشت لگا کر اونٹ کی نکیل امیر شامی کے حوالے کر دیتا اس کے بعد سلطان کی سلامتی کی دعا مانگی جاتی۔ بینڈ قومی ترانہ گاتا اور حاضرین تین مرتبہ غفرمائے مسرت بلند کرتے۔ اس کے بعد امیر محل بصری اپنے اونٹ کی مہار والی مکہ کو دیتا تھا وہ شہل سابق پانچ چکر لگا کر امیر محل مصری کو اونٹ کی نکیل واپس کر دیتا تھا۔ باجا سلامتی کا گیت گاتا اور ایک بزرگ جسے شیخ سنباطی کہتے تھے مذہب مصر و شریف مکہ کے لئے دعائیہ خطبہ پڑھتا اور محفل برخواست ہو کر دونوں محل اپنے قیام گاہوں کو واپس ہو جاتے تھے۔

## (۶) مکے سے مدینے

عموماً آخر ذی الحجہ تک محل مصری مکے سے مدینہ منورہ روانہ ہو جاتا تھا۔ مکے سے مدینے کو حسب چار رستے جاتے ہیں۔ موٹرین مکے سے سیدہ مدینے نہیں جاتیں بلکہ مکے سے جدے آکر چند گھنٹے میں رابع پہنچ جاتی ہیں اور یہاں سے بعض منزلوں کو چھوڑتی ہوئی طریق سلطانی یا کسی اور رستے سے مدینے داخل ہوتی ہیں:-

(۱) طریق غابر

(۲) طریق سلطانی

(۳) طریق فرعی

(۴) طریق شرقی

طریقہ غابر ایک سنگ درہ میں ہو کر ایک بلند چٹان پر سے گذرتا ہے۔ یہ سب سے زیادہ پاس کا رستہ ہے مگر عموماً قافلے اس رستے سے نہیں جاتے۔ اوپر سے جانا بڑے مضبوط آدمیوں کا کام ہے۔

لے غابر ہلاک ہونے والا۔ آٹنے جانے والا۔

چٹاں پر سے ایک ایک اونٹ گزرتا ہے۔ اس کے نیچے اس خننب کا غار ہے کہ اگر کوئی گر پڑے تو تحت الشریعے کو پہنچ جائے۔ عموماً اہل مدینہ تنگی وقت میں شرکت حج کے لئے ادھر ہی سے جاتے ہیں۔ چار پانچ دن میں یہ رستہ طے ہو جاتا ہے۔ ادھر سے محل مصری کبھی مدینے نہیں گیا۔ راہ میں مہولی تترلیں بھی ہیں۔

اب رہے باقی تین رستے۔ ان میں طریق سلطانی بہت اچھا سمجھا جاتا ہے۔ زمانہ سابق میں دوسرے رستوں کے مقابلے میں اس طرف لوٹ مار بھی بہت کم ہو کرتی تھی۔ سرکاری عہدہ دار اور فوج عموماً اسی رستے سے جاتی آتی تھی۔ سلطان ٹرکی نے اس رستے کو درست کرایا تھا اس وجہ سے اس کو طریق سلطانی یا درب سلطانی کہتے ہیں۔ محل مصری کبھی اس رستے سے اور کبھی کسی دوسری راہ سے مدینے جاتا تھا طریق سلطانی کی تترلیں حسب ذیل ہیں:-

(۱) وادی فاطمہ یہ مقام کے سے پانچ کون ہے۔ بڑی زرخیز وادی ہے۔ یہاں ترکاریاں۔ خربوزے۔ تربوز۔ نیبو۔ غلہ وغیرہ پیدا ہوتا ہے۔ میٹھا پانی بہ کثرت ہے۔ ایک چشمہ گنگنے پانی کا بھی یہاں پہاڑ سے نکلتا ہے۔ وادی فاطمہ کی مہندی بھی شہور ہے۔ بعض لوگ اس وادی کو سیدہ فاطمہ زہراؑ یا حضرت علیؑ کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے نام سے منسوب سمجھتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ یہ کوئی اور فاطمہ تھیں جن کے نام سے یہ مقام موسوم ہے۔

(۲) عسفان گھاٹیاں بھی بہت ہیں جہاں ایک ایک اونٹ گزرتا ہے۔ اس منزل پر ضروری سامان مل جاتا ہے۔

(۳) کئی گاؤں کے مجموعے کا نام غلیص ہے۔ یہاں کے سب سے بڑے بازار کو ”سوق“ غلیص کہتے ہیں۔ یہ منزل ایک کھلے میدان میں واقع ہے۔ اس کے آس پاس کچھ باغ ہیں یہاں ترکاریاں اور سامان خورد و نوش سب ملتا ہے۔

(۴) رابع ہوتا ہے۔ رابع میں ایک قلعہ بھی ہے جس میں تھوڑی سی فوج رہتی ہے۔ یہاں کا چائے خانہ بہت بڑا ہے جس میں بہ کثرت چار پانچیاں پڑی ہوئی ہیں۔ گوشت۔ مچھلی۔ ترکاریاں۔

بعض بیوسے اور شہر بہت وغیرہ چیزیں ملتی ہیں۔ رائج میں دن کو گرمی اور رات کو سردی پڑتی ہے  
 دن کے چھینے میں مدینہ جاتے وقت یہاں رات کو مجھے بڑا سونا کھل اوڑھنا پڑا تھا۔ اُس وقت مجھے  
 اپنا وہ شعر یاد آ رہا تھا۔

پاروں طرف ہے جنگل چھایا ہوا ہے بادل  
 اوڑھے پڑا ہے کھل کے کا اکٹ مسافر

(۱۵) مستورہ گھٹی اور بعض دوسری ضروریات یہاں مل جاتی ہیں جس وقت ہماری موٹر یہاں پہنچی  
 تھی ایک عرب لڑکا میڈر وقت کے لئے لایا تھا۔ گرمی کے دنوں میں یہ بڑی نعمت تھی۔ ایک ایک آنے  
 میں ایک ایک نیبو خرید کر چارے ساتھیوں نے شربت بنایا۔ مجھے کھانسی تھی۔ میں خرید نہ سکا  
 مگر اس بچے کو میں نے ایک چوٹی دی۔ وہ چار نیبو اٹھا کر مجھے دینے لگا۔ میں نے نیبو واپس کر دیئے  
 اور اس سے کہا یہ بخش ہے۔ وہ خوش ہو کر چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بچوں کو خوش رکھے۔

(۱۶) میرا اس منزل میں ایک بڑا کنواں ہے۔ تھوڑی جھونپڑیاں بدویوں کی ہیں۔ خور و  
 نوش کی بعض چیزیں مل جاتی ہیں۔ یہاں فاختہ بہ کثرت ہیں۔ مدینہ جاتے وقت  
 ہم نے ان کی کئی ٹکڑیاں یہاں دیکھی تھیں۔

(۱۷) یہ بھی بڑی منزل ہے۔ سامان خور و نوش مل جاتا ہے۔ ہم نے مدینہ سے واپسی  
 میں دو راتیں یہاں گزاری تھیں۔ ایک عرب یہاں نئی کھجوریں بیچ رہا تھا  
 اول اس نے آواز لگائی قرعہ جدید! قرعہ جدید! پھر کہنے لگا رطب الجدید! رطب الجدید! اس کے  
 بعد ہم کو متوجہ کر کے منہس ہٹے کہنے لگا کھجور الجدید! کھجور الجدید! یہ کھجوریں بڑے مزے کی تھیں۔ میں  
 ضرورت زائد کہا یا گیا۔ جس کی وجہ سے مجھے صفر ہو گیا۔ یہاں چارے ساتھیوں نے ٹین کے ایک  
 کونٹہ میں کھجوریں پکائی تھیں۔ پکانا آتا نہ تھا۔ ٹین کا برتن۔ چانول اناپ سناپ۔ آرنج زیادہ لگ  
 گئی اور بالشت بالشت پھر نیچے کا حصہ مل گیا اس ریگستان میں وہ بھی غنیمت تھی۔ زمانہ حج میں ہمیشہ  
 مجھے اس کی یاد آ جاتا کرتی ہے۔ اور میں کہا کرتا ہوں:-

میرے نظم کے کا اک ساتھ ہے اس کا اک شہر ہے:-



مزرہ کچھڑی بیرحصانی بہ موسم حج یاد می آید

(۸) الھمرا ترکاریاں - نیو - نازنگی - کھیرسے - تر بوز وغیرہ یہاں کی پیداوار ہیں۔ تہندی بھی اچھی ہوتی ہے۔

(۹) جدیدہ - لغت گو شاعر حضرت عبدالرحیم برعی کا یہاں مزار ہے۔ ان کے نقیہ قصیدے خوب میں بہت مشہور ہیں۔

(۱۰) بیرعباس - یہاں ایک بڑا کنواں ہے۔ پانی بہ کثرت ہے۔ ایک ٹوٹا پھوٹا قلعہ بھی ہے۔ ضروریات مل جاتی ہیں۔

(۱۱) بیردرویش - معمولی منزل ہے۔ پانی اچھا ہے۔ چائے خانہ ہے۔ کھانے پینے کی چیزیں مل جاتی ہیں۔ گرمی کے موسم میں تر بوز بھی آجاتے ہیں۔ کسی زمانے میں یہاں چور ڈاکوؤں کا بڑا خوف رہتا تھا۔ اب اکیلا مسافر چادر تاکر سوسکتا ہے۔

(۱۲) آبار علی - اس منزل کو بیر علی بھی کہتے ہیں۔ بیر کی جمع آبار ہے۔ یہاں کئی کنوے میٹھے پانی کے ہیں۔ ترکاریاں وغیرہ بھی ہوتی ہیں۔ مدینہ یہاں سے تین منزل رہ جاتا ہے اور روضہ منورہ کا سبز گنبد نظر آنے لگتا ہے۔ شیفتگاں جال محمدی یہاں اونٹوں پر سے اتر پڑتے ہیں۔ یہی وہ منزل ہے جس کی نسبت اس فقیر نے کہا ہے۔

اب یہ وقت آیا کہ اونٹوں پر ہوا رہنا حرام

عاجو اترو کہ روضہ جلوہ گر ہوئے لگا

(۱۳) مدینہ منورہ

## طریق فرعی

فرع کے معنی شاخ کے ہیں چونکہ رابع سے پہرے رستہ شروع ہوتا ہے۔ اس وجہ سے

اسے یہ فقرہ اورنگ زیب عالمگیر کے ایک رقعے کا ہے جو اُس نے اپنے لڑکے کو لکھا ہے جس میں وہ فرماتا ہے۔

فرزند سعادت توام - مزرہ کچھڑی بریانی شہانستان یاد می آید

طریق فرعی اس کا نام ہو گیا۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ شتر بان اپنی سہولت کے خیال سے اور اپنے یا اپنے رشتہ داروں کے گاؤں میں ہو کر چلنے کی غرض سے بعض وقت مختلف منزلوں سے کتر کمر کوئی نیا رستہ بھی اختیار کر لیتے ہیں اور وہ ایک منزل چلنے کے بعد پھر بڑی سڑک پر آ جاتے ہیں۔ اسی صورتوں میں نئی نئی منزلیں رستے میں پڑ جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض سیاحوں کے سفر ناموں میں ان رستوں کی بعض منزلوں کے نام مختلف ہیں لیکن عام منزلیں جو اس رستے میں پڑتی ہیں ان کے نام ذیل میں درج ہیں۔

(۱) رابع سے وادی حرمشان۔ تنگ گھاٹی ہے۔ ایک ایک اونٹ گزرتا ہے۔

(۲) بیرضوان۔ پانی میٹھا مل جاتا ہے۔ چائے خانہ ہے۔

(۳) ابو ضباع یا ام ضباع ایضاً

(۴) الریاض۔ یا وادی ریاں۔ عربوں کی آبادی اچھی ہے۔ درخت بھی بکثرت ہیں۔

یہاں ایک بڑا تالاب ہے جو بارش کے پانی سے بھر جاتا ہے۔ اسے خم غدیر

(۵) غدیر کہتے ہیں۔ یہ وہ منزل ہے جہاں حجۃ الوداع میں ۱۸ ذی الحجہ کو آنحضرت نے کلمے سے آتے وقت ایک خطبے میں من کنت مولا اے فعلی مولا اے فرمایا تھا یعنی جس کا میں مولا ہوں اس کے علی مولا ہیں۔

(۶) بیر الماشی۔ معمولی منزل ہے پانی شیرین ہے۔

(۷) ابار علی۔ اسے بیر علی بھی کہتے ہیں۔ اس کی صراحت طریق سلطانی میں کی جا چکی ہے۔

(۸) مدینہ منورہ

## طریق شرقی

طریق شرقی بھی بڑا رستہ ہے۔ حاجیوں کے قافلے اس طرف سے بھی زیادہ آتے جاتے ہیں

اونٹوں پر تیرہ چودہ دن میں مکے سے مدینے پہنچ جاتے ہیں۔ اس راہ کی منزلین یہ ہیں۔  
 (۱) مکے سے بیر البرود پانی مٹیٹھا ہے۔ اونٹوں پر مکے سے چھ گھنٹے میں پہنچتے ہیں۔ سامان  
 خور و نوش مل جاتا ہے۔

(۲) وادی لیمون بازار ہے۔ کہانے پینے کی چیزیں ترکاریاں۔ مینو۔ میٹھے مینو نازکیاں۔ تربوز  
 تربوز وغیرہ ملتے ہیں۔ یہاں پانی کا ایک چشمہ ہے جو پہاڑوں سے نکل کر  
 کھیتوں کو سیراب کرتا ہے۔

(۳) خریب یہ کڑی منزل اٹھارہ انیس گھنٹے چلکر یہاں پہنچتے ہیں۔ چائے  
 خانہ ہے۔

(۴) الحفائر حفہ (گرٹھا) کی جمع حفائر ہے۔ پانی شیرین ہے۔ اور سطح زمین  
 سے قریب ہے۔

(۵) برکتہ سمہ گرمیوں میں پانی نہیں ملتا۔ اور دنوں میں برسات کا پانی برکتہ  
 میں مل جاتا ہے۔

(۶) برکتہ السالح شیرین پانی بکثرت ہے۔

(۷) الحبیط معمولی منزل ہے۔ چائے خانہ ہے۔

(۸) سفینہ نخلستان ہے۔ میٹھے پانی کے کنوے ہیں۔

(۹) السویر جمیہ یہاں بہت سے کنوے ہیں جن کے ذریعہ سے زراعت ہوتی  
 ہے جنسی سیدیاں آباد ہیں۔

(۱۰) الحجر یہ پانی زمین سے بہت قریب ہے۔ پندرہ منٹ میں نکل سکتا ہے۔

(۱۱) غرابہ معمولی منزل ہے۔ زمین سے گزدو گز پر پانی موجود ہے۔

(۱۲) غدیر اس کی کیفیت طریق فرعی میں لکھی جا چکی ہے۔



(۱۳) سیدنا حمزہ مصری عموماً یہاں ایک رات ٹھہر کر صبح مدینہ داخل ہوتا تھا۔ مدینے سے ڈھائی میل پر مزار سیدنا حمزہ بمقام جبل احد واقع ہے۔ محل

(۱۴) مدینہ منورہ منزل مقصود

جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں محل مصری عموماً مذکورہ بالا تین رستوں میں سے کوئی ایک رستہ اختیار کرتا تھا لیکن بعض اوقات مکے سے سیدنا مدینہ جانے کی بجائے وہ جدہ چلا آتا تھا یہاں سے بحری رستے سے جہاز میں بندرگاہ مینوع دودن میں پہنچ جاتا تھا اور مینوع سے براہ خشکی مدینہ داخل ہوتا تھا۔ چنانچہ ۱۳۲ھ و ۱۳۳ھ میں محل مصری نے مکے سے جدہ آکر مینوع تک جہاز میں سفر کیا تھا پھر جب ذیل منزلیں قطع کر کے مدینہ پہنچا تھا۔

(۱) مینوع سے البیت۔ بیت کے مئی رات گزارنے کا مقام۔ رین البیرا۔

(۲) البیر سعید۔ یہاں دو کنوئیں ہیں۔ ضروری چیزیں مل جاتی ہیں۔

(۳) الحمرا۔ یہ منزل سرسبز و شاداب ہے۔ ایک چشمہ بہتا ہے۔ زراعت ہوتی ہے۔ سامان خور و نوش گوشت ترکاری وغیرہ سب ملتا ہے۔

(۴) البیر عباس۔ طریق سلطانی میں اس کی مختصر کیفیت لکھی جا چکی ہے۔

(۵) البیر درویش ایضاً ایضاً ایضاً

(۶) مدینہ

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ عربوں کے گاؤں جلد جلد بستے اور اُچڑتے رہتے ہیں۔ یا تھوڑے سے الٹا پھیر سے راہ طے کرنے میں کبھی کوئی گاؤں رستے میں پڑتے ہیں اور کبھی کوئی کبھی مختلف رستے اختیار کرنے سے بھی یہ صورت پیش آ جاتی ہے مثلاً یہاں دو سیاحوں کے سفر ناموں سے ہم مینوع سے مدینہ تک کی منزلیں لکھتے ہیں۔

| بزمانہ برکھارٹ ۱۸۱۲ء | کیفیت            | بزمانہ برٹن ۱۸۵۳ء  | کیفیت                         |
|----------------------|------------------|--------------------|-------------------------------|
| (۱) مینوع سے برکہ    | برکہ حوض تالاب   | (۱) مینوع سے مساحل |                               |
| (۲) غاز علی          | غاز۔ لڑنیوالا    | (۲) بیر سعید       | سابق میں کیفیت لکھی جا چکی ہے |
| (۳) بدر              | نوٹ ملاحظہ ہو    | (۳) الحمرا         | "                             |
| (۴) شعب الحمال       | شعب کی معنی وادی | (۴) بیر عباس       | "                             |
| (۵) القریش           | معمولی منزل      | (۵) سولقہ          | قدیم منزل ہے۔                 |
| (۶) وادی عقیق        |                  | (۶) مدینہ          |                               |
| (۷) مدینہ            |                  |                    |                               |

۱۔ بدر نامی کسی شخص کا بنایا ہوا بیان کنواں تھا جسکی وجہ سے اس گاؤن کو بدر کہنے لگے۔ یہ مشہور مقام ہے۔ اس کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔ رستہ میں یہاں مسلمانوں کو زبردست فتح حاصل ہوئی تھی اس جنگ میں (۱۳) صحابہ شہید ہوئے تھے اور ستر کھارے گئے تھے جن میں ابوہریر بھی تھا۔ ستر ہی قید ہوئے تھے۔ قبیلہ بدر کے جنوب میں شہید اصحاب کی قبریں ہیں۔ بدر میں ایک مسجد ہے جسے مسجد غمار کہتے ہیں جسکی نسبت روایت ہے کہ جب آنحضرت بیان تعلیم تھے تو وہ سوپ سے پلانے کے لئے بادل لے آپ پر سایہ کیا تھا۔ بدر میں کچھ باغ ہیں۔ تیار تر بوڑھو غیول جاتے ہیں۔ یہاں گدہ بہت ہیں جو مسافروں کے سروں پر سٹ لاتے رہتے ہیں۔

۲۔ مدینے سے ڈیڑھ کوس کے کی سڑک پر وادی عقیق ایک پُر فضا مقام ہے۔ آنحضرت بعض اوقات ہوا خوری کے لئے وہاں ستر لے جایا کرتے تھے اور وہاں کا پانی شوق سے نوش فرمایا کرتے تھے بعض عرب شاعروں نے بھی اس کی تعریف میں اشعار کہے ہیں اس فقیر کی ایک غزل میں بھی اس کا ذکر آیا ہے۔ عرض کیا ہے۔

ہے کہان لطن عقیق اور وہ۔ بونوں کی ہوا چلے وان پیگلین بڑھائیں کہاںں جہولونگی ہوا  
کوئی جہول کا اُس کے روضے سے بھی لا با د سحر کُ جس سے دنیا میں بند ہی سارے رسولوں کی ہوا  
کس زمین کی خاک عطر افشاں سے گرزے ماجو کُ مجھ کو تم سے آتی ہے جنت کے پھولوں کی ہوا  
قدرتِ اقدس میں پہونچا یا نہ کیون میرا پیام کُ کہتے ہیں ہوتی ہے قاصد بچکے پھولوں کی ہوا  
ہے مجازی خاک سے شیر مبری بھی مرشت  
دل کو کھینچے کیوں نہ شیرب کے گولوں کی ہوا

## (۱) مدینہ منورہ میں محل مصری

قدیم سے یہ طریقہ رائج تھا کہ محل مصری مزار حضرت امیر حمزہ واقع جبل احد پر جو مدینے سے ڈیڑھ کوس ہے پہنچ کر رات بھر وہاں قیام کرتا تھا اور دوسرے دن صبح مدینہ منورہ میں داخل ہوتا تھا۔ بعض امیر الحاج کبھی کبھی اس کے خلاف بھی عمل کرتے تھے اور مزار حضرت امیر حمزہ پر سلام پڑھتے ہوئے سیدہ مدینہ پہنچ جاتے تھے۔ اہل مدینہ اور روضہ منورہ کے خدام و اغوات محل کے آنے کی خبر سن کر مدینے سے باہر ایک کوس کے فاصلے پر اس کے استقبال کے لئے جایا کرتے تھے۔ محفل باب سیدہ سے جسے باب عنبر یہ بھی کہتے ہیں شہر میں داخل ہو کر تا تھا۔ ہمراہیاں و ملازمین محل اولاً خود تیار حضور سرور کائنات سے مشرف ہوتے تھے۔ اس کے دو تین روز بعد محل کا جلوس شہر میں نکلا کہ محل کو مسجد نبوی میں پہنچایا جاتا تھا۔ تعظیم محل میں اکیس توپوں کی سلامی دی جاتی تھی۔ محل کو زرین خلاف اڑھا کر آگے آگے امیر محل اور امین العصرہ مصری و سلطانی فوج اور بنیڈا بجے کے ساتھ باب عنبر یہ سے چل کر گشت کرتے ہوئے مناخہ کی جانب سے حرم تک جاتے تھے اور باب مصری کے قریب پہنچ کر اہل جلوس تعظیماً اپنی سواریوں سے اتر پڑتے تھے۔ باب السلام پر جو حرم نبوی کے جنوب و غرب کی طرف پہنچا، الحرم اور والی مدینہ ان کا استقبال کرتے تھے۔ محل کے اونٹ کی چار والی مدینہ کے ہاتھ میں دی جاتی تھی اور اونٹ کو سیڑھیوں پر چڑھا کر باب السلام کے سامنے والے چوترے پر بٹھا دیا جاتا تھا۔ یہاں محل کو اونٹ پر سے کھول کر ہاتھوں ہاتھ مسجد نبوی میں پہنچاتے تھے اور منبر نبوی کے غریب جانب جناب سیدہ فاطمہ زہرا کے مزار سے متصل رکھ دیتے تھے۔ اس کے بعد محل کی فوج کا سپہ سالار امیر الحاج امین العصرہ اور دوسرے عہدہ دار محل کے گرد بیٹھ جاتے اور یہ سب لوگ روضہ منورہ کے خادموں کا سا لباس پہن کر یعنی سفید عمامے اور سفید کپڑے باندھے۔ سفید عبا میں پہنے حضور سرور عالم کے خادموں کی شکل بنا کر سبز جالی میں داخل ہونے کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔ محل کے زرین خلاف کے مختلف حصے جو بند ہوں اور کھولیں سے جڑے رہتے تھے ان کو علیحدہ کر کے آپس میں تقسیم کر لیتے تھے۔ اس کے بعد

سہ پہر دروازہ سلطان عبد المجید خاں کے زمانے کا بنا ہوا ہے۔ حجاز ریلوے کا یہاں اسٹیشن بھی تھا۔ آجکل بوڑھوں

کا اڈا ہے۔



آگے آگے امیر الحج اور سپہ سالار محل کا علم اٹھائے امیر العہدہ اور دوسرے عہدہ دار غلاف محل کا ایک ایک ٹکڑا ہاتھوں میں پکڑے بغرض حصول سعادت و برکت شمالی جانب سے صلوٰۃ و سلام پڑھتے جالی مبارک کے اندر داخل ہوتے تھے۔ باہر آنے کے بعد غلاف محل کے اجزاء کو تہہ کر دیا جاتا تھا اور محل اسکی جگہ رکھا رہتا تھا۔ اہل مدینہ و حجاج وہاں اس کی زیارت کرتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ محل کی مدینے سے روانگی کا دن آ جاتا تھا اور پھر ایک جلوس کے ساتھ محل رخصت ہو جاتا تھا۔

## (ح) مدینے سے محل کی واپسی

مدینے سے قاہرہ کو روانگی سے قبل محل مصری مسجد نبوی سے مصری حاجیوں کی قیام گاہ پر جو رباط محمد علی اور اس کے گرد و نواح کے مقام پر ہوتی تھی چھوڑ دیا جاتا تھا۔ اور اس کا زرین غلاف اُس پر ڈال دیا جاتا تھا۔ یہاں رات بھر اس کی زیارت کے لئے لوگ آتے جاتے رہتے تھے۔ مولو و خوانی و قرأت خوانی ہوتی رہتی تھی۔ اور چائے و شربت کا دور چلتا رہتا تھا۔ اس کے بعد صبح کو محل روانہ ہو جاتا تھا۔ اور رخصت محل کی اکیس توہین سر کی جاتی تھیں

## (ط) مدینے سے قافہ ترک محل کی منزلیں۔

مدینے سے واپسی میں بھی رستے کے امن اور سہولت کے اعتبار سے منزلیں طے کی جاتی تھیں۔ اور جدتہر قتل و غارت کا اندیشہ ہوتا اور ہر سے کتر کر پر امن رستہ اختیار کیا جاتا تھا۔ مثلاً ۱۸۳۱ء میں محل مصری کی حسب ذیل رستے سے واپسی ہوئی تھی:-

مدینے سے پانچ میل ہے۔ اس کو بیر رومہ بھی کہتے ہیں۔ سنگین پختہ بنا ہوا ہے۔  
(۱) امیر عثمان اس کا قطر دم گز گہرائی (۱۲) گز ہے۔ پانی نہایت میٹھا ہے۔ مدینے والوں کو

۱۔ مدینہ منورہ میں رباط محمد علی پاشا بڑی عظیم الشان عمارت ہے۔ اسے تکیہ محمد علی بھی کہتے ہیں۔ اس میں صلاحہ مصری حاجیوں کے غریب و مساکین بھی رہتے ہیں۔ یہاں روزانہ غریبوں کو کھانا تقسیم ہوتا ہے۔ مدینے کے محتاجوں کے لئے یہ بڑا سہارا ہے۔ ڈیڑھ لاکھ سالانہ سے زائد اس کے مصارف ہیں۔ محمد علی نواد اس کے ہتھم ہیں۔ مدینے جاتے وقت موٹر میں میران کا ساتھ ہوا تھا۔ مدینے میں بھی یہ میرے ساتھ محبت سے پیش آتے تھے۔

پانی کی سخت تکلیف تھی۔ آنحضرت کے ایسا پر حضرت عثمانؓ نے ایک یہودی سے اس کنوے کو خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا تھا۔

(۱۲) المیسعی۔ یہاں درخت بکثرت ہیں۔ دو کنوے ہیں۔

(۳) الملاح۔ یہاں درخت بہ کثرت ہیں۔ میٹھے پانی کے پانچ کنوے ہیں۔ بیابان میں پانی نہ ملتا تو ان کا پانی کھاری ہو جاتا ہے۔ بعض کنوے لی گہرائی دو گز ہے۔

(۴) قصر عیالہ۔ ان کو شجرہ بھی کہتے ہیں۔ زمین تباہ و زراعت ہے۔ جنگل کے درخت بکثرت ہیں۔ ہاں لکڑی اور ضروری چیزیں مل جاتی ہیں۔

(۵) آبار الحلو۔ یہاں کنوے ہیں مگر عدم استعمال کی وجہ سے پانی بدمذا ہے۔

(۶) الحفار۔ حفروں کے معنی گڑبے کے ہیں۔ حفروں کی جمع حفر ہے۔ یہاں بارہ کنوے ہیں جن کے ٹکٹ پھرتے ہیں۔ تین پار گز گہرائی ہے۔ بعض کا پانی کھاری ہے لکڑی بکثرت ہے۔

(۷) الفقیر۔ یہاں دو م کے درخت بہت ہیں ان میں ایک قسم کا پھل لگتا ہے جسے حاجی کہاتے ہیں۔ چار کنوے ہیں جن کا پانی کسی قدر کھاری ہے۔

(۸) العقلہ۔ یہاں ایک قسم کے کانٹے بہت ہیں جو جسم میں چبھنے کے بعد بڑی تکلیف سے نکلے ہیں۔ پانی کھاری اور ناقابل استعمال ہے۔

(۹) الناصوع یا المطر۔ یہاں بدوی بہت آباد ہیں جو بھیڑ بکری پالتے ہیں۔ دو وہی یہاں ملتا ہے۔

(۱۰) الحفر۔ پانی لکڑی ملتی ہے۔ تین کنوے ہیں۔ بازار بڑا ہے۔ خور و نوش کا سامان بھی مل جاتا ہے۔

(۱۱) الوجہہ۔ یہاں کھجور کے درخت بہ کثرت ہیں۔ بازار ہے۔ مایحتاج ملتے ہیں۔ پانی اچھا ہے۔ فوج کے سوچاں سپاہی بھی رہتے ہیں۔ بحرہ کے مشرقی کنارے پر

آباد ہے۔ ڈیڑھ سو مکان ایک منزلہ و دو منزلہ ہیں۔

(۱۲) مصر کا علاقہ ہے۔ کوئی پانچ سو آدمی کی آبادی ہے جن میں کچھ عیسائی بھی ہیں۔ یہاں حضرت طور موسیٰ و شعیب کے زمانے کی بعض زیارت گاہیں بھی ہیں۔ تین مسجدیں ہیں۔ آٹھ کنوے ہیں جن میں مینہ کا پانی محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ یہاں گزر گز بھر کی مچھلی دودنوا لے کر آتی ہے غلہ ہنگا ہے۔ ایک مکتب بھی ہے۔ محل کی آمد پر یہاں ایک جلسہ ہوا کرتا تھا جس میں عیسائی پادری بھی مع اپنے طالب علموں کے شریک ہو کرتے تھے اور اظہار مسرت کے لئے پادری لوگ بھی تقریریں کیا کرتے تھے۔ حاجیوں کے واسطے طور پر قرطینہ بھی بڑا بہاری ہے۔

(۱۳) سوئر محل کی واپسی میں یہاں بھی جلسہ ہوا کرتا تھا۔ یہاں سے محل ریل میں قاہرہ روانہ ہو جاتا تھا۔

(۱۴) قاہرہ۔

مسئلہ میں مدینے سے محل مصری حسب ذیل رستے سے قاہرہ واپس ہوا تھا۔

| نشان سلسلہ | منزل                | کیفیت |
|------------|---------------------|-------|
| (۱)        | مدینہ سے ذی الحلیفہ |       |
| (۲)        | پیر علی             |       |
| (۳)        | بیر درویش           |       |
| (۴)        | بیر عباس            |       |
| (۵)        | الحما               |       |
| (۶)        | بیر سعید            |       |
| (۷)        | السیحلی             |       |
| (۸)        | مینج البحر          |       |
| (۹)        | طور                 |       |
| (۱۰)       | سوئر                |       |

براہ بجز جہاز میں



براہِ خشکی ریل میں

{

سڈ ٹرسے قاہرہ

(۱۱)

# چھٹی فصل

## محفل کی ایسی قاہرہ میں جلوس

چونکہ محفل مصری کے ساتھ مصر کے حاجی بھی جایا کرتے تھے اس لئے محفل کی واپسی پر قاہرہ میں بڑی خوشی منائی جاتی تھی۔ قاہرہ پہونچکر محفل شہر کے باہر مقامِ حموہ میں ٹھہر جاتا تھا اور محفل کے ملازموں اور حاجیوں کے رشتہ دار اپنے اپنے عزیزوں کو لینے کے لئے حسوہ تک جایا کرتے تھے بعض لوگ بچوں کے ہار، شربت، میوے، مٹھائیاں اور باجہ بھی اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے اور حج سے صحیح سلامت واپس آنے والوں کو پھول پہنا کر اور کھانے پینے سے ان کی تواضع کر کے باجے بجاتے اپنے گھر لاتے تھے جو لوگ سفر حجاز میں مر جاتے تھے ان کے رشتہ دار قافلے والوں ان کے مرنے کی خبر سن کر روتے پٹتے گھروں کو واپس ہوتے تھے۔ اس موقع پر سرکاری طور پر بھی ایک عام خوشی کا اظہار کیا جاتا تھا۔ خدیو اسماعیل پاشا کے آخر زمانے میں جب محفل خشکی کے رستے سے جاتا تھا تو اس کی واپسی پر اور بھی زیادہ مسرت کرتے تھے بعض لوگ اپنے عزیز و اقارب کے استقبال کے لئے ایک ایک دود و منزل تک نکل جاتے تھے بعض لوگ حاجیوں کو سیراب کرنے کے لئے جو طرح طرح کے خراب پانی پینے چلے آتے تھے بڑے بڑے حوضوں میں شربت بھر دیتے تھے جسے تین تین دن تک حاجی اور دوسرے آدمی پیتے رہتے تھے۔

۱۲۵۰ء کے جلوس واپسی محفل کا سامان ولیم لسن صاحب نے اپنی کتاب ان ایجپٹینز میں

۱۲۵۹ء سے ۱۲۹۶ء تک مصر پر حکمران رہا۔

## اس طرح دکھایا ہے۔

سورج نکلنے کے آدھ گھنٹے بعد محل کا جلوس باب النصر سے شہر میں داخل ہوا۔ محل کے آگے آگے پیدل فوج باقاعدہ کا ایک دستہ تھا۔ اس کے پیچھے محل آیا۔ پہرہ عجیب نوی ہیکل سیاہ خام شخص جس کو شیخ الجمل (اونٹ والا شیخ) کہتے ہیں نکلا۔ پہرہ صرف ایک پیجاہ پہنے ہوئے اونٹ پر سوار تھا۔ اور ہر وقت اپنا سر ہلاتا رہتا تھا۔ گذشتہ کئی سال سے یہ شخص محل کے ساتھ کے جاتا آتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ رستے پھر سر ہلاتا ہی چلتا ہے۔ سرکار سے اس کو دواؤں اور اخراجات سفر ملتے ہیں چند سال قبل ایک بڑھی عورت بھی محل کے ساتھ جایا آیا کرتی تھی۔ اس کو ام القلعات یعنی بلیوں کی ماں کہتے تھے۔ اس کے ساتھ ہمیشہ پانچ چھ بلیاں بھی اونٹ پر بیٹھی رہتی تھیں۔ شیخ الجمل کے پیچھے ترکی سواروں کا ایک رسالہ اور پھر کوئی بیس اونٹ جن پر سرخ و سبز خوشنما کپڑوں کے زین تھے نکلے۔ ہر اونٹ کے زین کو جھنڈیوں اور شتر مرغ کے پروں سے سجایا گیا تھا۔ اونٹوں کے گلے میں کوڑیوں کے مار بھی پڑے تھے۔ اس کے بعد کچھ بدوی نکلے۔ ابھی رملہ تک جو قلعے کے سامنے بڑا میدان ہے محل کے پونچنے میں کوئی پانچ گھنٹہ تھا اس وقت بڑی کوشش اور گھس پٹھ کے بعد محل کے پاس میں پہنچ گیا اور اس کو تین مرتبہ چھو کر میں نے اپنا ہاتھ چوما۔ پھر محل کی جہاں کرکڑ کے اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ محل کا محاذ چھوٹے چھوٹے چھپے چھپے چل رہا تھا اس نے اول تو مجھے بری طرح گھورا۔ پھر درود پڑہتے ہوئے چلنے کے لئے مجھ سے کہا۔ واللہ اعلم میرے اچھے کپڑوں کو دیکھ کر یا صلوٰۃ پڑھنے کی وجہ سے اس نے وہاں سے مجھے ہٹایا نہیں۔ اور میں محل کی جہاں کرکڑے ہوئے چلتا رہا۔ ورنہ وہ دوسرے شخصوں کو صرف ایک مرتبہ محل چھو لینے دیتا تھا۔ غرض کہ میں رملہ تک اسی طرح چلتا رہا۔ جب میں نے اپنے ایک مسلمان دوست سے اس کا ذکر کیا تو اس کو بڑا تعجب ہوا اور وہ مجھ سے کہنے لگا کہ آج تک میں نے نہیں سنا کہ کسی شخص کو ایسا موقع نصیب ہوا ہو تم پر خدا کا فضل اور پیغمبر صاحب کی بڑی مہربانی ہے۔ اس کے بعد اس نے مجھے نصیحت کی کہ اس کا ذکر کسی سے نہ کرو ورنہ لوگ تم سے حسد کرنے لگیں گے۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ محل کی اس قدر تعظیم کیوں کی جاتی ہے۔ بہت سے لوگ اس کو بڑے جوش کے ساتھ چھو رہے تھے۔ ایک سپاہی جب محل کے قریب گیا تو اس نے محل کو مخاطب کر کے یہ الفاظ کہے۔ اے میرے

مالک! تو نے مجھے حج سے محروم رکھا، جن سرگرمیوں پر مجھے گزرتا تھا وہ ناشائعوں سے کھینچا کچھ بھری ہوئی تھیں۔ تمام وکانین بندھن اور ان کے چوتھے پر لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ کئی ایک کشتے میں محل رملہ پہنچا۔ اس میدان کو طے کرنے کے بعد جب محل قرمیدان میں داخل ہوا تو قلعہ سے بارہ توپوں کی سلامی دی گئی پھر قلعہ کے شمالی دروازے کی طرف سے جسے باب الموزیر کہتے ہیں محل واپس ہوا۔

ایک عجیب رسم جو اس موقع پر اور جلوس خلافت کعبہ و جلوس روانگی محل کے موقع پر دیکھنے میں آئی وہ یہ تھی کہ بہت سے لڑکے غول بنا بنا کر شہر میں پھرتے ہیں سب کے ہاتھ میں کھجور کی ایک ایک چوڑی ہوتی ہے جسے لوگ سے لیکر ادھی دوڑ تک دو تین شاخوں میں چیر دیتے ہیں اس کو مقروض (چاکر) کہتے ہیں جب کوئی یہودی یا عیسائی ان کو ملتا ہے تو وہ اس کو پکڑ کر کہتے ہیں "ہات العادہ" یعنی حسب عادت نذرانہ لا۔ جو شخص اس نذرانے کے دینے سے جسکی مقدار چار پانچ پیسے یا زیادہ سے زیادہ دس پیسے ہوتے ہیں انکار کرتا ہے تو لڑکے اس کو قچی سے شپاشپ بھونٹنا شروع کرتے ہیں۔ محل شہر میں گشت کرتا ہوا مسجد حین کو جاتا ہے وہاں اس میں سے وہ قرآن جو جاتے وقت محل کی چھت میں لٹکا دیتے ہیں اور واپسی میں اس کے اندر رکھ دیتے ہیں لڑکے مسجد میں رکھ دیا جاتا ہے۔ ادنیٰ طبقے کے بہت سے عورت مرد اس کی زیارت کے لئے وہاں جاتے ہیں اور اس کو چومتے اور آنکھوں سے لگاتے ہیں۔

ہمارے زمانے میں بھی محل کی واپسی پر قاہرہ میں اس کا جلوس نکلا کرتا تھا جس کے ساتھ محل کی بھراہی فوج حاجی قاہرہ کی فوج و پولیس اہل شہر و ناشائی صلیبیہ، ناصریہ زینیہ وغیرہ مختلف محلوں میں گشت لگاتے ہوئے محل کو دفتر مالیہ میں پہنچا کر واپس ہو جاتے تھے۔

سالہ تبرکات کی اس قسم کی تعلیم جاہل کیا کرتے ہیں جو قابل اعتبار نہیں ہے بیت المقدس میں حضرت عیسیٰ کے آثار و تبرکات کے ساتھ عیسائیوں کی خوش اعتقادی اس سے بدرجہا بڑھی ہوئی ہے صلیب عیسیٰ تو دینی و دنیوی تمام حاجتوں کو پورا کرنے والی خیال کی جاتی ہے۔ کرسٹس کے موقع پر رومن کیتھولک عیسائیوں کے گرجوں میں حضرت مریم کا دیگی فانیہ بنایا جاتا ہے۔ زیارت کے قابل چیز ہے۔

سہ ہندوستان کے اکثر شہروں میں بھی ہولی کے موقع پر ہندو لڑکے اور محرم میں مسلمانوں کے شہریر بچے غیر مذہب والے راہ گروں کے ساتھ اسی قسم کی شرارت کرتے ہیں۔



# ساتویں فصل

## محل کی تعلیم

محل مصری کی جس قسم کی تعلیم کی جاتی تھی اُس کے اعتبار سے ہم اس تعلیم کو تین قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں:-

الف - سیاسی تعلیم  
ب - صفائی تعلیم  
ج - ذاتی تعلیم

ہر زمانہ میں شاہی فرامین - شاہی عطیات اور شاہی علم کی تعلیم بطور خاص کی جاتی رہی ہے شاہی فرمان کو سر پر رکھا جاتا تھا۔ آنکھوں سے لگایا جاتا تھا اور فرمان کے ہر ہر فقرے پر آداب بجالایا جاتا تھا جس بہادر کو بادشاہ ملواری عنایت کرتا اول وہ اس کو اپنے گلیں لٹکاتا اس کے بعد کمر سے باندھتا تھا جس اہیہ سر کو زین واسپ عنایت ہوتے وہ پہلے زین کو اپنے سر پر رکھتا۔ پھر کمر پر رکھتا اس کے بعد گھوڑے پر کستا تھا۔ اسی طرح شاہی علم و پرچم کی تعلیم سلامی اتار کر یا اسکے سامنے گردن جھکا کر کی جاتی ہے۔

چونکہ محل اور فوج محافظہ محل کا علم دونوں ملکر قافلہ حجاج کے تبرک علم کا کام دیتے تھے اور محل مصری سلطنت مصر کے لشکر کا زبردست نشان تصور کیا جاتا تھا اس لئے جس جس شہر و قریہ محل گزرتا جہاز ریل - اسٹیشن جہنڈیوں سے سجائے جاتے شہر آراستہ ہوتا حلبے کئے جاتے۔ آمد و رفت کے وقت توپوں کی سلامی دی جاتی۔ یہ تعلیم دراصل اس سلطنت کی تعلیم جو اگرتی تھی جہاں سے محل آتا تھا اور اس لحاظ سے ہم محل کی اس تعلیم کو "سیاسی تعلیم" کہتے ہیں۔ سلاطین مصر نے محل کو اپنی

سلطنت کا شمار یا ایہ ماز بردست نشان قرار دید یا تھا کہ علاقہ مصر کے جن شہروں سے ہو کر محل گزرتا تھا وہاں کے حکام کو محل کے اونٹ کے موزوں کو بوسہ دینا واجب تھا۔ یہاں تک کہ امرائے مکہ بھی استقبال کے وقت اس کو چومتے تھے۔ مدت دراز تک یہ طریقہ جاری رہا۔ آخر ۱۸۴۸ء میں سلطان چمق تے اسے موقوف کیا۔

حاجیوں اور زائرین کو اسٹیشن تک پہنچانے جانا۔ وقت رخصت ہار پھول پہنا۔ دست بوسی کرنا ایک تعظیم ہے جو اس خیال سے کی جاتی ہے کہ یہ لوگ ایک مذہبی سفر پر جا رہے ہیں۔ اور خدا و رسول کے دربار میں ان کو حاضری کا شرف حاصل ہونے والا ہے۔ ممکن ہے کہ مصری حاجیوں کے ساتھ محل مصری کی عظمت کا خیال بھی لوگوں کے دل میں پیدا ہو گیا ہو۔ حج و زیارت کے بعد واپس ہونے پر حاجیوں کی تعظیم اس خیال پر مبنی ہوتی ہے کہ یہ لوگ مقامات مقدسہ کے مشاہدہ سے مستفید ہو کر اور دہان کی مبارک آب و ہوا سے متاثر ہو کر واپس ہوئے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ مقامات مقدسہ کی پیداوار و صنعت کے علاوہ دوسری جگہ کی پیداوار و مصنوعات بھی دہان پہنچ کر تبرک بن جاتی ہے۔ غلاف کعبہ اگرچہ مصر کی ساخت ہوتا تھا مگر اس شہر کا مصداق ہو جاتا تھا۔

با عزیزے نشست روزے چند

لا جرم ہجو ادگر امی شد

حاجیوں کے کفن انگلستان کی ساخت کے ہوتے ہیں مگر آب زمزم میں بھیگ کر یا حضرت امام حسین علیہ السلام کی ضریح مبارک سے مس ہو جانے کے بعد تبرک ہو جاتے ہیں۔ یہی کیفیت تیسویں ہے جو اگرچہ مختلف ملکوں کی بنی ہوئی ہوتی ہیں مگر مکہ معظمہ و کربلائے معلیٰ ہونے کے بعد تبرک بن جاتی ہیں۔ سفر حجاز کے بعد محل مصری کا تبرک خیال کیا جانا حیرت ناک نہ تھا۔ کہے میں وہ بیت اللہ کے ایک دالان میں رکھا جاتا تھا۔ مدینہ منورہ میں اس کو مسجد نبوی میں جگہ دی جاتی تھی۔ محل کے غلاف کے مختلف اجزاء روضہ شریف کے اندر جالی مبارک سے مس ہوتے تھے اس لحاظ سے جو کچھ محل کی واپسی کے وقت تعظیم کی جاتی وہ اس کے وصف اصنافی کی وجہ کی جاتی تھی اور اس کو صفاتی تعظیم کہہ سکتے ہیں۔

حیرت کے قابل محل کی وہ تعظیم تھی جو سفر حجاز سے قبل قیام حجاز میں اور واپسی پر ہوتی

مٹھی اور جس کی وجہ سے یہ محل شریف کہلانے لگا تھا۔ قاہرہ میں جلوس روانگی کے وقت خدیو مصر محل کے اونٹ کی مہار کو بوسہ دیا کرتے تھے۔ عوام محل کے گرد سات بار گھومتے تھے۔ اہل مصر سے مس ہونے کے لئے اپنے کپڑے دوپٹے اور شالین کو ٹھوں پر سے لٹکاتے تھے۔ اسٹیشن عباسیہ پر محل بغرض زیارت رکھ دیا جاتا تھا۔ قاہرہ سے سوئز تک عورتیں اپنے شیر خوار بچوں کو محل سے مس ہونے کے لئے لاتی تھیں محل کے ملازمین بھی کچھ نذر لیکر بچوں کو گود میں اٹھاتے اور محل سے اُن کا ہاتھ لگا دیتے تھے مختلف طبقے کے لوگ محل کو چھو کر اپنا ہاتھ منہ پر پھیرا کرتے تھے مکہ معظمہ میں جب محل باب السلام کے نزدیک دالان میں رکھ دیا جاتا تھا تو مختلف ملکوں کے خوش عقیدہ مسلمان اُس پر نذرینا زچر ہاتے تھے عرضیاں لٹکاتے تھے اور نتیں مراویں لٹکتے تھے مصر واپس ہونے پر بعض جاہل مصری محل کو مخاطب کر کے کہا کرتے تھے۔

”اے میرے آقا تو مجھے اپنے ساتھ حج کے لئے نہیں لے گیا۔“

محل کی اس تعظیم کو ہم تعظیم ذاتی کہتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس کی ابتدا شاید اس طرح ہوئی ہو کہ اولاً محل کے غلاف کو جس پر آیت الکرسی وغیرہ آیات قرآنی یا نقشہ بیت اللہ کا ہار مہتا تھا لوگ چھو کر ہاتھ اپنے منہ پر پھیر لیتے ہونگے۔ رفتہ رفتہ محل کا ہر جز تبرک ہو گیا اور لوگ اسے چھو کر منہ پر ہاتھ پھیرنے لگے اور بتدریج جب اس کی تعظیم انتہائی درجہ پر پہنچ گئی تو عوام الناس اس کو اپنا حاجت روا تصور کرنے لگے۔ اس قسم کی ازلام والنصاب پرستی کی شالین ہمارے ہندوستان میں بہت ہیں اس مو قعہ پر ان کا ذکر کرنا مسلمانوں کو ناگوار نہ رہے گا اس لئے ہم چپ ہی ہو جاتے ہیں۔

## فصل اٹھویں محل کے عادات

اگرچہ حجاز کی بدہشی راستوں کی بدانتظامی اور بحری سفر کی دشواریوں سے زمانہ قدیم



میں محل کا منزل مقصود و سائل مراد ایک پہونچنا مشکل تھا تاہم تاریخوں میں حوادث محل کی چند ہی مثالیں پائی جاتی ہیں جن کا مختصر ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

### (۱) محل مصری کی غرقابی۔

مصر سے خلافت کعبہ تو چوتھی پانچویں صدی میں بھی بھری رستے سے جایا کرتا تھا لیکن محل مصری پہلے پہل ۹۱۸ء میں براہ سوز جد سے ہو کر مکہ منظم پہونچا تھا۔ ۹۶۱ء میں طوفان و موج کی وجہ سے نصف محل غرق دریا ہو گیا تھا۔ اس کے بعد ۹۶۲ء اور ۹۶۳ء کے دونوں محل بھی دریا میں ڈوبے۔

### (۲) محل مصری کا نذر آتش ہونا۔

محرم ۱۲۱۸ء میں حاکم نجد امیر سعود ابن عبدالعزیز نے مکہ منظم پر قبضہ کر کے سلطان سلیم فرمانروائے ترکی کو یہ لکھا تھا کہ آپ دمشق و قاہرہ کے والیوں کو ہدایت کر دیجئے کہ وہ باجون کے ساتھ محل نہ بھیجا کریں۔ ۱۲۱۹ء یونہی گزر گیا اور محل لانے والوں نے کچھ خیال نہ کیا۔ ۱۲۲۰ء میں حج کے موقع پر امیر سعود نے سختی کے ساتھ باجے کی روک تھام کی محل شامی کا امیر بجائے اس کے کہ باجا موقوف کر دیتا حج سے ہی دست بردار ہو گیا اور بغیر حج کئے اپنا محل لیکر واپس چلا گیا۔ مگر مصری محل نجدیوں کے ہاتھ لگ گیا اور انہوں نے اس فتویٰ پر اس کو جلا دیا کہ وہ۔

”ہر بدعت گراہی ہے اور ہر گراہی کی سزا آگ ہے“

### (۳) شریف مکہ حسین کی بیجا فرمائش محل کی واپسی

اگرچہ ہمیشہ محل مصری کے ساتھ ایک طبیب۔ لیڈی ڈاکٹر اور کمپونڈر وغیرہ رہا کرتے تھے مگر ۱۲۳۰ء میں اتفاقاً محل مصری کے ساتھ چار طبیب بغرض ادائی فریضہ حج روانہ ہوئے تھے اور محل جد سے تک پہونچ چکا تھا شریف نے طبیبوں کی موجودگی اپنے سیاسی مصالح کے خلاف تصور کر کے حکومت مصر سے ان کو واپس طلب کرنے کا مطالبہ کیا۔ اس نے اپنے حاجیوں کو غیر محفوظ

حالت میں چھوڑ دینا اور طبیعوں کو حج سے محروم کر دینا مناسب خیال نہ کیا۔ شریف اپنی بات پر اڑا رہا آخر محل مصری مع غلاف کعبہ اور ہمارے ہوں کے جد سے واپس ہو گیا اس کے بعد شریف کی حکومت بھی حجاز پر نہ رہی۔ اس واقعہ کی تفصیل سابق میں علیحدہ بیاناں کی جا چکی ہے۔

## (۴) اہل نجد اور ہمارے بیان محل مصری کا تصادم

محل مصری کا آخری حادثہ یہ ہے کہ سال ۱۳۲۵ء میں بڑا نہ سلطان ابن سعود محل مصری حسب دستور باجے گاجوں کے ساتھ حرم میں داخل ہوا اور عرفات جاتے وقت کسی پر جوش نجدی نے اسے کھیل تماشاً تصور کر کے اس کے اونٹ کے پاؤں میں گولی باردی۔ محل سلامی ہو گیا اور مصری فوج نے اس کا جواب مشین گن سے دیا۔ کوئی پچیس نجدی مارے گئے مگر سلطان کے غیر معمولی محل اور مہمان نوازی نے اس فساد کو بڑھنے نہ دیا۔ یہ آخری محل تھا جو مصر سے حجاز گیا تھا۔ اس کے بعد سلطان ابن سعود کی یہ شرط کہ اس کے ساتھ باجہانہ اسے حکومت مصر نے قبول نہ کی اور یکا یک یکم ذی الحجہ ۱۳۲۵ء کو اطلاع دیدی گئی کہ آئندہ غلاف کعبہ محل روانہ نہیں کیا جائیگا چنانچہ اس وقت سے محل کا آنا موقوف ہے۔

# نویں فصل

مختلف ممالک کے محل

عراقی محل

عہد عباسی میں تو عراق سے کسی محل کی آمد کا بہتہ نہیں لگتا۔ البتہ سلطنت بغداد کی تباہی کے بعد غالباً اہل مصر کی دیکھا دیکھی بغداد والے بھی محل لانے لگے تھے جس زمانے میں عراق

میں تاتاری مسلمانوں کی حکومت تھی یہاں کا محل سب سے بڑا ہوتا تھا۔ سلطان عراق ابو سعید بہادر قبا  
بن خدا بندہ جس کا عہد حکومت ۶۳۶ھ سے ۶۳۷ھ تک ہے عراق کے حاجیوں پر بڑی مہربانی  
کیا کرتا تھا اور محل کو حریر سے منڈکرا انواع و اقسام کے زر و جواہر دیا قوت سے اس کو مرصع بناتا  
تھا یہاں تک کہ اس کی قیمت دو لاکھ چچاس ہزار دینار سرخ (اشرافی) یعنی ایک لاکھ پچیس ہزار  
گنی یا ہمارے زلمہ نے کے سولہ ستر لاکھ روپیے تک پہنچ گئی تھی (مرآۃ المحرین) ابرکھاٹ کہتا  
ہے کہ ۶۳۷ھ میں عراقی قافلہ ایک ہامتی کے اور محل لایا تھا کیا عجب ہے کہ یہ محل سلطان  
ابو سعید خاں بن خدا بندہ ہی کا ہو۔

۶۳۷ھ میں عراقی قافلے اور عربوں میں پانی پر جھگڑا ہوا تھا اور عراقی قافلہ سبب  
تنگی وقت شریک حج نہ ہو کر بغیر حج کے واپس ہو گیا تھا۔ ۶۳۸ھ سے ۶۳۹ھ تک اور پھر  
۶۳۹ھ میں اہل عراق تاتاریوں کے فساد کی وجہ سے حج کے لئے نہیں آ سکے تھے۔ غرض کہ عراقی محل  
پابندی کے ساتھ نہیں آتا تھا اور آخر نوین صدی ہجری میں عراق سے محل کا آنا بالکل موقوف  
ہی ہو گیا۔

## (۲) محل مینی

تقی الدین فاسی کہتا ہے کہ خلافت بغداد کے خاتمے کے بعد سب سے پہلے ۶۵۹ھ  
میں ملک مظفر یوسف اول بن عمر بادشاہ مین نے جس کی سلطنت ۶۵۹ھ سے ۶۶۲ھ  
تک رہی (خلافت کعبہ بھیجا تھا اور اس کے بعد بھی کئی سال تک وہ ملک مصر کے خلافت کے ساتھ  
خلافت بھیجتا رہا کبھی ایسا بھی ہوا کہ اسی کا خلافت آیا مگر اس وقت تک مین سے کسی محل کی  
آمد کا پتہ نہیں ملتا۔ (شفاء العزائم)

بعض دوسرے مورخوں کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ۶۹۴ھ میں مین سے پہلا  
محل آیا تھا۔ اہل مین زیادہ تر بحری رستے سے حج کو آیا کرتے تھے وجہ یہ تھی کہ حجاز کے عرب ان پر بڑا ظلم کیا  
کرتے تھے اور ہر اونٹ پر چاہے اس پر حاجی بیٹھا ہو یا مال تجارت لد ہا ہو ایک سو درم محصول



لیا کرتے تھے۔ یہ حالت مصطفیٰ پاشا ترکی والی مین کے زمانے تک رہی۔ آخر اس نے عرب لیٹروں کو  
غنتشر کر دیا اسی وجہ سے اس کا نام نشاۃ شہور ہو گیا تھا۔ ۹۶۹ء میں مین کے عاجیوں کا رستہ کھل گیا  
اس کے ساتھ امیر حج اور فوج آیا کرتی تھی۔ ۹۶۰ء یا ۹۶۳ء میں مصطفیٰ پاشا نے مینی محل کی تیاری  
کے لئے سلطان ترکی سے عرض کیا اور اس کی اجازت مل گئی اور اس وقت سے ۹۶۹ء تک محل  
آتا رہا۔ اس کے بعد قسطنطنیہ و مناد کی وجہ سے آنا موقوف ہو گیا۔ مین کا آخری محل خاندان رشیدیہ کے  
دوسرے فرمانروا المودید باللہ محمد نے ۹۶۹ء میں بھجوا تھا۔ اس کی حکومت زیر سیادت سلطان کی  
۱۰۵۴ء سے ۱۰۵۶ء تک رہی۔

## (۱۳) نجدی محل

چونکہ محل کا مناسک حج سے کوئی تعلق نہیں ہے اس لئے وہابی اس کو محض فضول اور  
ایک منالیشی چیز سمجھتے ہیں۔ بعض جو شیخ و وہابی اس کو سوختنی بھی تصور کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں  
ان سے توقع نہیں ہو سکتی کہ وہابی مذہب کے گھور کے بعد کوئی محل نجد سے آیا ہو۔ اس سے قبل بھی  
اہل نجد کے محل کا پتہ تاریخوں میں نہیں ملتا۔ اب رہا عورتوں کے بیٹھنے کا محل یا کجاوہ۔ ایسا محل  
تو بقول شیخے یسلی جمہون کے زمانے سے نجد میں رائج ہے جس کا ذکر عربی شاعروں کی زبان سے نکالکر  
صحرائے نجد کو طے کرتا ہوا ایران جو کہ ہندوستان تک پہنچ گیا ہے۔ جیسا کہ کوئی صاحب  
فرماتے ہیں ۵

گولے اٹھ رہے ہیں نجد کے بن میں ہے سناٹا

نہ ناقد ہے۔ نہ مخنوں ہے۔ نہ لیلیٰ ہے نہ محل ہے

محمد تبینونی رحلتہ الحجاز یہ میں محل نجدی کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ۔

”اب بھی ہم کو محل امین الرشید محل ابن سعود اور محل ابن دنیا نظر آتے ہیں۔ یہ سب اونٹ

۱۵ اس بادشاہ نے زیدیر طریقہ اختیار کر لیا تھا اور اس کے خاندان کے افراد ابامصنعا کے لقب سے بڑکی کے زیر اثر رہ کر مین

پہ حکومت کرتے رہے۔ اب بھی وہاں اسی خاندان کا نام بچنی برسر حکومت ہے۔

ہیں جو ان کے خزانے یعنی مصارفِ حرمین کو ایک معمولی سبز بانات منڈھے ہوئے محل میں رکھ کر حرمین تک لاتے ہیں۔

ممکن ہے کہ سلطان ابن سعود نے قبل فتح حجاز مصارفِ حرمین کے لئے روپیہ کسی محل میں رکھ کر بھیجا ہو یا نجد کے دوسرے امرا و رشید ابن دینار نے بھی ایسا ہی کیا ہو مگر جن معنوں میں فقط محل ہماری اس کتاب میں استعمال ہوا ہے اُس کے لحاظ سے وہ محل کی تعریف میں نہیں آسکتا وہ محض ایک گجاوہ ہو گا جس میں قافلہ نجد کے مصارفِ حرمین رکھ کر لائے جاتے ہوں گے نہ اس کو کوئی محل شریف کہتا ہو گا۔ نہ اس کے اونٹ کے پاؤں چومے جاتے ہونگے نہ اس کی کیل آنکھوں سے لگائی جاتی ہوگی اور وہ اسی قسم کا خوشنما محل یا شغوف ہوتا ہو گا جس میں بھیکر نجد کے بعض امیر و شوقین مزاج اب بھی رکو مغلطہ آتے ہیں۔

## (۴) حلب کا محل

صاحب در الفوائد لکھتے ہیں کہ بعض بعض سال اہل حلب بھی محل لائے ہیں اس مختصر اشارہ سے یہ پتہ نہیں لگتا کہ اہل حلب کا محل کب آیا تھا اور کب سے موقوف ہوا۔

## (۵) حیدرآباد کا فرضی محل

خدیو عباس علی پاشا کے سفر نامے رحلۃ الحجازیہ میں یہ دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی کہ اس میں حیدرآباد کن کے محل کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس سے بڑا کبر العجب مولوی عبدالسلام صاحب ندی پر ہوا کہ انہوں نے سفر نامہ مذکور کا جو اقتباس ترجمہ کر کے تاریخ حرمین کے نام سے اردو میں شائع کیا ہے اس میں بھی اس فرضی محل کا ذکر بجنسہ ترجمہ کر دیا ہے۔ اگرچہ مولوی صاحب موصوف نے اس ترجمہ میں کہیں شرح و حاشیہ کی تکلیف گوارا نہیں فرمائی ہے مگر حیدرآباد کے محل کی نسبت تو کم سے کم اُن کو کسی سے دریافت کر لینا چاہئے تھا۔ رحلۃ الحجازیہ یا تاریخ حرمین میں اس فرضی محل کی

نسبت یہ لکھا ہے۔

اسی طرح حضور نظام حیدر آباد کا محل کے میں ان کے ملک کے حاجیوں کے ساتھ آتا ہے اور حرمین الشریفین

کو جو ہدایا وہ روانہ فرماتے ہیں لانا ہے۔

ریاست حیدر آباد سے اللہ اس کو ہمیشہ قائم رکھے۔ کوئی محل روانہ نہیں ہوتا۔ البتہ یہاں سے ہر سال حاجیوں کا قافلہ جاتا ہے اور سوا سو ڈیڑھ سو حاجیوں کے جہاز کے ٹکٹ، سرکار عطا فرماتی ہے۔ عموماً یہاں کے محکمہ امور مذہبی کے ناظم اور مفتی حاجیوں کو جہاز پر سوار کرنے کے واسطے بھیجے تک جاتے ہیں۔ امیر علاج اور طبیب قافلہ سرکار سے مقرر کئے جاتے ہیں جن کو صاف روغیرہ کے اخراجات اور دو کے لئے کچھ رقم سرکار سے ملتی ہے۔ حرمین الشریفین میں علاوہ سرکار عالی کے کئی مسافر خانے اور دو مدرسے ہیں جن کے مصارف اور سبیل و مہتم قرآن و طعام نیاز وغیرہ کے اخراجات ریاست آباد عطا فرماتی ہے۔ ان کے علاوہ بہت سے ساکنین یشرب و لطی کو بلا شرط خدمت ریاست سے تنخواہیں عطا ہوتی ہیں ان تمام انتظامات کے لئے حیدر آباد میں ایک دفتر ہے جس کے افسر اعلیٰ ناظم مصارف حرمین الشریفین کہلاتے ہیں۔ مدارس و رابطہ کے مصارف اور باشندگان حرمین کی تنخواہیں وغیرہ کسی صرہ یا محل کے ساتھ روانہ نہیں ہوتیں۔ مختلف اوقات میں ان کی روانگی کا انتظام مختلف رہا ہے۔ عموماً مکہ و مغلطہ کے مشہور تاجروں کے توسط سے قسین ایصال ہوتی ہیں پیشتر حاجی عبدالستار صاحب و حاجی عبدالجبار صاحب و حاجی علی جان صاحب تاجر ان مکہ کی معرفت یہہ رقوم بھیجی جاتی تھیں۔ آجکل اس کا انتظام حاجی محمد بلال صاحب تاجر مکہ مغلطہ کے سپرد ہے۔

## (۶) سوڈان کا محل

نعم بک شقیر تاریخ سوڈان میں صرة الحرمین کے زیر عنوان لکھتے ہیں کہ دارفور علامتہ

۱۵۰۰ء۔ آجکل محکمہ امور مذہبی کے ناظم عالیجناب نواب اختر بار جنگ بہادر مولوی لطیف احمد صاحب اختر فرزند امیر احمد نیانی حضرت

امیر رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ۱۵۰۰ء۔ نظم محکمہ امور مذہبی اس وقت مولوی عبدالوہاب صاحب خدکب ایڈیٹر رسالہ دعا حیدر آباد ہیں

۱۵۰۰ء۔ صرة الحرمین سے مراد وہ قسلی ہے جس میں روپیہ رکھ کر حرمین الشریفین کے مصارف اور وہاں کے تحقیق کی تنخواہوں کے لئے

بھیجے جاتے تھے۔ سلطنت ترکی کے زمانہ میں یہ رقم بہت کثیر تھی اور سینکڑوں آدمیوں کو تنخواہیں ملتی تھیں (بقیہ ماضیہ صفحہ ۱۵۱ء)



سوڈان کی ریاست تمام سلطنتوں سے آزاد تھی اور سوائے حرمین الشریفین کے کسی کو جزیرہ نہیں دیتی تھی البتہ مصارف حرمین کے لئے وہ کچھ رقم محل کے ساتھ بھیجا کرتی تھی۔

### (۷) محل شامی

دراغواہد میں ہے کہ سب سے پہلا شامی محل ۹۱۹ء میں مکہ معظمہ آیا تھا۔ خلافت العلام میں ہے کہ سب سے پہلا محل شامی بزمانہ سلطان سلیم ۹۲۳ء میں بھیجا گیا تھا۔ اس کے ساتھ صلح الدین رومی امیر قاضی نیکزاد آیا تھا۔ محل شامی کے ساتھ حرمین الشریفین کے سالانہ اخراجات اور خدام و باشندگان حرمین کی تنخواہیں ہو کر قی قیقین جن کو صرحہ کہا کرتے تھے۔ موسم بیتان اور روشن زمیتوں آیا کرتا تھا۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرہ شریف کا غلاف اور کعبہ کا اندرونی غلاف بھی کسی نئے سلطان کی تخت نشینی کے وقت اسی محل کے ساتھ بھیجا جاتا تھا۔ یہ محل قسطنطنیہ سے روانہ ہوتا تھا اور اگلے زمانے میں خشکی کی راہ سے اناطولیہ و شام سے گزرتا ہوا شمالی ایشیا کے حاجیوں کو اکٹھا کرنا دمشق پہنچتا تھا۔ زمانہ حال میں قسطنطنیہ سے جہاز میں روانہ ہو کر بیروت آ جاتا تھا۔ اس جہاز کو بھی جس میں محل ہوتا تھا خاص طور پر چیمڈیوں وغیرہ سے آراستہ کرتے تھے۔ علاقہ رطکی کے بن جن شہروں اور بندرگاہوں سے یہ محل گزرتا تھا وہاں اس کی تعلیم میں کہیں تو پونجی (بقیہ ماشیہ صفحہ ۱۵۳) یہ تنخواہیں نیل بدیل چلتی تھیں اور میدر آباد کے منصب کی طرح باپ سے بیٹے پر منتقل ہوتی چلی جاتی تھیں کسی شخص کا نام سرے میں شریک ہونا اس کی عزت کی دلیل سمجھی جاتی تھی اور بعض اوقات تسلیم ہوتے ہوئے اس کی مقدار اسی خاندان کے افراد کے نام پر روپیہ دور و پیہ بھی رہ جاتی تھی مگر وہ لوگ خوشی سے اس کو قبول کرتے تھے کسی تنخواہ یا ب کے لاوارث مر جانے پر دوسرے شخص کے نام بھی اس کی اجرائی ہو سکتی تھی۔ بعض لوگ افلاس وغیرہ کی وجہ سے اس تنخواہ کو رہن یا فروخت بھی کر سکتے تھے۔ اس کے لئے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں ایک خاص دفتر تھا:

لہ صرحہ کی کیفیت سوڈان کے محل کے زیر عنوان غاشیہ پر تحریر کی گئی ہے۔

سلامی دی جاتی تھی۔ پولیس۔ فوج۔ عہدہ دار اور عام لوگ بڑے جوش و خروش کے ساتھ اس کا استقبال کرتے تھے اور شہر میں اس کا جلوس نکلتا تھا۔ بیروت سے محل دمشق پہنچا تھا اور دمشق سے بیالیس منزل طے کر کے ایک مہینے میں مکہ منظم پہنچا کرتا تھا۔ حجاز ریلوے تیار ہو جانے کے بعد محل دمشق مدینے تک ریل میں آنے لگا تھا اور مدینے سے خشکی کے رستے سے مکہ پہنچا کرتا تھا۔ اس محل کے ساتھ کھومیش چار پانچ ہزار آدمی اور دس ہزار اونٹ آتے تھے۔ فوج اور توپ خانہ بھی رہتا تھا تجارتی مال بھی قافلے کے ساتھ بہ کثرت آیا کرتا تھا۔ ہر قسم کی دکانیں قافلے کے ساتھ چلا کرتی تھیں۔ بازار برفاں پھرتا تھا ایک بازار لوگ جاتا تھا۔ بہت سے لوگ اس سفر میں حاجیوں کے خورو نوش کا سامان لے لیا کرتے تھے ان کو مقوم کہا کرتے تھے۔ اس محل کے ساتھ جو فوج رکھ کر تھی اس کی سربراہی سرکاری طور پر ہر شہر و قریہ میں ہو کرتی تھی۔ اس لئے جس قدر زمینیں اور قلعے پڑتے تھے وہاں سے رستہ کا انتظام کر دیا جاتا تھا۔

چونکہ یہ محل اپنے ساتھ حرمین کے امرا و شرفاء اور عام لوگوں کی تنخواہیں لایا کرتا تھا اس لئے مکہ میں اس کا انتظار عید کے چاند کا سا کیا جاتا تھا۔ لوگ اس کی اطلاع دینے میں سبقت کرتے تھے۔ جو شخص گھوڑا دوڑا کر سب سے پہلے شریف مکہ کو اس کی آمد کی خبر پہنچاتا تھا وہ بڑا انعام پاتا تھا۔ یہ محل ہمارے زمانے تک آتا رہا۔ ۱۳۳۳ھ میں جب جنگ یورپ چھڑی تو ابتدائی چار سال تک تکمیل رسم کے لئے وقت بے وقت آیا لیکن ۱۳۳۴ھ میں جب شریف مکہ نے ترکوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور حجاز ترکوں کے قبضے سے نکل گیا تو اس کا آنا قطعاً موقوف ہو گیا۔